مدیر: اے آر خان

سہ ماہی قندیل حق لندن

شمارہ: 20

اکتوبر، نومبر، دسمبر 2022

QINDEEL-E-HAQ

A.R. Khan: +44-7886304637 E-Mail : qindeelehaq@gmail.com



مسجد فتح عظیم، Zion امریکہ

سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے تاریخی دورۂ امریکہ کے موقع پر مورخہ 27 ستمبر 2022ء کو اس عظیم الشان مسجد کا افتتاح فرمایا۔

سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاریخی دورۂ امریکہ 2022ء کی چند دلکش تصاویر





سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاریخی دورۂ امریکہ 2022ء کی چند دلکش تصاویر







غلامانِ مسیحِ وقت نے میدان مارا ہے

مرکزِعیسائیت کے طور پر الیگزینڈر ڈووی کے آباد کردہ شہر صیہون میں
جماعت احمدیہ کی مسجد کے افتتاح کے موقع پر

اذاں سے شہر ڈووی کے مقدر کو سنوارا ہے
غلامانِ مسیحِ وقت نے میدان مارا ہے

گواہ ٹھہرا ہے گزرا کل ہماری سر بلندی کا
جو آنے والا کل ہے وہ بہ ہر صورت ہمارا ہے

یہ قبرستان ہے ڈووی کی ساری پیش گوئیوں کا
مگر مہدئی دوراں کا بلندی پر ستارا ہے

تمہیں ہے زعم دولت کا مگر ہم اہلِ ایماں کو
خدا کا ہی سہارا تھا خدا کا ہی سہارا ہے

مسلماں کی ہلاکت، حسرتِ ناکام ڈووی کی
جو گونجے ہر جگہ وہ اللہ اکبر کا نعرہ ہے

یہ میریلینڈ کیا ٹیکساس کیا اور شہر زائن کیا
یہ خطہ اپنی ہے جاگیر اور سارے کا سارا ہے

ملاقاتیں نہیں گر دُور سے تو دیکھ سکتے ہیں
خدا کا منتخب بندہ ہمیں جاں سے بھی پیارا ہے

ہمارا اوڑھنا بھی اور بچھونا عشق ہی ٹھہرا
منافع کا نہ لالچ ہے نہ ہی خوفِ خسارا ہے

یہ مسجد، مسجدِ فتحِ عظیم الشان ہے قدسیؔ
’’غلام احمد کی جے‘‘ کا ہر زباں پر آج نعرہ ہے

(عبدالکریم قدسی۔ امریکہ)

فتحِ عظیم

مرکز عیسائیت کے طور پر الیگزینڈر ڈووی کے آباد کردہ شہر صیہون (Zion) میں
اسلام احمدیت کی مسجد کے افتتاح کے موقع پر

خدائے پاک کی غالب ہوئی تقدیر زائن میں
بفضلِ ایزدی آئے ہمارے میر زائن میں

خدا کے برگزیدہ نے دعاؤں کے جو چھوڑے تھے
نشانے پر لگے آ کر وہ سیدھے تیر زائن میں

ہوئی مرزا غلام احمدؑ کی جے جے کار دنیا میں
نظر آئی نمایاں اُس کی ہی تصویر زائن میں

’’خدا رسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا‘‘
بعینہٖ یہ سچی ہو گئی تحریر زائن میں

یہاں پر ایک مرکز بن گیا توحیدِ خالص کا
یہاں گونجا کریں گے نعرۂ تکبیر زائن میں

یہ اک لاریب ہے فتحِ عظیم اس عہدِ حاضر کی
جو مسجد ایک دیوانوں نے کی تعمیر زائن میں

یہ مسجد نورِ مصطفویؐ کا ہو گا ایک سرچشمہ
دلوں کی خوب ہو گی اس سے اب تطہیر زائن میں

یہاں سے روز پنجوقتہ خدا کا نام گونجے گا
بڑھے گی اس سے اب اسلام کی توقیر زائن میں

قیادت میں ظفرؔ ہم حضرتِ مسرورؔاحمد کی
چلائیں گے محبت کی یہاں شمشیر زائن میں

(مبارک احمد ظفر)

فہرست

فہرست



اداریہ۔ جماعت احمدیہ پہلے سے زندہ تر ہے

رانا عبدالرزاق خان۔ لندن



محض یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔ شہر زائن امریکہ میں ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرالعزیز مورخہ ۲۷ ستمبر کو اس مسجد عظیم کا افتتاح کر رہے ہیں۔

جہاں اللہ تعالیٰ نے امام وقت کو فتح عظیم سے نوازا تھا۔ تائید ایزدی نصیب ہوئی۔ اور دشمن دین کو شکست ملی۔ خدا تعالیٰ نے اسلام کی عزت رکھی۔ اور ایک مغرور بدکردار کو دنیا کے سامنے اس کی قلعی کھول دی۔ اور مقامی اور باقی ملک کی اخباروں نے اس سچائی کو برملا شائع کیا۔ ساری صورت حال کو من وعن نقل کیا۔ اور بغیر تعصب کے بنا جانبداری کے ساری صورت حال پر سچ سچ تبصرہ کیا۔ اگر اس وقت سرکاری مسلمانوں کا میڈیا ہوتا یا لفافے لینے والے نام نہاد صحافی ہوتے۔ جس طرح ۱۹۷۴ کی اسمبلی کی کاروائی کا تیا پانچا کیا ہے۔ اس معاملے کا بھی یہی حال ہوتا۔ شورش کاشمیری اور الطاف حسین قریشی جیسے کذابوں نے پوری کہانی ہی بدل دینی تھی۔ آج کل بھی پاکستان کی حکومت، ابوجہل اور ابولہب کی پیروی کرتے ہوئے نمک حلالی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے۔

پنجاب کے بڑے ڈاکو جو پچاس سالوں سے اپنی شکم پری کرتے آئے ہیں۔ وہ بھی آج کل علمائے سُو کے چیلے بن کر مذہبی کارڈ استعمال کر رہے ہیں۔ اسقدر ڈھٹائی اور بے شرمی سے یزیدی اور فرعونی کردار ادا کر رہے ہیں کہ لوگوں نے ان کی عقل پر ماتم تک کیا ہے۔ یہ چوہدری فیملی پہلے تو نواز شریف کے خوشامدی بنے۔ جب مشرف آیا تو پھر انہوں نے مشرف کے دربار کو سلام کرنا شروع کر دیا۔ جب مشرف گیا تو زرداری کے چیلے بن بیٹھے۔ جب عمران خان آیا تو پھر اس خاندان نے نیازی کی بیعت کر لی۔ خاندانی لوگ تو مستقل مزاج ہوتے ہیں۔ یہ لوگ تو کلی طور پر غلامانہ ذہن کے مالک ہیں۔ ایسے لوگوں کیا اوقات ہے کہ جماعت احمدیہ کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ خاندانِ مراثیہ تو صرف منڈی بہاؤالدین کی شاہ تاج شوگر ملز کی کی دیانتداری کا مقابلہ نہ کر سکا۔ برسوں تک لوگوں کو کفر و اسلام کی جنگ کے تناظر میں اپنا کاروبار جمانے کی ناکام کوشش کی۔ مگر چونکہ عوام اصل حقیقت سے واقف تھی۔

ان لوگوں نے احمدی کلمہ گو لوگوں کی ملز کو ہی گنا دیا اور ان کی شوگر ملز ناکام و نامراد ہوئیں۔ مشرف سے پیار کی پینگیں بڑھا کر احمدیوں کے خلاف منافقانہ جدوجہد کر کے شجاعت حسین نے پاسپورٹ کے دوسرے صفحے پر خانہ مذہب کا اندراج کروایا۔ جبکہ دنیا کے کسی پاسپورٹ میں کوئی بھی مذہب کا خانہ تک نہیں۔ اب شجاعت حسین کی بات بھی کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ خدا کی لعنت اسقدر پڑی کہ زرداری سے ایک بھاری رقم لے کر اپنے ہی بھائی کی پشت میں خنجر گھونپا۔ سارے زمانے کے مالپر، زمینوں پر ناجائز قابض ہو کر ان کی بھوک نہیں ختم ہوئی۔ ڈبل شاہ کے اربوں روپے ہضم کر گئے۔

مغربی ممالک میں ان کی جائیدادیں ہیں۔ حرام کھاتے ہیں اور حرام ہی کماتے ہیں۔ نہ ان کی عزت ہے اور نہ ان پر کوئی اعتماد کرتا ہے۔ ہر دوست کے یہ دشمن ہیں۔ قارون کے خزانے ان کے پاس ہیں۔ فرعون کا کروفر بھی ان کے دامن میں ہے۔ خدا تعالیٰ ایسے بدترین دشمنوں کو جماعت کے راستہ سے دور ہٹا دے گا۔ بڑے بڑے جاہل آئے اور ناکام و نامراد ہوئے۔ یہ لوگ بھی جلد اپنے انجام کو پہنچیں گے۔ جماعت احمدیہ ایسی عارضی رکاوٹوں سے کبھی خائف نہیں ہوئی۔ جماعت احمدیہ نے ہزاروں مساجد ساری دنیا میں بنوائی ہیں۔ ہزاروں غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کیا ہے۔ جماعت احمدیہ پہلے سے زندہ تر ہے اور دنیا میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔



اسلام کی حقیقی تعلیم امن اور محبت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں

دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کی طرف سے بانیان مذاہب کانفرنس کا سلسلہ جاری رہتا ہے جن میں تمام مذاہب کے نمائندے اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کو کھول کر بیان کرتے ہیں۔ میں میانمار میں ایسی ہی کانفرنس 30 مارچ 2019ء کو منعقد ہوئی۔جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے کانفرنس کے تمام مندوبین اور شاملین کو مخاطب ہو کر انگریزی زبان میں پیغام بھجوایا۔جس کا اردو ترجمہ مکرم مجید احمد بشیر نے بطور مائدہ تیار کیا ہے۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء (ایڈیٹر)

پیارے مندوبین و شمولیین یوم بانیان مذاہب کانفرنس، میانمار

مجھے خوشی ہے کہ مختلف مذاہب کے پیروکار ایک مرتبہ پھر آج کے دور میں مذہب کی اہمیت پر بات چیت کے لئے مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوئے ہیں۔آج دنیا کی سب سے اشد اور فوری ضرورت امن کا قیام اور خدا پر یقین پیدا کرنا ہے۔اور اس کے لئے ہمارا بنیادی مقصد اس کی مخلوق کی زندگیوں میں بہتری لانا ہے خصوصا بنی نوع انسان جو کہ زندگی کی سب سے بہتر شکل تصور کی جاتی ہے۔

بطور مسلمان میرا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو پوری دنیا کی اصلاح اور ان انتہائی اہم مقاصد کو بنی نوع انسان میں راسخ کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

آج کے دور کے بارہ میں، قرآن اور آنحضرت ﷺ دونوں نے ہی یہ پیشگوئی فرمادی تھی کہ ایک وقت آئے گا جب کہ مسلمان اسلام کی حقیقی تعلیم کو بھول جائیں گے اور حقیقت میں بہت سے نام نہاد علماء اور رہنما باہمی اختلاف، بدعملی اور خرابی کی وجہ ہوں گے۔لیکن یہ بات اہم ہے کہ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ خوشخبری بھی دی کہ احیائے اسلام کے لئے (اسلام کی تجدید کے لئے) مسلمانوں میں سے ہی ایک شخص مبعوث کیا جائے گا جو مسیح موعود اور امام مہدی کا لقب پائے گا۔ وہ مذہبی جنگوں کا خاتمہ کرے گا اور معاشرہ میں ہر سطح پر تمام قسم کی دشمنیوں اور عداوتوں کو ختم کر کے امن اور ہم آہنگی پیدا کرنا اس کا مقصد ہوگا۔اور اس اعلیٰ مقصد کے حصول اور اپنے ماننے والوں کے دلوں میں اس اسلامی تعلیم کو اصل روح کے ساتھ راسخ کرنے کے لئے انتھک محنت کرے گا اور عالمی امن کی خاطر وقف کی روح کے ساتھ بھرپور کوشش کرے گا۔

احمدی مسلمانوں کا پورا یقین ہے کہ یہ شخص ہماری جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔دوسرے مذاہب کے نبیوں اور ان کے پیروکاروں کے بارہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خوبصورت اصول پیش فرمایا ہے۔

’’پس یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھادی اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کردی۔‘‘ (تحفۂ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 259)

جماعت احمدیہ کے افراد اس روح کے ساتھ دنیا کے مختلف عقیدہ اور ایمان رکھنے والے مختلف مذاہب کے لوگوں میں آپس میں برداشت اور خیر خواہی کے پیغام ’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘ کی مستقل اشاعت میں مصروف ہیں۔ہمیں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ ایک ہمدرد اور ایک دوسرے کے خیال رکھنے والے معاشرہ کا قیام چاہتا ہے۔اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ دنیا کے ہر حصے میں انسانیت کی رہنمائی کے واسطے متواتر انبیاء اور اپنے نیک بندے بھجواتا رہا ہے تا حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تکمیل ہو سکے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمہ انسانیت کی اصلاح

اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت، ہمدردی اور بھائی چارے کی روح پیدا کرنے کا فرض سونپا۔ دراصل یہی تمام مذاہب کا بنیادی (اور لازمی) پیغام ہے۔ اور اس لئے ہم سب کو چاہئے کہ ایک بہتر معاشرہ کی افزائش اور نشوونما کر کے اور ہر سطح پر محبت، ہمدردی اور امن کے پیغام کو پھیلا کر، اپنے تمام تر وسائل اور صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کے لئے بروئے کار لائیں۔

تمام مہمان اس اہم موقع پر شمولیت کے لئے ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ شکریہ کے ان جذبات نے میری توجہ اس خدا کی طرف مبذول کروائی ہے جس نے میرے مذہب کی تعلیمات کے مطابق انسان کو جہاں ضروری ہو دوسرے انسان کے لئے شکرگزاری دکھانے کا حکم دیا ہے۔ اگر انسان جو اسلام کی حقیقی تعلیم کی پیروی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین رکھتا ہے، شکرگزاری کی صرف اس ایک تعلیم پر پورے خلوص کے ساتھ عمل کر لے تو اس کا یہی شکر گزاری کا عمل معاشرہ میں محبت اور پیار پھیلانے کا موجب ہوگا۔ بالکل اس طرح جیسے ایک کھلتا ہوا پھول اپنی خوشبو اور خوبصورتی چاروں طرف پھیلا دیتا ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی علاقہ اور ملک سے ہی کیوں نہ ہو۔

یقینی طور پر اگر ہم میں سے ہر کوئی اس طریق پر عمل کرے تو بدقسمتی سے دنیا میں مختلف حالات اور مختلف اوقات میں پیدا ہونے والی شدید نفرتیں اور جھگڑے ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائیں گے اور اس کی بجائے دنیا کے کونے کونے میں ایک مستقل قائم رہنے والا امن اور آسودگی جگہ بنا لے گی۔

آخر میں میری دعا ہے کہ یہ اجتماع آپس میں احترام اور ہم آہنگی کے ماحول میں منعقد ہو اور اس میں شامل تمام معزز مہمان اپنے اپنے مذہب کی نیک تعلیمات کا مظاہرہ کریں گے اور ایک خدا کی عبادت اور اس کی مخلوق کے حقوق کو قائم کرنے کے لئے پرعزم ہو کر کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر فضل فرمائے۔

والسلام (دستخط) مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس

(بحوالہ روزنامہ الفضل آن لائن لندن)



ہو چکا ہے ختم اب چکر تری تقدیر کا

(کلام حضرت مصلح موعودؓ)

ہوچکا ہے ختم اب چکر تری تقدیر کا
سونے والے اٹھ کہ وقت آیا ہے اب تدبیر کا

شکوۂ جورِ فلک کب تک رہے گا برزباں
دیکھ تو اب دوسرا رخ بھی ذرا تصویر کا

کاغذی جامہ کو پھینک اور آہنی زرہیں پہن
وقت اب جاتا رہا ہے شوخیٔ تحریر کا

نیزۂ دشمن ترے سینہ میں پیوستہ نہ ہو
اس کے دل کے پار ہو سوفار تیرے تیر کا

اپنی خوش اخلاقیوں سے موہ لے دشمن کا دل
دلبری کر، چھوڑ سودا نالۂ دلگیر کا

مدتوں کھیلا کیا ہے لعل و گہر سے عدو
اب دکھا دے تو ذرا جوہر اسے شمشیر کا

پیٹ کے دھندوں کو چھوڑ اور قوم کے فکروں میں پڑ
ہاتھ میں شمشیر لے عاشق نہ بن کف گیر کا

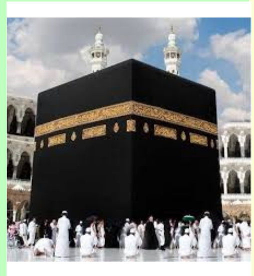
ملک کے چھوٹے بڑے کو وعظ کر پھر وعظ کر
وعظ کرتا جا، نہ کچھ بھی فکر کر تاثیر کا

کل کے کاموں کو بھی جو ممکن ہو اگر تو آج کر
اے مری جاں وقت یہ ہرگز نہیں تاخیر کا

ہوچکی مشقِ ستم اپنوں کے سینوں پر بہت
اب ہو دشمن کی طرف رخ خنجر و شمشیر کا

اے مرے فرہاد رکھ کاٹ کر کوہ وجبل
تیرا فرضِ اولیں لانا ہے جوئے شیر کا

ہو رہا ہے کیا جہاں میں کھول کر آنکھیں تو دیکھ
وقت آپہنچا ہے تیرے خواب کی تعبیر کا



ربِّ اعلیٰ اور اس کی علوّ شان کے جلوے

ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا

اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک نام ''اَلاَعْلیٰ'' بھی ہے۔مندرجہ ذیل سطور میں اس کے حوالہ سے بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کرام کے بیان کردہ بعض نکاتِ معرفت ذیلی عناوین اور مختصر تعارف کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کا اسم اعلیٰ پہلی بار قرآن کریم نے بیان کیا

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ؓ سورہ اعلیٰ کی آیت **سبح اسم ربک الاعلیٰ** کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر قرآن کریم کا سابق الہامی کتب سے مقابلہ کیا جائے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ پہلی کتب میں رب الاعلیٰ ہونے کا اظہار نہیں کیا گیا۔یعنی پہلی کتب کے نزول کے وقت چونکہ انسانی دماغ ابھی اپنے ارتقا کو نہیں پہنچا تھا اور وہ زیادہ باریک باتوں کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتا تھا بلکہ ابھی نشوونما حاصل کر رہا تھا اس لئے اُن کتب میں تشبیہی کلام کثرت کے ساتھ استعمال کیا گیا تھا۔کبھی کسی نبی کی بعثت کو خدا کا آنا کہہ دیا جاتا ،کبھی اللہ تعالیٰ کو باپ کہہ کر پکارا جاتا کبھی اس کے پیاروں کو خدا کا بیٹا کہہ دیا جاتا۔کیونکہ بغیر ان استعارات اور تشبیہی کلام کے وہ حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔۔۔۔کیونکہ انسانی دماغ ابھی نشو نما پا رہا تھا،وہ ارتقائی منازل کو آہستہ آہستہ طے کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔ تشبیہ تب دی جاتی ہے جب کوئی چیز اوپر سے نیچے کی طرف آئے مگر جب کوئی چیز اونچی چلی جائے تو اس کے لئے تشبیہات و استعارات استعمال کرنے کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تیرے لئے رب الاعلیٰ ہونے کی حیثیت میں ظاہر ہوئے ہیں اس لئے تمام تشبیہات کی تشریحات کر دی گئی ہیں۔''

(تفسیر کبیر جلد ہشتم ،صفحہ 400)

ربوبیت اعلیٰ کا ظہور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہی ہوا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ؓ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ''رب ہے،ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف لے جاتا ہے''فرمایا **سبح اسم ربك الاعلیٰ** ۔اے محمد رسول اللہ ﷺ تو اپنے رب کے نام کی تسبیح کر اس لئے کہ تیرے لئے اس کی ربوبیت اعلیٰ ظاہر ہوئی ہے مگر اور لوگوں کے لئے ربوبیت ادنیٰ ظاہر ہوئی ہے۔اس لئے لوگوں نے اس کی صفات کا نقش نہایت دھندلی صورت میں دیکھا ہے مگر تیرے لئے تو ہم اپنی تمام صفات کے ساتھ ظاہر ہو گئے ہیں۔''

(تفسیر سورہ اعلیٰ۔تفسیر کبیر جلد ہشتم ،صفحہ 399)

رب اعلیٰ کے نام کو بلند کرنے کے اعلیٰ ترین نمونے آنحضور ﷺ نے ہی قائم کئے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مئی 2010ء میں آیت **سبح اسم ربك الاعلیٰ** کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اپنے ربّ کے نام کو دنیا میں بلند کرنا۔اپنے رب کے نام کو دنیا میں بلند کرنا ،یہ بھی حکم ہے۔اس بارے میں جب سب سے اوّل آنحضرت ﷺ کی ذات کو ہم دیکھتے ہیں تو اس کے بھی اعلیٰ ترین نمونے آپ ﷺ نے ہی قائم فرمائے۔آپ نے دعوت الی اللہ کا حق قائم فرما دیا۔جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارہ میں فرمایا کہ داعیاً الی اللہِ بِاِذْنِہٖ ،(سورہ الاحزاب 47) کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے اور جب آپ کو فرمایا کہ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ 68) کہ اے

رسول! تیری طرف جو کلام اتارا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا تو کیونکہ اس کے بعد رب اعلیٰ کے نام کی سربلندی جو پہلے ہی آپؐ کا مقصود تھی اس میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا"۔ فرمایا: "مشکلات بھی آئیں تو تب بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے آپ کے قدم آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ کوئی خوف، کوئی ڈر آپ کو اس کام سے روک نہیں سکا۔ آپ کی قوت قدسی نے یہی روح آپ کے صحابہ میں بھر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی سربلندی کے لئے وہ بھی قربانیاں دیتے چلے گئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مئی 2010ء۔ بحوالہ ہفت روزہ "الفضل انٹرنیشنل" لندن۔ اشاعت 4/ تا 10/ جون 2010ء)

اُحدؔ کا عظیم الشّان ایمان افروز واقعہ

اُحدؔ کے میدان میں رونما ہونے والے ایک واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کس طرح رب اعلیٰ کے نام کی سربلندی کی خاطر آنحضور ﷺ نے بلا خوف و جھجک اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے عظیم الشان عملی نمونہ قائم کر کے دکھایا۔ غزوہ احد کے انتہائی نازک لمحات میں رونما ہونے والے اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے، جب کہ مسلمانوں کا لشکر ظاہری ہزیمت سے دوچار ہو چکا تھا، حضرت المصلح الموعودؓ لکھتے ہیں کہ: "جب دامن پہاڑ میں بچا کچھا لشکر کھڑا تھا تو ابوسفیان نے بڑے زور سے آواز دی اور کہا کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو مار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کی بات کا جواب نہ دیا، ایسا نہ ہو دشمن حقیقت حال سے واقف ہو کر حملہ کر دے اور زخمی مسلمان پھر دوبارہ دشمن کا شکار ہو جائیں۔ جب اسلامی لشکر سے اس بات کا کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ اس کا خیال درست ہے اور اس نے بڑے زور سے آواز دے کر کہا کہ ہم نے ابوبکرؓ کو بھی مار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ کو بھی حکم فرمایا کہ کوئی جواب نہ دیں۔ پھر ابوسفیان نے آواز دی ہم نے عمرؓ کو بھی مار دیا۔ تب حضرت عمر جو بہت جوشیلے آدمی تھے، انہوں نے اُس کے جواب میں یہ کہنا چاہا کہ ہم لوگ خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور تمہارے مقابلہ کے لئے تیار ہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ مسلمانوں کو تکلیف میں مت ڈالو اور خاموش رہو۔ اب کفار کو یقین ہو گیا کہ اسلام کے بانی کو بھی اور ان کے دائیں بائیں بازو کو بھی ہم نے مار دیا ہے۔ اس پر ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اُعْلُ ھُبَلُ۔ اُعْلُ ھُبَلُ، ہمارے معزز بُت ہُبَل کی شان بلند ہو کہ اس نے آج اسلام کا خاتمہ کر دیا ہے۔ وہی رسول کریم ﷺ جو اپنی موت کے اعلان پر، ابوبکرؓ کی موت کے اعلان پر اور عمرؓ کی موت کے اعلان پر خاموشی کی نصیحت فرما رہے تھے تا ایسا نہ ہو کہ زخمی مسلمانوں پر پھر کفار کا لشکر لوٹ کر حملہ کر دے اور مٹھی بھر مسلمان اُس کے ہاتھوں شہید ہو جائیں، اب جبکہ خدائے واحد کی عزّت کا سوال پیدا ہوا اور شرک کا نعرہ میدان میں مارا گیا تو آپؐ کی روح بیتاب ہو گئی اور آپؐ نے نہایت جوش سے صحابہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ، اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ اللہ وحدہٗ لاشریک ہی معزز ہے اور اس کی شان بالا ہے اور اسطرح آپؐ نے اپنے زندہ ہونے کی خبر دشمنوں کو پہنچا دی۔ اس دلیرانہ اور بہادرانہ جواب کا اثر کفار کے لشکر پر اتنا گہرا پڑا کہ باوجود اس کے کہ اُن کی امیدیں اس جواب سے خاک میں مل گئیں اور باوجود اس کے کہ اُن کے سامنے مٹھی بھر زخمی مسلمان کھڑے ہوئے تھے جن پر حملہ کر کے ان کو مار دینا مادی قوانین کے لحاظ سے بالکل ممکن تھا وہ دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن۔ تصنیف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ صفحہ 154۔155)

ربِّ اعلیٰ کی تسبیح اور علوّ شان بیان کرنے کے نتیجہ میں آنحضور ﷺ کو بھی اعلیٰ ترین مقامات عطا ہوئے

احد کا یہ عظیم الشان واقعہ جس میں آنحضور ﷺ نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر اور ہر قسم کی مصلحت کو بالائی طاق رکھتے ہوئے ایک کامل عبد کی حیثیت سے حضرت احدیت کے لئے غیرت دکھانے کا عملی نمونہ قائم کیا اور جھوٹے معبودوں کے جھوٹا ہونے کی قلعی اللہ جل شانہٗ کے اعلیٰ ہونے کے بیانگ دہل اعلان سے کھولی، اس کے نتیجے میں اس یار ازل نے آپ کو بھی حسب وعدہ اعلیٰ ترین مقامات عطا کئے چنانچہ الحاج حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل آیت سبح اسم ربك الا علیٰ کی تفسیر کرتے ہوئے

فرماتے ہیں: ''آیت شریف میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات کا ذکر ہے: سبوحیّت، ربوبیّت او علوّ شان۔اس کے ماتحت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تین پیشگوئیاں تھیں جو بڑی صفائی سے پوری ہوئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنون، افتراء وغیرہ عیب سے پاک تسلیم کئے گئے۔آپ کی ربوبیت کی زندگی کی ادنیٰ حالت سے یوماً فیوماً بڑھتی گئی اور۔اعلیٰ ترین مقام پر یہاں تک پہنچائی گئی کہ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (النصر: 3) اور اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدہ:4) کی آواز آپ نے سن لی۔

(حقائق الفرقان۔صفحہ 365)

''اَعلیٰ''۔اسم کی صفت

حضرت المصلح الموعودؓ نے آیہ قرآنی سبح اسم ربك الاعلی کے لفظ الاعلیٰ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لفظ اسم ذات اور اسم صفت دونوں طرح مراد لیا جا سکتا ہے۔اسم ذات کے حوالہ سے اس کا بیان مضمون کے آغاز میں ہو چکا ہے۔اسم صفت کے ضمن میں حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں: ''اگر اعلیٰ کو اسم کی صفت قرار دیا جائے تو اس کے یہ معنے ہونگے کہ تیرے رب کا جو اعلیٰ نام ہے اس کی تسبیح کر۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ادنیٰ نام بھی ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات اس وقت اعلیٰ رنگ میں ظاہر ہو رہی ہیں۔تیرا کام یہ ہے کہ ہر صفت کا جو اعلیٰ ظہور ہے اسے پیش کر اور ہر صفت پر جو اعتراض پڑتا ہو اسے دور کرتا کہ پہلے تمام اعتراضات مٹ جائیں اور خدا تعالیٰ کا جلال اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا پر ظاہر ہو۔''

(تفسیر کبیر جلد ہشتم۔زیر تفسیر سورۃ الاعلیٰ صفحہ 400)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'جب آپ کہتے ہیں کہ خدا اعلیٰ ہے تو اپنی ہر صفت میں ہر غیر اللہ کے مقابل پر اعلیٰ ہے اور ان معنوں میں اس لفظ میں بھی ایک علو مرتبت پائی جاتی ہے جو ہر صفت کے ساتھ متعلق ہو جاتی ہے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 1985۔خطبات طاہر، جلد 4۔بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

ربِّ اعلیٰ بے عیب ہے، اُس کی تمام صفات کامل ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''رب اعلیٰ وہ ہے جو ہر عیب سے پاک ہے، جس کی تعریف حقیقی ہے۔جس نے رحمانیت کے جلوے دکھاتے ہوئی بھی پرورش کے انتظام کئے ہیں اور جو رحیمیت کے جلوے دکھاتے ہوئے بھی اپنے بندوں کے لئے بے انتہا فضل نازل فرماتا ہے، دعاؤں کو سنتا ہے، وہ مجیب بھی ہے۔غرض اس کہ اس کے بے انتہا اور بھی صفاتی نام ہیں جس کے مطابق وہ اپنے بندوں سے سلوک بھی کرتا رہتا ہے۔پس ایک مومن کو چاہئے کہ سبح اسم ربک الاعلیٰ پر عمل کرتے ہوئے اس کامل صفات والے اعلیٰ رب کی تسبیح کرتا رہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مئی 2010ء۔بحوالہ ہفت روزہ ''الفضل انٹرنیشنل'' لندن۔اشاعت 4/ تا 10/جون 2010ء)

مزید لغوی اور تفسیری تشریحات

صاحبان علمِ لغت قرآن بتاتے ہیں کہ آیہ قرآنی سبّحِ اسْمَ ربك الاعلیٰ (78:1) میں اسم اعلی کا مادہ علا ہے۔جبکہ علو، تعالیٰ، اعلون، متعلقہ الفاظ ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے علی ہونے کا بھی ذکر آیا ہے مثلاً آیت الکرسی میں وَ هُوَالعلیُ العَظِيم اور اسی طرح وَهُوا العَلِيُّ الكَبِير (24:34) کے الفاظ آئی ہیں۔حضرت امام راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے کہ بعض (مفسرین) نے علا اور علی میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ علا محمود اور مذموم دونوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے لیکن علی صرف مستحسن معنوں میں بولا جاتا ہے''۔معنی دونوں کے مگر ایک ہی ہیں یعنی بلند و بالاتر۔آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ ''علو'' ''سفل'' کی ضد ہے۔گویا کوئی سفلی وجود اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔

(مفردات القرآن (اردو) جلد دوم۔ایڈیشن اول۔صفحہ 161 تصنیف امام راغب اصفہانی۔اردو ترجمہ از مولانا محمد عبدہ فیروز پوری۔شائع کردہ اسلامی اکیڈمی۔الفضل مارکیٹ، اردو بازار۔لاہور۔)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی مختلف آیات کی روشنی میں لفظ علو کی تفسیر کرتے ہوئی اس حوالے سے تین لطیف نکات بیان فرمائے:

1۔لفظ علو میں ایک تنزیہی رنگ پایا جاتا ہے۔یعنی فی الحقیقت سوائے خدا کے کوئی اعلیٰ نہیں ہوسکتا اور جس کسی نے بھی دعویٰ کیا اس نے جھوٹا دعویٰ کیا۔

2۔اگر کوئی اعلیٰ بنا بھی ہے تو زمینی طور پر ادنیٰ صورت میں اعلیٰ بنا ہے لیکن فی الحقیقت اسے کوئی بلندی نصیب نہیں ہوئی۔

3۔تیسرے یہ کہ اگر کوئی اعلیٰ بننا چاہتا ہے تو خدا کے حضور جھکنے کے نتیجے میں وہ اعلیٰ بن سکتا ہے اور تب اعلیٰ ہوسکتا ہے اگر اس کی نسبت خدا کی طرف ہوجائے، اس کے بغیر غیر اللہ کو کوئی علو نصیب نہیں ہوسکتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 ر دسمبر 1985۔خطبات طاہر، جلد 4۔بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

جائز اور ناجائز علو

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام نے عام فہم زبان میں علو کی دو اقسام بیان کی ہیں۔فرمایا:''ایک علو تو اس رنگ میں ہوتا ہے جیسے کہ اَمّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ اور ایک علو شیطان کا ہوتا ہے جیسے اَبٰی وَاسۡتَكۡبَرَ اور اس کے بارے میں ہے اَمۡ كُنۡتَ مِنَ الضالِیۡن۔یہ اس سے سوال ہے کہ تیرا علو تکبر کے رنگ میں ہے یا واقعی ہے۔خدا تعالیٰ کے بندوں کے واسطے بھی اَعۡلیٰ کا لفظ آیا اور ہمیشہ آتا ہے جیسے اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلیٰ مگر یہ تو انکسار سے ہوتا ہے اور وہ تکبر سے ملا ہوا ہوتا ہے۔''

(البدر جلد نمبر 1 مورخہ 31 اکتوبر 1902ء صفحہ 4۔بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم، صفحہ 355)

ایک اور موقعہ پر فرمایا: ''علو دو قسم کا ہوتا ہے۔ایک جائز ہوتا ہے اور دوسرا ناجائز۔جائز کی مثال وہ علو ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھا اور ناجائز کی مثال وہ علو ہے جو فرعون میں تھا۔''

(الحکم جلد 6 نمبر 17 مورخہ 10 مئی 1902 صفحہ 10۔بحوالہ تذکرہ۔ایڈیشن چہارم۔صفحہ 350)

فرعون کا دعویٰ کہ وہ (نعوذ باللہ) رب اعلیٰ ہے

آنحضور ﷺ کو جس طرح مشرکین کے جھوٹے خداؤں ھبل، لات منات اور عزیٰ وغیرہ کے پجاریوں کی مخالفت اور شورشوں کا مقابلہ کرنا پڑا تھا اسی طرح اس سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو بھی ایک ایسے ہی جھوٹے خدا کا سامنا کرنا پڑا تھا۔اس کا حال بیان کرتے ہوئے قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ:

اِنَّ فِرۡعَوۡنَ لَعَالٍ فِی الۡاَرۡضِ (یونس:84) کہ فرعون زمین میں علو کرنے والا ہے۔اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ (القصص 5) یعنی فرعون نے زمین میں علو اختیار کیا۔اور دعویٰ کر دیا کہ

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰی (النازعات 25) حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں کہ فرعون'' یہاں تک دعویٰ کر بیٹھا کہ میں ہی تمہارا اعلیٰ رب ہوں۔اس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ نے اس کو حقیر اور ذلیل کرنے کے لئے ایک عجیب رنگ اختیار فرمایا۔موسیٰؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی (طٰہٰ 69) یہ مجھ پر علو اختیار کر رہا ہے، یہ دعوے کر رہا ہے کہ مجھ سے بھی بڑا ہے۔تُو (اے موسیٰ) میرا ایک حقیر ادنیٰ خادم ہے اور اتنا کمزور ہے کہ ڈر رہا ہے اپنے ہاتھ کے سونٹے سے بھی ڈر رہا ہے فرمایا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ہرگز نہ ڈر، تُو ایک عظیم اور اعلیٰ ذات کی طرف منسوب ہونے والا بندہ ہے اس لئے اس فرعون پر تجھے ہم علو عطا کریں گے اور اس کے مقابل پر تو اعلیٰ ٹھہرے گا۔تو کہاں یہ کہ **نعوذ باللہ من ذالك** وہ اپنے رب سے اعلیٰ ہو وہ اس کے ایک نہایت ہی ادنیٰ اور ایک عاجز بندے کے مقابل پر بھی ذلیل اور خوار کر دیا گیا اور وہی آخر اعلیٰ ٹھہرا اور موت سے پہلے اس کو اقرار کرنا پڑا کہ موسیٰؑ بہر حال غالب آیا اور میں مغلوب ہو گیا ہوں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 ر دسمبر 1985۔خطبات طاہر، جلد 4۔بحوالہ الاسلام ویب سائٹ

بنی اسرائیل کا زمین میں دو مرتبہ علو اختیار کرنا اور جماعت احمدیہ کے لئے ایک گہرا پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 1985ء میں فرمایا:''فرعون نے جس قوم پر علو اختیار کیا، قوموں میں سے اسی قوم کے متعلق پھر خدا تعالیٰ نے لفظ علو استعمال فرمایا اور بہت بڑی اس میں عبرت

ہے۔خصوصاً جماعت احمدیہ کے لئے اس میں بہت ہی گہرا پیغام ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ ایک عبرت کا نشان ہے اس بات میں"۔فرمایا " وہ قوم جو کسی زمانہ میں حد سے زیادہ مظلوم تھی، کسی فانی بندہ کے علو کے ستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی جب وہ قوم خود بگڑ گئی خدا نے اسے ترقیات عطا فرمادیں تو اور بگڑنے کے بعد اس نے خود زمین میں علو اختیار کرنا شروع کیا اور یہ بات بھول گئی کہ اس کا دشمن تو صرف اس لئے ہلاک کیا گیا تھا کہ اس نے ان کے خلاف علو اختیار کیا تھا، یہ کیسے آخری ہلاکت سے بچ جائیں گے اگر یہ نصیحت نہیں پکڑیں گے اور خود فرعون کی جگہ لے کر خدا کے بندوں کے مقابل پر علو اختیار کرنا شروع کر دیں گے۔چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا (بنی اسرائیل:5) کہ تمہارے متعلق یہ لکھی ہوئی بات تھی کہ اے بنی اسرائیل تم دو دفعہ زمین میں علو اختیار کرو گے اور فساد کے ساتھ علو اختیار کرو گے،...... عُلُوًّا كَبِيْرًا، بہت ہی بڑا علو اختیار کرو گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 1985ء۔خطبات طاہر، جلد 4۔ بحوالہ

مومنین زمین میں علو اختیار نہیں کرتے

ارشادِ ربانی ہے: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ (سورۃ القصص۔آیت نمبر 84)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "یہ دار آخرۃ ہے۔یہ آخرت کی کامیابی جس سے دنیا میں بھی ہر مقابلے کے آخر پر ان کا کامیاب رہنا ہے اور یوم آخرت کی کامیابی بھی مراد ہے تو فرمایا بالآخر فتح پانے والے یہ لوگ، یہ مومنین کی جماعت لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ، یہ زمین پر غلبے کی تمنا رکھ کر کوئی کام نہیں کرتے یا زمینی غلبہ کے تصور میں کوئی کام نہیں کرتے۔روحانی غلبے کا تصور تو ان کے ذہن میں ہوتا ہے، وہی ان کے محرکات میں سے سب سے بڑا محرک ہوتا ہے لیکن عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 1985ء۔خطبات طاہر، جلد 4۔ بحوالہ http://www.alislam.org/urdu/library/103.html)

امام آخر الزّمان حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ربِّ اعلیٰ کی

عظیم الشّان تجلّی

ارشاد قرآنی هو الذی ارسل رسول با لهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله کے مطابق اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں غلبہ حق جس وجود کے ذریعہ مقدر ہونا لکھا تھا وہ مہدی معہود علیہ السلام کا وجود تھا جس کی بعثت دراصل آخرین منھم میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ثانیہ تھی۔اسلام کا یہ دور آخر بھی اس کے دور اول کی طرح غیر معمولی اور افضل قرار پایا جیسا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا "اُمَّتِي أُمَّةٌ مُبَارَكَةٌ لَا يُدْرٰى أَوَّلُهَا خَيْرٌ أَوْ اٰخِرُهَا "(یعنی "میری امت ایک مبارک امت ہے یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ اس کا اول زمانہ بہتر ہے یا آخری"۔(کنز العمال جلد 7۔بحوالہ حدیقۃ الصالحین، ایڈیشن 2003 صفحہ 906۔مرتبہ حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب) امت مسلمہ کے دور آخر میں جملہ ادیان عالم کے مقابلہ پر غلبہ اسلام کا وقوع پذیر ہونا اس بات کا متقاضی تھا کہ بروز محمد حضرت امام مہدی علیہ السلام پہ بھی اسی رب اعلیٰ کی تجلی کا ظہور ہوتا جس نے سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پہ رب اعلیٰ کی حیثیت سے تجلی اور ظہور فرمایا تھا۔چنانچہ "جآءَ ك ربك الاعلیٰ "(تیرا رب اعلیٰ تیرے پاس آیا)۔(تذکرہ۔ایڈیشن چہارم مطبوعہ 2004 صفحہ 165 اور "اِنِّیْ اَنَا رَبُّكَ الْاَعْلٰی "(میں تیرا رب اعلیٰ ہوں۔)

(تذکرہ، ایڈیشن چہارم مطبوعہ 2004 ۔صفحہ 630) کے غیر معمولی پر شوکت الہامی اعلانات سے ربِ اعلیٰ کی طرف سے نازل کئے گئے اس غیر معمولی اور خاص فضل کی طرف اشارہ ملتا ہے جو بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام پر ان کے مامور زمانہ ہونے کی حیثیت سے کیا گیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

ہوا ظاہر وہ مجھ پر میرا ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

آپ نے اس رب اعلیٰ کی تجلیات میں جو اعلیٰ لذات حاصل کیں، جو بہشت اس میں پایا، زندگی کے اس سرچشمہ سے جس طرح سیراب ہوئے اور اس لازوال خزانہ کی دولت بے بہا سے آشنا ہوئے، اس کی خبر ہر خاص و عام کو

دینے کے لئے اپنی بیقراری کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ:''میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں، کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔''
(کشتیٔ نوح۔صفحہ 22۔روحانی خزائن،جلد 19)

عالمِ ابدی میں ربِّ اعلیٰ کی صفات کاملہ کی تجلی

حضرت بانی جماعت احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:''......مالکِ حقیقی نے اپنے لطف کامل اور قہرِ عظیم کے دکھلانے کی غرض سے یعنی جمالی و جلالی صفتوں کی پوری پوری تجلی ظاہر کرنے کے قصد سے ایک اور عالم جو ابدی اور لازوال ہے مقرر کر رکھا ہے تا خدائے تعالیٰ میں جو صفتِ مجازات ہے جس کا کامل طور پر اس منقبض اور فانی عالم میں ظہور نہیں ہو سکتا، وہ اُس ابدی اور وسیع عالم میں ظہور پذیر ہو جائے۔''
(براہین احمدیہ فصل اول روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 508 509۔ زیر حاشیہ نمبر 11)

ربِّ اعلیٰ کا کلام اُس کی صفات کاملہ کا آئینہ ہوتا ہے

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:''......جو کتاب خدا کا کلام کہلاتی ہے اس کے لئے یہ ضروری بات ہے کہ خدا کے انوار اُس میں ظاہر ہوں یعنی جیسے خدائے تعالیٰ عالم الغیب اور قادرِ مطلق بے مثل و بے ہمتا ہے ویسا ہی لازم ہے کہ اس کا کلام جو اس کی صفات کاملہ کا آئینہ ہے صفاتِ مذکورہ کو اپنی صورت حالی میں ثابت کرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ خدا کے کلام سے یہی علّت غائی ہے تا اس کے ذریعہ سے کامل طور پر خدا کی ذات اور صفات کا علم حاصل ہو اور تا انسان وجوہات قیاسی سے ترقی کر کے عین الیقین بلکہ حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جائے۔''
(براہین احمدیہ۔فصل اول۔روحانی خزائن،جلد 1، صفحہ 527۔زیر حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

رب اعلیٰ کے اسماء اور صفات کے عکس کا سالک کے قلب میں ظہور

سورہ نجم کی آیت 9 کی لطیف تفسیر کرتے ہوئی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے بتایا کہ کس طرح سلوک کی راہ میں ایک انسان قرآن کریم کی تعلیمات اور آنحضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپناتے ہوئی فنافی اللہ ہو کر بقا باللہ کا وہ مقام حاصل کر سکتا ہے جب خود اس کے قلب صافی پر اسماء اور صفات الٰہی کے عکس ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ فرمایا:''دنّو'' کی کمالیت اس میں ہے کہ اسماء اور صفات الٰہی کے عکوس کا سالک کے قلب میں ظہور ہو۔اور محبوبِ حقیقی بے شائبہ ظلّیت اور بے توہم حالیت و محلیت اپنے تمام صفاتِ کاملہ کے ساتھ اس میں ظہور فرمائے اور یہی استخلاف کی حقیقت اور روح اللہ کی نفخ کی ماہیت ہے اور یہی تخلق باخلاق اللہ کی اصل بنیاد ہے۔'' (براہین احمدیہ۔فصل اول۔روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 586)۔ ہزاروں سال سے مدفون یہ وہ روحانی خزائن تھے جو مکالمہ و مخاطبہ اور الہاماتِ کثیرہ سے شرف یاب ہونے والے اس وجود نے اسّی سے زائد کتب تالیف فرما کر ہر خاص و عام کے لئے دستیاب کر دیئے۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام اور آپ کی جماعت سے کیا گیا خدائی وعدہ اور بشارت

مامورین من اللہ نہ صرف مویّد من اللہ بلکہ خدا کی مجسم قدرت ہوتے ہیں جن کے ذریعہ اسماء اور صفاتِ ربِ اعلیٰ اس دنیا میں ایک نئی تجلی کے ساتھ ظہور فرماتے ہیں۔ان کا آنا ایک لحاظ سے خدا کا آنا قرار پاتا ہے۔ان کا غلبہ خدا تعالیٰ کے غلبہ کے ساتھ''بریکٹ'' ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے''كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ''۔امام آخر الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام کو رب اعلیٰ کی طرف سے اس دنیا میں اُس کا اسمِ اعلیٰ قرار دیا جانا انہی معنوں میں تھا۔چنانچہ آپ کو مخاطب کر کے اللہ جل شانہ نے فرمایا''اَنْتَ اِسْمِیَ الْاَعْلٰی'' (تُو میرا اسمِ اعلیٰ ہے۔تذکرہ، ایڈیشن چہارم مطبوعہ 2004 صفحہ 276) اور فرمایا کہ جس مقصد کے لئے تجھے کھڑا کیا گیا ہے وہ ضرور پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔اور یہ اعلان پھر ایک ایسے زبردست طریق اور وضاحتی انداز پہ کیا گیا جس سے مامور من اللہ کی بشریت اور رب اعلیٰ کی الوہیت کا فرق بھی ساتھ ہی واضح ہو جائے۔ چنانچہ الہام ہوا کہ''یَا اَحْمَدُ یَتِمُّ اِسْمُكَ وَلَا یَتِمُّ اِسْمِی''

(تذکرہ، ایڈیشن چہارم مطبوعہ 2004 صفحہ 39۔40)

یعنی اے احمد تو میرا اسم اعلیٰ ہے مگر امتیٌ اَنْتَ فَان (براہین احمدیہ حصہ سوم۔ روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 242) فانی بشر ہونے کی حیثیت سے تمہارا نام تو اختتام کو پہنچ جائے گا مگر میرے نام کا کوئی اختتام، کوئی انتہا نہیں !۔ بیشک لَا یَنْتَہِی مَحَامِدُ اللّٰہ

(براہین احمدیہ حصہ سوم۔ روحانی خزائن، جلد 1۔ صفحہ 242)

یعنی اللہ تعالیٰ کے محامد غیر متناہی ہیں۔ آپ کو الہام ہوا ''لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی''۔ (خوف نہ کر، تجھ ہی کو غلبہ ہوگا۔

(تذکرہ صفحہ ۱۱۔ ایڈیشن چہارم نیز صفحہ 85)۔

اس کے علاوہ ایک اور الہام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب ہو کر کہا ''لَا تَحْزَنْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی (غم نہ کر، تجھ ہی کو غلبہ ہوگا)۔

(تذکرہ، ایڈیشن چہارم، صفحہ 11۔)

اور اسی طرح ایک اور موقع پر الہام ہوا:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ۔ وَبِعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

(تذکرہ۔ ایڈیشن چہارم، صفحہ 211)

جس کی تشریح میں آپ نے لکھا کہ: ''فرمایا: اور غلبہ تمہی کو ہے اگر تم ایمان پر قائم رہو (یہ اس عاجز کی جماعت کو خطاب ہے) اور پھر فرمایا کہ مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ تُو ہی غالب ہے (یہ اس عاجز کو خطاب ہے)۔ اس نہایت پر حکمت الہام کے دو مستقل حصوں کی نشاندہی اور ان میں لطیف فرق صاحب الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس طرح ''یہ اس عاجز کی جماعت کو خطاب ہے'' اور ''یہ اس عاجز کو خطاب ہے'' کے الفاظ سے واضح فرمادیا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ مامور من اللہ کی حیثیت سے آپؑ کے غلبہ کا خدائی وعدہ تو غیر مشروط ہے مگر آپ کی جماعت کے لئے مشروط۔ اس کی مزید تفصیل اسی مضمون پر مشتمل آیات قرآنیہ کے حوالے سے ذیل میں درج ہے۔

غلامانِ محمد ﷺ کے لئے انتم الاعلون کے عظیم الشان بشارت اور اس کی بنیادی شرط

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: ''دو ہی مرتبہ قرآن کریم میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کو اعلیٰ ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ فرمایا وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران: 140) اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلامو! تم ہرگز تھک نہ جانا، سستی اختیار نہ کرنا، وَلَا تَحْزَنُوْا اور جو کچھ تمہیں دکھ دئے جا رہے ہیں یا نقصان پہنچایا جارہا ہے ان پر غم نہ کرنا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ تم اعلیٰ ٹھہرو گے اور تمہارے مقابل دشمن لازماً رسوا اور ذلیل کئے جائیں گے، اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ شرط یہ ہے کہ تم مومن ٹھہرنا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 ردسمبر 1985۔ خطبات طاہر، جلد 4۔ بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

فرمایا: ''خدا تعالیٰ تکرار کے ساتھ آپ کو بتا رہا ہے کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلامو! تم پر کسی اور قوم کو، کسی اور فرعون کو غلبہ نصیب نہیں ہو سکتا، ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تم اعلیٰ ٹھہرو گے لیکن شرط یہ ہے کہ ربّ اعلیٰ کے حضور جھکے رہنا اور زمین میں علو کی تمنا نہ کرنا کیونکہ زمین میں علو کی تمنا کرنے والے ہمیشہ ذلیل قرار دئے جاتے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 ردسمبر 1985۔ خطبات طاہر، جلد 4۔ بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ''جو لوگ علوّ استکبار نہ کریں ان کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔''

(الحکم جلد 6 نمبر 17 مورخہ 10 مئی 1902ء صفحہ 11۔ 10، بحوالہ تذکرہ۔ ایڈیشن 4 صفحہ 350)

''سبحان ربی الاعلیٰ'' کے اعلان میں زمانے کے تمام فسادات کا علاج بھی موجود ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''پس یہ جو لفظ اعلیٰ ہے جب ہم خدا تعالیٰ کی حمد کے گیت گاتے ہیں سبحان ربی الاعلیٰ، تو اس میں زمانے کے تمام فسادات کا علاج بھی موجود ہے۔ فرعون خواہ اول ہو یا ثانی، یہود خواہ اول ہوں یا یہود کے مظہر ہوں، جس قسم کے بھی فرعون ہمارے سامنے آئیں گے، جس قسم کے بھی یہود ظاہر ہوں گے، آنحضرت ﷺ

کی پیشگوئیوں کے مطابق اگر آپ مومن رہیں گے، اگر آپ اپنے سجدوں کو سچی حمد سے بھر دیں گے تو خدا کی قسم! آپ ہی آپ ہی غالب رہیں گے اور آپ ہی غالب رہیں گے۔''

فرمایا ''جتنا آپ کے سجدے خدا تعالیٰ کے حضور انتہائی انکساری اختیار کریں گے اسی قدر ربِ اعلیٰ کی طرف سے آپ کو علو نصیب ہوگا۔ نہ عظمتوں میں کوئی قوم آپ سے مقابلہ کر سکے گی نہ علو مرتبت میں کوئی قوم آپ کا مقابلہ کر سکے گی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/دسمبر 1985۔ خطبات طاہر، جلد 4۔ بحوالہ http://www.alislam.org/urdu/library/103.html)

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى کا صحیح ادراک حاصل کرنے کے طریق

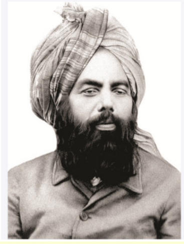
پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ کو اسی عظیم الشان پیغام کی یاددہانی کرواتے ہوئے افراد جماعت کو اس حوالے سے ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''پس ایک مومن کو چاہئے کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پر عمل کرتے ہوئے اس کامل صفات والے اعلیٰ رب کی تسبیح کرتا رہے۔ ہر خیر کے ساتھ شر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تمام قسم کے شرور سے بچنے کی دعا کرنی چاہئے اور حقیقی تسبیح کرنے والے کو اللہ تعالیٰ یقیناً اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔ قرآن کریم میں تسبیح کے ذکر میں جو بیان ہوا ہے اس میں نمازوں کو بھی تسبیح کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ یعنی نمازیں بھی ایک قسم کی تسبیح ہیں۔ پس ان کی پابندی کرنا اور باقاعدگی سے ادا کرنا یہ بھی ضروری ہے تبھی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى کا صحیح ادراک حاصل ہوگا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مئی 2010ء۔ بحوالہ ہفت روزہ ''الفضل انٹرنیشنل'' لندن۔ اشاعت 4/ تا 10/جون 2010ء)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى کا صحیح ادراک حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۞۞۞۞۞۞۞

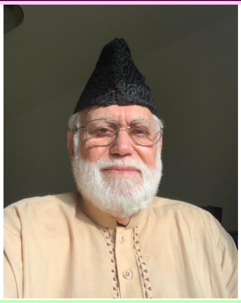


حمد رب العلمین

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا
اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
تونے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقان زار کا
کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا
چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

(سرمہ چشم آریہ صفحہ 4 مطبوعہ 1886ء)



زکوٰۃ کی فرضیت وفضیلت

(خواجہ محمد افضل بٹ۔USA)



خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَ تُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا وَ صَلِّ عَلَیۡہِمۡ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمۡ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (التوبہ:103)

تُو ان کے مالوں میں سے صدقہ (زکوٰۃ) قبول کرلیا کر، اس ذریعہ سے تُو اُنہیں پاک کرے گا نیز اُن کا تزکیہ کرے گا اور اُن کے لیے دعا کیا کر۔ یقیناً تیری دعا اُن کے لیے سکینت کا موجب ہوگی اور اللہ تعالیٰ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔(التوبہ:103)

حضرت مصلح موعودنوّ رَاللہُ مَرْقَدَہٗ فرماتے ہیں:

زکوٰۃ۔۔۔کا یہ مطلب ہے کہ جس مال پر ایک سال گزر جائے اس پر غریبوں اور مسکینوں کی امداد کے لیے چالیسواں حصہ نکالا جائے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتو اس کو وہ حصہ دے دیا جائے۔ اگر نہ ہوتو جو انتظام ہواُس کو دیا جائے۔ (ف۔م صفحہ 142)

زکوٰۃ کے لُغوی معنی: پاک کرنے، صالح اور مناسب ہونے، بڑھنے، بہترین اور لائق ہونے کے ہیں اور پانچ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ''زکوٰۃ'' ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضوان اللہ علیھم کے درمیان تشریف فرما تھے: کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں آپ کی مجلس میں تشریف لائے اور سوال کیا کہ۔۔۔یارسول اللہ۔۔۔اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔

(1) کلمہ طیبہ (2) اقامۃ الصلوٰۃ (3) ایتاء الزکوٰۃ (4) صوم رمضان (5) حج

توحضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔صَدَقْتَ یارسول اللہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے درست فرمایا۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے:

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جھکنے والوں کے ساتھ جھک جاؤ۔ یہاں نماز کے حکم کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا حکم اس لئے دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جب تم اجتماعی طور پر نمازوں کو باجماعت ادا کروگے تو تم جان سکوگے کہ کون ضرورت مند ہے، کون غریب ہے، کون بیمار ہے، تو زکوٰۃ کی ادائیگی سے مخلوق خدا کی حاجات کو پورا کرسکوگے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ جس وقت کوئی قوم نبی کریم کے پاس اپنی زکوٰۃ لاتی تو رسول کریم ﷺ فرماتے یا الٰہی فلاں کی آل پر رحمتیں فرما"(بخاری، مسلم)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جسے اللہ نے مال دیا اور اُس نے اُس کی زکوۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اُس کا مال زہریلے سانپ کی شکل اختیار کرلے گا جو اُس کے گلے کا طوق ہوگا۔ پھر وہ سانپ اپنے جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔(بخاری کتاب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ کیا ہے:

دین حق کا ایک بنیادی رکن ہے اور دیگر ارکان کی طرح اس کی ادائیگی بھی فرض ہے۔ ادائیگی زکوٰۃ کے حوالہ سے قرآن کریم، آنحضرت ﷺ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کے ارشادات پیش ہیں۔ وہ احمدی احباب وخواتین جن پر زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرائط پوری ہوتی ہوں ان سے درخواست ہے کہ اس فرض چندے کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔

زکوٰۃ کیا ہے:''یُؤۡخَذُ مِنَ الۡاُمَرَآءِ وَیُرَدُّ اِلَی الۡفُقَرَاءِ ''یعنی وہ مال جو امراء سے لے کر فقراء کو دیا جائے اس میں اعلیٰ درجہ کی ہمدردی سکھائی گئی ہے۔ اس طرح سے باہم گرم سرد ملنے سے مسلمان سنبھل جاتے ہیں۔ امراء پر

یہ فرض ہے کہ وہ ادا کریں۔ اگر نہ بھی فرض ہوتی تو بھی انسانی ہمدردی کا تقاضا تھا کہ غرباء کی مدد کی جائے۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ہمسایہ اگر فاقہ مرتا ہو تو پرواہ نہیں اپنے عیش وآرام سے کام ہے جو بات خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے مَیں اس کے بیان کرنے سے رک نہیں سکتا۔ انسان میں ہمدردی اعلیٰ درجہ کا جوہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ'' یعنی تم ہرگز اس نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی پیاری چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ یہ طریق اللہ کو راضی کرنے کا نہیں کہ مثلاً کسی ہندو کی گائے بیمار ہو جائے اور وہ کہے کہ اچھا اسے منس دیتے ہیں۔ (یعنی صدقہ میں دیتے ہیں)

بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ باسی اور سڑی بُسی روٹیاں جو کسی کام نہیں آسکتی ہیں فقیروں کو دے دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے خیرات کر دی ہے۔ ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہیں اور نہ ایسی خیرات مقبول ہو سکتی ہے وہ تو صاف طور پر کہتا ہے۔''لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ'' حقیقت میں کوئی نیکی نیکی نہیں ہو سکتی جب تک اپنے پیارے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دین کی اشاعت اور اس کی مخلوق کی ہمدردی کے لیے خرچ نہ کرو''

قرآن کریم:

1:۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جھکنے والوں کے ساتھ جھک جاؤ۔ (البقرۃ:3)

2:۔ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔ (التوبہ:3-5)

احادیث:

1:۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر بھی گئی ہے۔ گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا۔ حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(بخاری، مسلم)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن تھے آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟۔" انہوں نے جواب دیا ''نہیں یا رسول اللہ'' اس پر آپ نے فرمایا'' کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟۔ انہوں نے کہا"'''نہیں'' فرمایا'' پھر تم ان کی زکوٰۃ دیا کرو۔

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَ تُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا وَ صَلِّ عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (التوبہ:103)

اے رسول اُن کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے تا کہ تو اُنہیں پاک کرے اور اُن کی ترقی کے سامان مہیا کرے اور اُن کے لئے دعائیں بھی کرتا رہے کیونکہ تیری دُعا اُن کی تسکین کا موجب ہے اور اللہ تیری دعاؤں کو بہت سننے والا اور حالات کو جاننے والا ہے۔ (التوبہ:103)

اموالِ زکوٰۃ دو قسم کے ہیں:

اوّل: اموال باطنہ دوم: اموال ظاہرہ

اموال باطنہ یہ ہیں:۔

1) نقد روپیہ

2) سونا چاندی خواہ کسی شکل میں ہوں۔ زیورات ہوں یا استعمال کی کوئی اور چیز

اموال باطنہ کی نگرانی حکومت کی طرف سے نہیں کی جا سکتی۔ جیسے جمع شدہ نقد رقم، زیورات، سونا، چاندی، قیمتی پتھر وغیرہ ان اموال کی زکوۃ ادا کرنا ایک سچے مسلمان کی ذاتی ذمہ داری ہے۔ یہ ساری زکوٰۃ خلیفہ وقت کی خدمت میں بھجوائی جاتی ہے تاکہ ساری جماعت کے غرباء، مساکین اور مستحقین کو اس مال سے حصہ مل سکے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام علماء نے یہ اصول تسلیم کیا ہے کہ زکوٰۃ کی تقسیم امام وقت کا حق ہے۔

زمین کی پیداوار جب ایک دفعہ آئے تو اس پر اس وقت زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس کے بعد خواہ وہ کتنے سال پڑی رہے اس پر دوبارہ زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ یا عائد نہیں ہوگی۔

دوسری قسم کے اموال یعنی نقد رقم اور سونا، چاندی، اموال تجارت مویشی وغیرہ ان پر زکوۃ واجب ہوگی جب ان پر ایک سال گزر جائے اور سال بھر ملکیت میں رہیں اور جتنے سال رہے ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(تشریح الزکوۃ 136۔۔۔فقہ احمدیہ صفحہ 359)

اموال ظاہرہ یہ ہیں:۔

الف: مویشی مثلاً اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری بشرطیکہ یہ باہر سرکاری چراگاہوں یا شاملات دیہہ میں چرتے ہوں اور ان کو گھر میں باقاعدہ چارہ ڈالنے کی ضرورت نہ پڑے۔

ب: زمین میں پیدا ہونے والی فصلیں جیسے گندم، جو، مکئی، چاول، باجرہ، کھجور، انگور، جنگلی شہد جو کسی نے اکٹھا کیا ہو۔

(فقہ احمدیہ۔حصہ عبادات صفحہ 358)

ج: وہ معدنیات جو افراد کی تحویل میں ہوں۔ مثلاً لوہے کی کان، تانبے کی کان، ٹین کی کان، تیل کے کوئیں وغیرہ

(د): اموال تجارت، صنعت وحرفت میں لگا ہوا سرمایہ

(فقہ احمدیہ، حصہ عبادات صفحہ 359)

اموال ظاہرہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا اصل حق حکومت کو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن زمینوں سے حکومت مالیہ وصول کرتی ہے یا جس تجارتی اور صنعتی کاروبار پر انکم ٹیکس لگاتی ہے ان پر مزید زکوۃ نہیں۔ (فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ 359)

نصب زکوٰۃ اور شرح زکوٰۃ

نقد، سونا، چاندی اور دوسرے قسم کے سرمایہ کے لیے نصاب کا معیار چاندی ہے۔ یعنی جس کے پاس باون (52) تولہ چھ (6) ماشے (52.50) تولے چاندی کے برابر سونا یا دیگر اموال ہوں اور ان کی ملکیّت پر ایک سال گزر جائے تو اس پر چالیسواں حصہ یا اڑھائی فیصد (2.5%) (زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ اس معیار کے مطابق سونا کا وزن 7.5 تولے بنتا ہے۔

سونے چاندی کا زیور جو عورت کے ذاتی استعمال میں آتا ہو اور وہ اُسے مانگنے پر کبھی کبھی غریب عورتوں کو استعمال کے لیے دیتی ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے اس بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد موجود ہے۔

آج کل ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت دس لاکھ بیس ہزار روپے ہے اور اس پر اڑھائی فیصد (2.5) کے حساب سے زکوٰۃ -/25,000 روپے بنتی ہے۔ کینیڈین ڈالرز میں یہ رقم 6,941.27 ڈالر بنتی ہے۔ زکوٰۃ کا دوسرے چندوں سے کوئی تعلق نہیں اور یہ ارکانِ اسلام میں سے چوتھا رکن ہے اور اس کو نہ تو خود تقسیم کر سکتے ہیں اور نہ باقی چندوں سے مشروط کر سکتے ہیں۔

(مأخوذ از فقہ احمدیہ۔ حصہ عبادات)

رمضان المبارک اور زکوٰۃ

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورۃ النور:57)

اور اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تو پھر نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ کو ادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو۔

آنحضرت نے فرمایا:

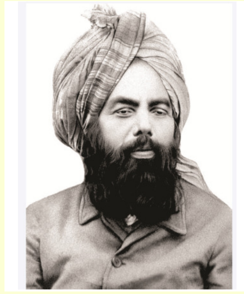
یقیناً لوگوں پر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتے وقت تکلیف محسوس کرے گا۔ (کنز العمال)

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ

جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے سانپ کی شکل اختیار کرلے گا جو اس کے گلے کا طوق ہوگا پھر وہ سانپ اپنے جبڑوں سے اسے پکڑلے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔" (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

سواے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کیے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے



کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

مزید فرمایا

''میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت دو مصیبتیں واقع ہو رہی ہیں اور دو حرمتیں روا رکھی گئی ہیں۔ اوّل یہ کہ زکوٰۃ جس کے دینے کا حکم تھا وہ دیتے نہیں اور سُود جس کے لینے سے منع کیا تھا وہ لیتے ہیں۔ لیکن جو خدا تعالیٰ کا حق تھا وہ تو دیا نہیں اور جو اپنا حق نہ تھا اسے لیا گیا۔'' (ملفوظات: 4/368)

زکوٰۃ کو قرآن کریم نے قائم کیا ہے۔ اس کا چندے سے ٹکراؤ نہیں۔ کوئی شخص زکوٰۃ کو اس لئے بند نہیں کر سکتا کہ وہ چندے دے رہا ہے۔

زکوٰۃ کا بھی ایک نصاب ہے اور معین شرح ہے۔ اسلام نے روپیہ کمانا منع نہیں کیا ہاں روپیہ کو بند رکھنا اور خرچ نہ کرنا ناجائز قرار دیا ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص اپنی آئندہ کی ضروریات کے لیے بطور احتیاط کچھ روپے جمع کرتا ہے اور پڑے پڑے اس پر سال گزر جاتا ہے تو اس روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

زکوٰۃ کا نصاب

سونے، چاندی اور رقم کے لیے کچھ اس طرح ہے۔ ساڑھے باون تولے (52.50) چاندی تک کا زیور یا اس کی قیمت کے برابر اگر ساڑھے سات تولہ سونا یا نقدی جو سونے کے ساڑھے سات تولے وزن کے برابر قیمت ہے اگر ایک سال تک پڑی رہے تو اس پر اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی فرض ہے۔

40 سے زائد بھیڑ بکریاں، 30 سے زائد گائے، اور 5 سے زائد اونٹوں پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے ان سے کم تعداد پر نہیں۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئی، اس کی بیٹی نے سونے کے بھاری کنگن پہنے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے اس عورت سے پوچھا کہ کیا ان کی زکوٰۃ بھی دیتی ہو؟ اس نے جواب دیا ''نہیں یا رسول اللہ''! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو پسند کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے آگ کے کنگن پہنائے؟۔ یہ سن کر اس عورت نے اپنی بیٹی کے ہاتھ سے کنگن اتار لئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہیں، جہاں چاہیں آپ خرچ فرمائیں۔

(خطبہ جمعہ 28 مئی 2004ء خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 365-367)

حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ جو زیور پہنا جائے اور کبھی کبھی غریب عورتوں کو استعمال کے لئے دیا جائے بعض کا اس کی نسبت فتویٰ ہے کہ اس پر کچھ زکوٰۃ نہیں۔ اور جو زیور پہنا جائے اور دوسروں کو استعمال کے لئے نہ دیا جائے اس میں زکوٰۃ دینا بہتر ہے کہ اپنے نفس کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اسی پر ہمارے گھر میں عمل کرتے ہیں اور ہر سال کے بعد اپنی موجودہ زیور کی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور جو زیور روپیہ کی طرح جمع رکھا جائے اس کی زکوٰۃ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔

(تحریر وفتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مطبوعہ العام 17 نومبر 1905ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

جماعت میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زکوٰۃ کا نظام رائج نہیں اور ہم اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ جماعت میں زکوٰۃ کا نظام رائج ہے اس لئے جن پر زکوٰۃ فرض ہے ان کو میں توجہ دلاتا ہوں کہ زکوٰۃ دینی لازمی ہے وہ ضرور دیا کریں۔ (خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 153)

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر احمدی کو جس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ نصاب اور شرح کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ



''جس طرح نمازیں فرض ہیں اور مسجد میں جماعت کے ساتھ فرض ہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ فرض ہے۔ اور اس کا ایک جگہ جمع کر کے تقسیم کرنا اور ان مصارف پر لگانا جو اس کے لئے قرار دیئے گئے ہیں فرض ہے۔ اس فرض کی ادائیگی کو اسی طرح ضروری سمجھو جس طرح نماز اور

روزہ اور حج کے فرائض کی ادائیگی کو ضروری سمجھتے ہو۔"

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

''زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارہ میں سوال ہوتے ہیں۔ یہ بنیادی حکم ہے۔ جن پر زکوٰۃ واجب ہے ان کو ضرور ادا کرنی چاہئے اور اس میں بھی کافی گنجائش ہے بعض لوگوں کی رقمیں کئی کئی سال بینکوں میں پڑی رہتی ہیں اور ایک سال کے بعد بھی رقم جمع ہے۔ تو اس پر بھی زکوٰۃ دینی چاہئے۔ پھر عورتوں کے زیورات ہیں ان پر زکوٰۃ ہونی چاہئے۔ جو کم از کم شرح ہے اس کے مطابق ان زیورات پر زکوٰۃ ہونی چاہئے۔ پھر بعض زمینداروں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ ان پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے تو یہ ایک بنیادی حکم ہے اس پر بہرحال توجہ دینے کی ضرورت ہے۔"

زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق بعض سوالات اور جوابات

سوال نمبر 1۔ زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟

جواب۔ زکوٰۃ کا نصاب درج ذیل ہے:

1) چاندی ساڑھے باون تولے

2) سونا ساڑھے سات تولے

3) نقدی ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت کے برابر نقدی۔

نوٹ: اگر مقررہ نصاب کے مطابق چاندی، سونا یا نقد رقم پر ایک سال مکمل ہوجائے تو کُل سرمایہ کا اڑھائی فیصد یعنی چالیسواں حصہ سالانہ حساب سے زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوتی ہے۔

سوال نمبر 2۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ کار کیا ہے؟

ج:۔ جماعتی لحاظ سے زکوٰۃ کی تمام رقم کا مرکزی نظام کے تحت جمع ہونا ضروری ہے۔ از خود کوئی بھی احمدی اپنی زکوٰۃ کی رقم کو تقسیم کرسکتا ہے نہ کسی صدقہ یا عطیہ کی صورت میں دے سکتا ہے۔ اگر اس کے علم میں کوئی اس کا ایسا عزیز رشتہ دار یا مستحق ہے (خواہ احمدی ہو یا غیر از جماعت ہو) خواہ اپنی زکوٰۃ کی رقم سے امداد کا ارادہ رکھتا ہو یا امداد کروانا چاہتا ہو تو اس کے لئے حضور انور کی خدمت میں درخواست براہ راست یا نظارت مال آمد کے ذریعہ بھجوائے۔ بصورت منظوری جماعتی نظام کے تحت امداد کردی جاتی ہے۔

سوال نمبر 3: کیا بینک میں یا کسی اور طور پر محفوظ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے؟

ج:۔ بینک میں یا کسی اور طور پر محفوظ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر بینک میں فکسڈ ڈپازٹ کے طور پر رقم جمع ہو اور زکوٰۃ کی شرائط پوری ہوجائیں تو زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوجائے گی اگر فکسڈ ڈپازٹ ایک سال سے زیادہ عرصہ تین، پانچ یا دس سال کے لئے ہے تو ہر سال کا حساب کرکے واجب زکوٰۃ ہر سال ادا کرنا ہوگی۔ پرائز بانڈز، کمپنیوں کے شیئرز، کسی کے پاس امانتاً رکھی ہوئی سب نقدی کے زمرے میں آتے ہیں۔

سوال نمبر 4: کیا حق مہر پر زکوٰۃ واجب ہے؟

ج:۔ مہر کی رقم جب تک عورت کو حاصل نہیں ہوتی اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب حق مہر مل جائے اور وہ نقد یا زیور کی صورت رکھتا ہو اور وہ نصاب کی قدر بن جائے تو ایک سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

سوال نمبر 5: کیا چندہ جات زکوٰۃ کے متبادل ہیں؟

ج:۔ چندہ جات زکوٰۃ کے متبادل نہیں ہیں بلکہ جن پر زکوٰۃ فرض ہے وہ زکوٰۃ ترجیحی بنیادوں پر ادا کریں۔

سوال نمبر 6: قرض پر زکوٰۃ؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ:

جو روپیہ کسی شخص نے کسی کو قرض دیا ہوا ہے کیا اس پر زکوٰۃ دینی لازم ہے؟

ج:۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں''

(بدر 21 فروری 1907ء صفحہ 5)

سوال نمبر 7: کیا سیکورٹی اور پراویڈنٹ فنڈ و میعادی امانت (فکسڈ ڈیپازٹ) زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ امانت تابع مرضی (Current Account) کے بارہ میں کیا حکم ہے؟

ج:۔ قرض۔ میعادی امانت۔ سیکورٹی ضمانت میں دی ہوئی رقم اور پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ نہیں۔ البتہ جس سال یہ رقوم وصول ہوں اس سال کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔

امام مالکؒ اپنی کتاب مؤطا میں فرماتے ہیں:۔

"اَلْاَمْرُ الَّذِی لَا اخْتِلَافَ فِیہِ عِنْدَنَا فِی مَسْئَلَۃِ الدَّیْنِ، أَنَّ صَاحِبَہٗ لَا یُزَکِّیہِ حَتّٰی یَقْبِضَہٗ صَاحِبُہٗ لَمْ یَجِبْ عَلَیْہِ اِلَّا زَکٰوۃٌ وَاحِدَۃٌ"

(اوجزالمسالک شرح مؤطا مالک جلد 3 صفحہ 174۔ فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ 369)

ہمارے (یعنی مدینہ کے علماء کے) نزدیک یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ جو قرض مقروض کے پاس کئی سال تک رہے اس پر زکوٰۃ نہیں البتہ جس سال یہ قرض وصول ہو صرف اس سال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ جو حال قرض کا ہے وہی میعادی امانت اور سیکورٹی وغیرہ کا ہے۔ امام مالکؒ نے اپنے مسلک کی تائید میں حدیث بھی پیش کی ہے۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ مال مالک کے پاس بند نہ پڑا رہے بلکہ لامحالہ وہ مجبور ہو کر اسے کاروبار میں لگائے یا کسی دوسرے کو اس سے استفادہ کرنے دے ورنہ زکوٰۃ اس کے مال کو کھا جائے گی۔

سوال نمبر 8: مکانات و جواہرات پر زکوٰۃ

''سوال پیش ہوا کہ پانچ سو روپیہ کا حصہ ایک مکان میں ہے کیا اس حصہ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟''

جواب:۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

''جواہرات و مکانات پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔''

(البدر 14 فروری 1907ء فتاویٰ مسیح موعود صفحہ 28۔ فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ 370)

سوال نمبر 9:۔ مکان اور تجارتی مال پر زکوٰۃ

ایک شخص کے سوال کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''مکان خواہ ہزار روپیہ کا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں اگر کرایہ پر چلتا ہو تو آمد پر زکوٰۃ ہے۔ ایسا ہی تجارتی مال پر جو مکان میں رکھا ہے۔ زکوٰۃ نہیں۔ حضرت عمرؓ چھ ماہ کے بعد حساب لیا کرتے تھے اور روپیہ پر زکوٰۃ لگائی جاتی تھی۔''

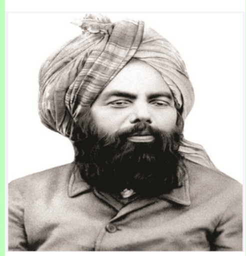
(البدر 14 فروری 1907ء فتاویٰ مسیح موعود صفحہ 128۔ فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ 370)



نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے

کلام محمود

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
تا کہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو
جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو
خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو
دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو
سر میں نخوت نہ ہو آنکھوں میں نہ ہو برقِ غضب
دل میں کینہ نہ ہو لب پہ کبھی دشنام نہ ہو
خیراندیشیٔ احباب رہے مدنظر
عیب چینی کرو مفسد و نمام نہ ہو
چھوڑ دو حرص کرو زہد و قناعت پیدا
زر نہ محبوب بنے سیم دل آرام نہ ہو
رغبتِ دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظرانداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو
پاس ہو مال تو دو اس سے زکوٰۃ و صدقہ
فکرِ مسکیں رہے تم کو غمِ ایام نہ ہو
حسن اس کا نہیں کھلتا تمہیں یہ یاد رہے
دوشِ مسلم پہ اگر چادرِ احرام نہ ہو



حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور آپ کا مقامِ امتی نبوت

جمیل احمد بٹ



حضرت مسیح موعود خدا تعالیٰ کی طرف سے ملہم اور مامور ہو کر اصلاح خلق کے لئے مبعوث ہوئے۔ مامور من اللہ کی اس حیثیت میں آپ کو مجدد، مسیح، مہدی، امتی نبی اور بعض گزشتہ انبیاء کے نام دئے گئے۔ یہ سب مقام اور نام پہلی پیشگوئیوں میں ایک ہی وجود کے لئے اس کی مختلف حیثیتوں کے اظہار کے لئے استعمال ہوئے تھے۔ صدی کے سر پر مبعوث ہونے کے سبب مجدد، دین کی تازگی اور ایمان کی زندگی کی بحالی کے حوالے سے مہدی، عیسائیت کے دجالی فتنہ کے استیصال اور مقابل کے طور پر مسیح اور اسلام کے تمام ادیان پر غلبہ کے لئے آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانی کے طور پر امتی نبی۔ آپ نے بمطابق الہامِ الٰہی پہلی پیشگوئیوں میں بتائے گئے ان مقامات کے دعوے فرمائے۔ جیسا کہ فرمایا ہے:

’میرے تمام دعاوی قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ اور اولیاء گزشتہ کی پیشگوئیوں سے ثابت ہیں‘۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 356 ایڈیشن 2008ء)

’میرا دعویٰ دو باتوں پر مبنی تھا اول نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر۔ دوسرے الہاماتِ الٰہیہ پر‘۔

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 65 ایڈیشن 2008ء)

گزشتہ پیشگوئیوں اور الہامات کے ساتھ آپ کے دعاوی کا بیان اور آپ کے مقامِ امتی نبوت کی کسی قدر وضاحت اس مضمون کا موضوع ہے۔

1۔ حضرت مسیح موعود کا ملہم اور مامور ہونا :

حضرت مسیح موعود پر رویائے صادقہ کا آغاز اس دوران ہی ہو گیا تھا جب آپ ابھی تحصیلِ علم میں مشغول تھے۔ جبکہ آپ نے شرفِ مکالمہ مخاطبہ 1290 ھ میں پایا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا:

’ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ مخاطبہ پا چکا تھا‘۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 208 ایڈیشن 2008ء)

یہ ہجری سال بمطابق 1873ء / 1874ء تھا۔

تاہم ماموریت کا الہام آپ کو بعد میں ہوا۔ جیسا کہ فرمایا:

’مجھ کو یاد ہے کہ ابتدائے وقت میں جب مَیں مامور کیا گیا تو مجھے یہ الہام ہوا کہ جو براہین کے صفحہ 238 میں مندرج ہے یا احمد بارك الله فيك ما رميت اذ رميت ولكن الله رمیٰ۔ الرحمٰن علم القرآن۔ لتنذر قوماً ما انذر آباء هم ولتستبين سبيل المجرمين۔ قُل انی امرت و انا اوّل المؤمنین۔ یعنی اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی اور جو تو نے چلایا یہ تو نے نہیں چلایا مگر خدا نے چلایا۔ میں نے تجھے علم قرآن کا دیا تا تو ان کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے۔ اور تا مجرموں کی راہ کھل جائے۔ یعنی سعید لوگ الگ ہو جائیں اور شرارت پیشہ اور سرکش آدمی الگ ہو جائیں اور لوگوں کو کہہ دے کہ مَیں مامور ہو کر آیا ہوں اور مَیں اوّل المومنین ہوں‘۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ نمبر 109۔110 حاشیہ۔ نیا ایڈیشن ربوہ)

اس تحریر میں براہین کا حوالہ براہین احمدیہ حصہ سوم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 265 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1 کا ہے۔ یہ حاشیہ حضرت مسیح موعود نے مارچ 1882ء میں تحریر فرمایا جیسا کہ اس سے قبل یہ الفاظ ملتے ہیں:

’اس حاشیہ کی تحریر کے وقت یعنی مارچ 1882ء میں‘۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 264 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1 ایڈیشن 2008ء)

اور غالباً اسی سبب تذکرہ میں یہ الہام مارچ 1882ء کے تحت درج ہے۔ (تذکرہ صفحہ 35 ایڈیشن 2008ء)۔

تاہم حضرت مسیح موعود کی 1904ء کی درج ذیل تحریر سے ایسا لگتا ہے کہ یہ الہام اس سے کئی سال پہلے ہؤا تھا۔

'میرا دعویٰ منجانب اللہ ہونے کا اور نیز مکالمہ ومخاطبہ سے ہونے کا مشرف ہونے کا قریباً ستائیس برس سے ہے۔یعنی اس زمانہ سے بھی بہت پہلے ہے کہ جب براہین احمدیہ ابھی تالیف نہیں ہوئی تھی۔اور پھر براہین احمدیہ کے وقت میں وہ دعویٰ اسی کتاب میں لکھ کر شائع کیا گیا جس کو چوبیس برس کے قریب گذر چکے ہیں'۔

(لیکچر لاہور،روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 188۔ نیا ایڈیشن ربوہ)

2۔ مجدد ہونے کا دعویٰ:

پیشگوئیاں: یہ مقام درج ذیل اخبار کے مطابق ہے۔

اول۔ یہ آیتِ قرآنی جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیتے ہوئے فرمایا ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (حجر 10:15)

ترجمہ: یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

دوسرے۔ یہ صحیح حدیث جس میں اس آسمانی حفاظت کی عملی شکل یہ بیان ہوئی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَاۡسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا (ابوداؤ دجلد 2 ص 212)

ترجمہ: اللہ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث فرمائے گا جو دین کی تجدید کرے گا۔

الہامِ الٰہی: مجدد ہونے کا اس دعویٰ کی بنیاد بھی الہامِ الٰہی پر تھی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے مندرجہ بالا الہام کے حوالے سے فرمایا:

'جب تیرھویں صدی کا اخیر ہؤا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے زریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدّد ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہؤا کہ الرّحمٰن علّم القراٰن لِتُنذر قوماً اُنذِرَ آباء ھُمۡ ولتستبین سبیل المُجرمین۔قل انّی اُمِرۡتُ و انا اوّل المو ءمنِین۔

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 201 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

دعویٰ: اس دعویٰ کے ذکر کی چند تحریریں یہ ہیں:

i۔'کتاب براہینِ احمدیہ جس کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدیدِ دین تالیف کیا ہے'۔

(اشتہار مطبوعہ مارچ 1885ء مشمولہ سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ نمبر 319 ایڈیشن 2008ء)

ii۔'مصنف کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ وہ مجددِ وقت ہے'۔

(اشتہار مطبوعہ مارچ 1885ء مشمولہ سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ نمبر 320 ایڈیشن 2008ء)

iii۔'میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاحِ خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے'۔

(فتح اسلام،روحانی خزائن جلد 3 صفحہ نمبر 8 ایڈیشن 2008ء)

iv۔'اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدیدِ دین کے لئے آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں'۔

(تذکرۃ الشہادتین،روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 3 ایڈیشن 2008ء)

3۔مسیح موعود ہونے کا دعویٰ:

پیشگوئیاں۔اس دعویٰ سے متعلق قرآن وحدیث کی پیشگوئیاں درج ذیل ہیں۔

i۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بطورِ مثل آمد کی قرآنی خبر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِنَّہٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِھَا وَاتَّبِعُوۡنِ ؕ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ۝وَلَا یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ ۚ اِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ۝وَلَمَّا جَآءَ عِیۡسٰی بِالۡبَیِّنٰتِ قَالَ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِالۡحِکۡمَۃِ وَلِاُبَیِّنَ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِیۡہِ ۚ

(زخرف 64،62:43)

ترجمہ: اور وہ یقینا انقلاب کی گھڑی کی پہچان ہوگا۔۔۔اور جب عیسیٰ کھلے کھلے نشانات کے ساتھ آ گیا تو اس نے کہا یقینا میں تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور اس لئے آیا ہوں تمہارے سامنے بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو کھول کر بیان کروں۔

ان آیات میں آیندہ حضرت عیسیٰؑ کے بطور مثل آنے کی خبر ہے اور اس کی جو یہ غرض فرمائی گئی ہے کہ وہ ان باتوں کو کھول دیں گے جن میں اختلاف کیا جا رہا ہوگا۔ غالباً اسی کام کے حوالے سے احادیث میں آنے والے موعود کو حکم و عدل فرمایا گیا ہے۔

ii۔حدیث میں امت میں نزولِ عیسیٰؑ کی خبر: آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزولِ عیسیٰ بن مریم جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 136۔137 مطبعہ دارالاحیاء الکتب العربیہ 1918ء)

ترجمہ: (اے مسلمانو!) تمہارا کیا حال ہوگا جب ابنِ مریم تمہارے اندر نازل ہوں گے اور وہ تم میں سے تمہارے امام ہوں گے۔

iii۔مسیح موعود کو سلام پہنچانے کا حکم: آپ ﷺ نے مسیح موعود کو اپنا سلام پہنچانے کی یوں تاکید فرمائی :

واخرج الحاكم عن انس قال من ادرك منكم عيسى ابن مريم فليقروه من السلام

(درِمنثور از حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ سورت نساء زیرِ آیت وان من اهل الكتاب جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 433 دارلکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ترجمہ: حضرت امام حاکمؒ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ جو بھی تم میں سے مسیح ابن مریم کو پائے انہیں آنحضرت ﷺ کا سلام پہنچا دے۔

الہام الٰہی: الہامِ الٰہی میں آپ کو مسیح ابنِ مریم کا نام دیا گیا اور فرمایا گیا:
'مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے'۔

(ازالۂ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ نمبر 402 ایڈیشن 2008ء)

'جعلناک المسیح ابن مریم ہم نے تجھ کو مسیح ابنِ مریم بنایا'۔

(ازالۂ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ نمبر 442 ایڈیشن 2008ء)

دعویٰ: آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کے بارے میں چند تحریرات درج ذیل ہیں۔

i۔'عاجز مؤلف براہین احمدیہ حضرت قادرِ مطلق جلشانہٗ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر۔۔۔اصلاحِ خلق کے لئے کوشش کرے اور ان لوگوں کو جو راہِ راست سے بے خبر ہیں صراطِ مستقیم۔۔۔دکھاوے'۔

(خط مطبوعہ 8 مارچ 1885ء ہمراہ اشتہار انگریزی مجموعۂ اشتہارات جلد اوّل صفحہ نمبر 25 ایڈیشن بار دوم)

ii۔'مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں'۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ نمبر 11 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

iii۔'بعض حدیثوں میں جو استعارات سے پُر ہیں مسیح کے دوبارہ دنیا میں آنے کے لئے بطور پیش گوئی بیان کیا گیا ہے۔۔۔جس سے مراد یہ ہے کہ۔۔۔ ایک شخص اصلاحِ خلائق کے لئے دنیا میں آئے گا جو طبع اور قوت اور اپنے منصبی کام میں مسیح بن مریم کا ہم رنگ ہوگا اور جیسا کہ مسیح بن مریم نے حضرت موسیٰ کے دین کی تجدید کی۔۔۔ایسا ہی وہ مسیح ثانی، مثیلِ موسیٰ کے دین کی جو جناب ختم الانبیاء ﷺ ہیں تجدید کرے گا۔۔۔اب جو امر کہ خدائے تعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسیح موعود مَیں ہی ہوں'۔

(ازالۂ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ نمبر 121۔122 ایڈیشن 2008ء)

iv۔'وہ مسیح صدیق جس کے اترنے کے لئے اس امت کو وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ صلیبی فتنوں کے شائع ہونے کے وقت اترے گا وہ یہی بندہ ہے'۔

(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ نمبر 95 ایڈیشن 2008ء)

v۔'ایک شخص عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر آنے والا بیان کیا گیا ہے۔۔۔سو خدا نے کھلے کھلے کلام اور نشانوں کے ساتھ مجھے خبر دی ہے کہ وہ شخص تو ہی ہے'۔

(کشف الغطاء، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ نمبر 193 ایڈیشن 2008ء)

vi۔'میں خدا تعالیٰ کے ارادہ کے موافق اور اس کے الہام سے مسیح موعود کے نام سے آیا ہوں'۔

(کشف الغطاء، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ نمبر 201 ایڈیشن 2008ء)

vii۔'میں وہ مسیح ہوں جو محمدی سلسلہ میں ہے'۔
(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ نمبر 61 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)
viii۔'بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا۔کہ وہ مسیح جو اس اُمّت کے لئے ابتداء سے موعود تھا ۔۔۔ وہ میں ہی ہوں'۔
(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 3۔4 ایڈیشن 2008ء)

4۔امام مہدی ہونے کا دعویٰ :

پیشگوئیاں: امام مہدی کے ظہور کے بارے میں بکثرت احادیث بیان ہوئی ہیں۔جن کی تفاصیل میں اگرچہ اختلاف ہے۔لیکن اس حوالے سے درج ذیل دو احادیث عام طور پر مشہور ہیں:

i۔امام مہدی کے لئے بطور نشان چاند سورج کو گرہن لگنے کی خبر: آں حضرت ﷺ نے فرمایا :

اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَ تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ (صحیح دار قطنی صفحہ 188)

مہدی کی سچائی کے دو نشان ایسے ہیں کہ جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے ہیں وہ کسی کی سچائی کے لئے ظاہر نہیں ہوئے۔رمضان کے مہینہ میں چاند کو اس کے گرہن کی تاریخوں میں سے پہلی تاریخ کو گرہن ہوگا اور سورج کو اس کی گرہن کی تاریخوں میں سے درمیانی تاریخ کو گرہن ہوگا۔

ii۔امام مہدی کی بیعت کا حکم : آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

فاذا رائتموه فبايعوه على الثلج فانه خليفة الله المهدى

(سنن ابنِ ماجہ کتاب الفتن باب خروج المہدی جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 1367 بروایت حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شائع کردہ ادارہ عیسیٰ البابی الحلبی و شرکاء)

ترجمہ: جب تم مہدی کو پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف کے پہاڑوں پر سے گھٹنوں کے بل جانا پڑے کیونکہ وہ مہدی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔

الہامات: الہام الٰہی میں آپ کو مہدی کہا گیا جیسا کہ فرمایا:

i۔'اللہ تعالیٰ نے الہام صریح اور وحی صحیح میں مجھے مسیح موعود اور مہدی موعود کے نام سے پکارا'۔

(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ نمبر 59 ایڈیشن 2008ء)

ii۔'بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا۔کہ۔۔۔۔وہ آخری مہدی ۔۔۔ جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم ﷺ نے دی تھی وہ میں ہی ہوں'۔
(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 3۔4 ایڈیشن 2008ء)

دعویٰ: مہدی ہونے کے دعوے کی دو تحریریں یہ ہیں۔

i۔'اس نے میرے پر تجلّی کی۔تاکہ اجساد میں روح پھونکے اور مجھے مسیح اور مہدی بنایا'۔
(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ نمبر 78 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

ii۔'میں احمد مہدی ہوں'۔
(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ نمبر 61 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

مسیح اور مہدی ایک ہی ہیں : تاہم مسیح موعود اور امام مہدی ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔اس موعود کے کاسرِ صلیب ہونے کی حیثیت میں اس کا نام مسیح ہے اور شریعت کو قائم اور ایمان کو زندہ کرنے والے کی حیثیت میں امام مہدی۔ مسیح موعود کو صحیح مسلم میں نبی اللہ کہا گیا اور انبیاء کو قرآن میں مہدی۔جیسا کہ فرمایا:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ (انبیاء 74:21)

ترجمہ: اور ہمنے انہیں ہدایت دینے والے امام بنایا۔بطور خاص اس حدیث میں تو واضح طور پر دونوں کو ایک ہی کہا گیا ہے:

وَلَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ

(سنن ابنِ ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان جلد دوم صفحہ نمبر 1341 شائع کردہ عیسیٰ البابی والحلبی و شرکاء)

ترجمہ: سوائے عیسیٰ بن مریم کے اور کوئی امام مہدی نہیں۔

یہ حدیث مستدرک امام حاکمؒ، مسند امام ابنِ ابی شیبہؒ اور علامہ طبرسیؒ کی تفسیر مجمع البیان میں بھی بیان ہوئی ہے۔

ن احادیث کے مطابق آپ کا یہ مذہب تھا کہ مسیح کے ساتھ مہدی کوئی علیحدہ شخص نہیں ہوگا جیسا کہ فرمایا:

'دراصل یہ خیال بالکل فضول اور مہمل معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ایک ایسی شان کا آدمی ہو کہ جس کو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت اس کی کے مسیح ابنِ مریم

کہنا چاہیئے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اس کے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضروری ہو۔ کیا وہ خود مہدی نہیں ہے؟ کیا وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پا کر نہیں آیا؟ کیا اس کے پاس اس قدر جواہرات خزائن و اموال، معارف و دقائق نہیں ہیں کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں اور اس قدر ان کا دامن بھر جائے جو قبول کرنے کی جگہ نہ رہے'۔

(ازالۂ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ نمبر 378 ایڈیشن 2008ء)

اس لئے حضرت مسیح موعود کا امام مہدی ہونا آپ کے دعویٰ مسیحیت میں از خود شامل ہے۔

5۔ تمام انبیاء کا مظہر اور کرشن ہونے کا دعویٰ

پیشگوئی: امت کے موعود کی علامتوں میں ایک قرآنی پیش خبری یہ تھی کہ:

وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ؕ (مرسلات 12:77)

ترجمہ: اور جب رسول مقررہ وقت پر لائے جائیں گے۔

یعنی جو موعود آئے گا اس کا آنا گزشتہ سب رسولوں کا آنا ہوگا اور اس کی سعی سے ان انبیاء کی امتیں آنحضرت ﷺ پر ایمان لا کر آپ ﷺ کی امت میں داخل ہوں گی تا مختلف قوموں کے درمیان فیصلہ ہو۔

الہامات: الہام الٰہی میں فرمایا گیا:

'انّی لا یخاف لدیّ المرسلون۔ کتب اللہ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِی۔ وَ ھم من بعد غلبھم سیغلبون۔

میرے قرب میں میرے رسول کسی دشمن سے نہیں ڈرا کرتے۔ خدا نے لکھ چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ اور وہ مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہو جائیں گے۔

حاشیہ: اس وحیٔ الٰہی میں خدا نے میرا نام رسل رکھا کیونکہ جیسا کہ براہینِ احمدیہ میں لکھا گیا ہے خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ مَیں آدم ہوں مَیں شیث ہوں مَیں نوح ہوں مَیں ابراہیم ہوں مَیں اسحٰق ہوں مَیں اسمٰعیل ہوں مَیں یعقوب ہوں مَیں یوسف ہوں مَیں موسیٰ ہوں مَیں داوٗد ہوں مَیں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا مَیں مظہرِ اتم ہوں یعنی ظلّی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں'۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 76 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

دعویٰ: اس پیش گوئی اور الہامات کے مطابق حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا اور فرمایا

'خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ ہی نہیں رکھا بلکہ ابتداء سے انتہا تک جس قدر انبیاء علیہم السلام کے نام تھے وہ سب میرے نام رکھ دیئے ہیں'۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ نمبر 112 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

انہی الہامات کے تابع آپ نے نومبر 1904ء میں کرشن ہونے کا دعویٰ ان الفاظ میں فرمایا:

'جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی مَیں ہندوؤں کیلئے بطور اوتار کے ہوں ۔۔۔ جیسا کہ مَیں مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں ۔۔۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ روحانی حقیقت کے رو سے میں وہی ہوں'۔

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 228 ایڈیشن 2008ء)

'ہر ایک نبی کا نام مجھے دیا گیا ہے چنانچہ جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے ۔۔۔ اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں ۔۔۔ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے'۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 521۔522 ایڈیشن 2008ء)

6۔ امتی نبی ہونے کا دعویٰ:

پیشگوئیاں: قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کی آخرین میں دوبارہ بعثت اور تمام رسولوں کے جمع کئے جانے کی خبریں اور صحیح مسلم کی حدیث میں آنے والے مسیح کو چار بار نبی اللہ فرمایا جانا اس بات کا متقاضی تھا کہ اس دور کا مامور نبی ہو لیکن آنحضرت ﷺ کی متابعت میں۔

i۔ آنحضرت ﷺ کی بعثتِ ثانی کی قرآنی خبر: قرآنِ کریم میں آنحضرت ﷺ کی دوبارہ بعثت کی خبریوں مذکور ہے:

وَّاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ‌ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ

(جمعہ 4:62)

ترجمہ: اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

ان آیات کے امت میں آنے والے مسیح سے بھی متعلق ہونے پر ایک اور مضبوط قرینہ اس بیان سے متصل یہ آیت بھی ہے:

هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (صف 10:61)

ترجمہ: وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ساتھ ہدایت کے اور دینِ حق کے تا کہ غالب کرے اس کو تمام مذاہب پر۔

تمام دینوں پر غلبہ جن دنیاوی سامانوں کا طالب تھا وہ چودھویں صدی ہجری میں پورے طور پر میسر آئے جبکہ ابتدائے اسلام میں سفر، نشر و اشاعت اور اقوام کے باہم روابط میں آسانیاں موجود نہ تھیں۔ اس لئے اس وقت تکمیلِ دین تو ہو گئی لیکن تکمیلِ اشاعتِ دین آنے والے موعود کے زمانے تک مؤخر رہی۔

آنحضرت ﷺ کی اس خبر کی وضاحت: یہ پیش خبری کس طرح پوری ہونی تھی اس کی وضاحت خود آنحضور ﷺ نے اس وقت فرما دی جب اس سورۃ کے نزول پر ایک صحابی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہوں گے جن میں آپ ﷺ کی دوبارہ بعثت ہو گی تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا عندالثریا لناله رجال او رجل من هولاء

(صحیح بخاری باب تفسیر القرآن زیرِ آیت اوخرین منہم لما یلحقوا بھم جلد 3 صفحہ 1560 المراجعہ ولضبط شیخ علی محمد قطب وشیخ ہشام بخاری شائع کردہ مکتبۃ العضیر یہ بیروت)

ترجمہ: اگر ایمان ثریا ستارے کی بلندی تک بھی چلا گیا تو ان لوگوں یعنی قومِ سلمانؓ میں سے ایک مرد یا کچھ لوگ اسے واپس لے آئیں گے۔

اس حدیث سے مترشح ہے کہ اس بعثتِ ثانیہ کا مصداق عرب سے نہیں بلکہ اعجمی اور اہلِ فارس میں سے ہو گا اور زبردست قوتِ قدسیہ کا مالک ہو گا۔

یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الفضائل میں بھی ہے۔

ii۔ حدیث میں مسیح موعود کو نبی اللہ فرمایا جانا: آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

وَ يُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهُ......فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُه.........ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهُ....فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهُ اِلَى اللّٰهِ

(صحیح مسلم جلد نمبر 4 کتاب الفتن صفحہ نمبر 2254 مطبعۃ دار الاحیاء الکتب العربیہ ایڈیشن 1918ء)

ترجمہ از علامہ وحید الزماں: اور خدا کا پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے اصحاب گھرے رہیں گے۔۔۔ پھر خدا کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھی دعا کریں گے۔۔۔ پھر خدا کے رسول عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھی زمین پر اتریں گے۔۔۔ پھر خدا کے رسول عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھی خدا سے دعا کریں گے۔

(صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی مترجم علامہ وحید الزمان حیدر آبادی صفحہ نمبر 460، ناشر خالد احسان پبلشرز لاہور۔ نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور)

الہامات: حضرت مسیح موعود کو ماموریت کے ساتھ ہی الہاماتِ الٰہی میں نبی اور رسول فرمایا گیا۔ ایسے چار الہام جنہیں آپ نے 1883ء/ 1884ء میں براہینِ احمدیہ میں شائع کر کے الم نشرح بھی فرما دیا درج ذیل ہیں۔

1۔ براہین کی اشاعت سے کئی سال پہلے ہونے والے 101 فقرات پر مشتمل سلسلۂ الہامات میں جہاں آپ کی ماموریت کا الہام ہے وہیں یہ الہام بھی ہے جس میں آپ کو رسول فرمایا گیا کہ:

هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

(براہینِ احمدیہ حصہ سوم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ نمبر 265 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1 ایڈیشن 2008ء ربوہ)

ترجمہ: خدا وہ خدا ہے جس نے اپنا رسول اور اپنا فرستادہ اپنی ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس دین کو ہر قسم کے دین پر غالب کرے۔

(تذکرہ صفحہ نمبر 36 ایڈیشن چہارم 2004ء ربوہ)

2۔ 1883ء میں الہام ہوا:

جَرِيُّ اللّٰهِ فِيْ حُلَلِ الْاَنْبِيَآءِ، جری اللہ نبیوں کے حلّوں میں۔ اس

فقرہٴ الہامی کے یہ معنی ہیں کہ منصب ارشاد و ہدایت اور مورد ِوحیٴ الٰہی ہونے کا دراصل حلہٴ انبیاء ہے‘۔ (براہینِ احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ نمبر 601 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3 ایڈیشن 2008ء ربوہ)

3۔ اسی سال 1883ء میں آپ کو الہام ہوا:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

ترجمہ: محمد ﷺ خدا کا رسول ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں ۔۔۔اور وہ لوگ آپس میں رحم کرتے ہیں۔

(براہینِ احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ نمبر 616۔617 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3 ایڈیشن 2008ء ربوہ)

اس الہام کے بارے میں آپ نے فرمایا:

’اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی‘۔

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ نمبر 207 نیا ایڈیشن ربوہ)

4۔ اسی سال 1883ء میں آپ کو الہام ہوا: ’دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا‘۔

(براہینِ احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ نمبر 665 حاشیہ در حاشیہ نمبر 4 ایڈیشن 2008ء ربوہ)

آپ نے اپنے ایک مکتوب مؤرخہ 7 اگست 1899ء بنام حضرت نواب محمد علی خان صاحب میں اس الہام کو ان الفاظ میں درج فرمایا

’دنیا میں ایک نبی آیا مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا‘۔ اور اس پر یہ نوٹ تحریر فرمایا

’نوٹ: ایک قرأت اس الہام کی یہ بھی ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا اور یہی قرأت براہین میں درج ہے اور فتنہ سے بچنے کے لئے یہ دوسری قرأت درج نہیں کی گئی‘۔

(یہ مکتوب الحکم 17 اگست 1899ء صفحہ 6 پر شائع ہوا۔ پورے مکتوب کیلئے ملاحظہ ہو مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ نمبر 248۔249 مطبوعہ 2008ء ربوہ)

یہی وضاحت حضرت مسیح موعود نے ’ایک غلطی کا ازالہ‘ میں یوں تحریر فرمائی:

’ پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ 557 براہین میں درج ہے ’دنیا میں ایک نذیر آیا‘ اس کی دوسری قرأت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا‘۔

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ نمبر 207 ایڈیشن 2008ء ربوہ)

دعویٰ: ان اخبار کے مطابق حضرت مسیح موعود نے امتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور فرمایا۔

1۔ ’خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی‘۔

(ازالہٴ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ نمبر 387 ایڈیشن 2008ء)

2۔ ’اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امّتی ہو۔ پس اسی بناء پر مَیں امّتی بھی ہوں اور نبی بھی‘۔

(تجلیاتِ الٰہیہ تحریر فرمودہ 1906ء روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 412 ایڈیشن 2008ء)

3۔ ’صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امّتی‘۔

(حقیقۃ الوحی تحریر فرمودہ 1907ء روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 154 ایڈیشن 2008ء)

4۔ ’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ اصل میں یہ نزاعِ لفظی ہے۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اس میں پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں‘۔

(ارشاد فرمودہ 3 فروری 1908ء مطبوعہ بدر 5 مارچ 1908ء بحوالہ ملفوظات جلد پنجم صفحہ نمبر 447 نیا ایڈیشن)

7۔ بروزِ محمدیؐ کا مقام:

پیشگوئی: سورۃ جمعہ میں آنحضرت ﷺ کی آخرین میں دوبارہ بعثت کی خبر دی گئی۔ یہ بعثت بروزی شکل میں ہونی تھی۔ جیسا کہ گزشتہ کئی بزرگان نے ایسا اظہار فرمایا۔ مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا:

ترجمہ: عوام کا خیال ہے کہ مسیح جب زمین کی طرف نازل ہوگا تو صرف ایک امتی ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسمِ جامع محمدیؐ کی پوری تشریح ہوگا اور

اس کا دوسرا نسخہ (True Copy) ہوگا۔

(الخیر الکثیر از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صفحہ نمبر 72 مطبوعہ بجنور)

ظل اور بروز، صاحب بروز کی پوری تصویر ہوتا ہے اور اس کے تمام کمالات بروز میں منعکس ہوتے ہیں اور کوئی دوئی باقی نہیں رہتی۔ پھر بھی وہ ظل اور بروز ہی ہوتا ہے اور اصل، اصل ہی رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے یشوعا کو حضرت موسیٰؑ کا بروز لکھا ہے۔

(ایک غلطی کا ازالہ تحریر فرمودہ 1901ء روحانی خزائن جلد 18 صفحہ نمبر 212 ایڈیشن 2008ء)

یہ حضرت یشوعا، حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ ضرور تھے لیکن حضرت موسیٰؑ ان سے کہیں زیادہ صاحبِ فضیلت اور صاحبِ شریعت نبی تھے اور دونوں ہرگز ہم مرتبہ نہ تھے۔ یوں بروز صاحبِ بروز کے زیادہ سے زیادہ ایک لائق شاگرد کا درجہ رکھتا ہے۔

دعویٰ: بروز کی اسی تعریف کے مطابق حضرت مسیح موعود نے اپنی نبوت کو ظلی اور بروزی قرار دیا اور فرمایا:

1۔ 'یہ کلام جو مَیں سناتا ہوں یہ قطعی اور یقینی طور پر خدا کا کلام ہے جیسا کہ قرآن اور توریت خدا کا کلام ہے اور مَیں خدا کا ظلی اور بروزی طور پر نبی ہوں'۔

(تحفۃ الندوہ شائع کردہ اکتوبر 1902ء روحانی خزائن جلد 19 صفحہ نمبر 95 ایڈیشن 2008ء)

2۔ 'خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے مَیں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت'۔

(حقیقۃ الوحی تحریر فرمودہ 1907ء روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 154 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

8۔ آپ کے مقام امتی نبی کی کچھ وضاحت:

اس حوالے سے درج ذیل نکات قابل ذکر ہیں۔

شروع سے نبی: حضرت مسیح موعود کو ماموریت کے ساتھ ہی الہاماتِ الٰہی میں نبی اور رسول فرمایا گیا۔ ایسے چار الہام آپ نے براہینِ احمدیہ میں شائع بھی فرمائے۔ جیسے 1883ء کا یہ الہام:

جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ، جری اللہ نبیوں کے حلّوں میں۔

(براہینِ احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ نمبر 601 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3 ایڈیشن 2008ء ربوہ)

بعد کے الہامات میں بھی آپ کو بار بار نبی، رسول اور نذیر کہا گیا۔ جیسے ابتدا 1886ء میں الہامِ الٰہی میں آپ کو فرمایا گیا:

' تو مجھے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلّی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے)۔

(اشتہار 20 فروری 1886ء مجموعہ اشتہارات جلد اوّل 97)

ان الہامات کے تابع آپ کا ان معنوں میں نبی اور رسول ہونے کا ہمیشہ دعویٰ رہا کہ آپ نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کے نتیجہ میں اخبارِ غیبیہ پر مشتمل بکثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پایا۔ آپ کے نبی اور رسول ہونے کی یہ کیفیت اور حقیقت ایک ایسا امر ہے جس میں آپ کے دعویٰ کی ابتداء سے انتہائے زندگی تک کبھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی

نبوت کی پہلی تعریف: ہاں اس دوران ایک فرق یہ ضرور ہوا کہ پہلے آپ نبوت کی یہ تعریف کرتے تھے کہ

' اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ بھی معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہِ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں'۔

(مکتوب تحریر فرمودہ 7 اگست 1899ء مطبوعہ اخبار الحکم 17 اگست 1899ء صفحہ نمبر 6 کالم 2 بحوالہ مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ نمبر 249 ایڈیشن 2008ء)

اس تعریف کے مطابق آپ نبی نہ ٹھہرتے تھے۔ اس لئے آپ الہامِ الٰہی میں بتائے گئے مقامِ نبوت کی تاویل کرتے اور اپنی نبوت کو محدثیت سے تعبیر کرتے اور خود کو مامور محدث کے مقام تک محدود جانتے۔ اس تعریفِ نبوت کے مطابق چونکہ آپ کا کبھی بھی نبوت کا دعویٰ نہ تھا۔ اس لئے آپ اس حقیقی نبوت سے بعد کے دور میں بھی انکار کرتے رہے۔

تعریف نبوت میں تبدیلی: لیکن بعد میں الہامِ الٰہی کے تابع آپ نے نبوت کی تعریف میں سے ان شرائط کو ترک فرما دیا۔اور بعد کی تحریروں میں مذکور تعریفِ نبوت میں آپ نے صرف بکثرت مخاطبہ الٰہیہ، اظہارِ غیبیہ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور کئے جانے کو شمار فرمایا۔جیسا کہ ایسی ایک تحریر :

: ’نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو‘۔

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم تحریرفرمودہ 1905ء روحانی خزائن جلد 21 صفحہ نمبر 306)

تبدیل شدہ تعریف کے تحت مقامِ نبوت کا اظہار: تعریفِ نبوت میں اس تبدیلی کے بعد کہ نبوت کے لئے شریعت لانا اور غیر امتی ہونا شرط نہیں یہ روک دُور ہوگئی اور آپ نے اپنے اس مقام کی تاویل کرنا ترک فرمادیا اور پھر اپنے اس خداداد منصب کے لئے برملا لفظ نبی کا استعمال فرمایا۔یہ کسی نئے الہام کے ساتھ کوئی نیا دعویٰ نہ تھا بلکہ پہلے سے عطا شدہ مقام کا درست نام تھا۔جیسا کہ یہ تحریر:

’اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابنِ مریم سے کیا نسبت ہے۔وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو مَیں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی‘۔

(حقیقۃالوحی تحریرفرمودہ 1907ء روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 153۔154 ایڈیشن 2008ء)

اس تبدیل شدہ تعریف اور اس کے مطابق اپنے مقام کا پہلا اظہار آپ نے اپنے رسالہ ’ایک غلطی کا ازالہ‘ میں کیا جو 5 نومبر 1901ء کو لکھا گیا۔اس لئے عام طور پر اس تاریخ کو حدِ فاصل گنا جاتا ہے۔

ہر دو صورتوں میں یعنی جب آپ اپنی نبوت کو محدثیت قرار دیتے یا جب آپ نے اسے محدث سے بالا اُمتی،ظلی ، اور بروزی نبوت قرار دیا، آپ کا دعویٰ اپنی کیفیت اور معنویت کے لحاظ سے یکساں ہے کیونکہ اس کی اصل الہامِ الٰہی ہے۔پس آپ ابتدا سے نبی ہیں اور تبدیلی صرف تعریفِ نبوت میں ہوئی ہے نہ کہ دعویٰ نبوت میں۔یوں آپ کا مقام ہمیشہ ایک ہی رہا۔

انکار و اقرارِ نبوت :اسی سبب آپ کی تحریرات میں دعویٰ ٔ نبوت کا اقرار اور انکار دونوں ملتے ہیں۔جس نبوت کا آپ نے ہمیشہ انکار کیا وہ پہلی تعریف کے تحت تشریعی یا براہِ راست یا حقیقی نبوت ہے۔اور جس منصبِ نبوت کا آپ نے اقرار کیا وہ تبدیل شدہ تعریف کے مطابق امتی، ظلی اور بروزی نبوت ہے۔پس انکار مختلف مقام کا ہے اور اقرار مختلف کا۔اگر بعد والی تعریف پہلے کی جائے تو سب انکار اقرار میں بدل جائیں گے۔اور پہلی والی تعریف بعد میں کی جائے تو سب اقرار پھر انکار ہو جائیں گے۔غرض یہ کہ تبدیلی صرف تعریفِ نبوت میں نہ کہ مقامِ نبوت میں۔

اس صورتِ حال کی ایک مکمل وضاحت آپ کی درج ذیل تحریر ہے جس کے بعد کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔فرمایا:

’جس جس جگہ مَیں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ مَیں مستقل طور پر نبی ہوں۔مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اپنے لئے اور اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علمِ غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔سو اب بھی مَیں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا‘۔

(ایک غلطی کا ازالہ تحریر فرمودہ 1901ء روحانی خزائن جلد 18 صفحہ نمبر 210۔211 ایڈیشن 2008ء)

9۔فیضانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم :

حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمائے ان تمام انعاماتِ الٰہیہ کو آپ نے صرف اور صرف اپنے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیضان جانا۔اس کے تحت دیگر مقامات کے ساتھ اپنی نبوت کو آپ نے بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات کا ظل اور اپنے آپ کو ایک کامل مطیع اور فرماں بردار امتی

ہونے کے ناطے آنحضرت ﷺ کا بروز کہا۔ جیسا کہ فرمایا:

i۔ ’یہ بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہئے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ مَیں باوجود نبی اور رسول کے لفظ سے پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلاواسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شاملِ حال ہے یعنی محمد مصطفی ﷺ‘۔

(ایک غلطی کا ازالہ تحریر فرمودہ 1901ء روحانی خزائن جلد 18 صفحہ نمبر 211 ایڈیشن 2008ء)

ii۔ ’مَیں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا اور پھر اسحٰقؑ سے اور اسمٰعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیحؑ ابنِ مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی ﷺ سے ایسا ہم کلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آں حضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہؤا۔ اگر مَیں آنحضرت ﷺ کی امّت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی یہ شرف مکالمہ و مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں‘۔

(تجلیاتِ الٰہیہ تحریر فرمودہ 1906ء روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 411۔412 ایڈیشن 2008ء)

iii۔ ’مَیں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا‘۔

(حقیقۃ الوحی تحریر فرمودہ 1907ء روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 64 ایڈیشن 2008ء)

خادمانہ حیثیت: حضرت مسیح موعود آنحضرت ﷺ کے کامل مطیع اور فرمانبردار تھے آپ نے اپنے آپ کو ہمیشہ آں حضور ﷺ کا غلام سمجھا اور اپنی اس خادمانہ حیثیت کا بار بار برملا اظہار کیا ہے اور ہر برکت اور فیض کو اپنے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے جو کسی بھی ایسے الزام کے لئے کوئی امکان نہیں چھوڑتے کہ نعوذ باللہ آپ نے اپنے آپ کو کہیں آں حضرت ﷺ سے برابری کا سوچا بھی ہو کجا یہ کہ بہتر ہونے کا۔ ایسی تین تحریرات درج ذیل ہیں:

i۔ ؎ اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی مَیں ہؤا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 456)

ii۔ ؎ ایں چشمہ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرہ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

(اشتہار 20 فروری 1886ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 93 نیا اڈیشن)

ترجمہ از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب :

یہ دریائے رواں جو مَیں مخلوقِ خدا کو دے رہا ہوں۔ یہ محمدؐ کے کمالات کے سمندر میں سے ایک قطرہ ہے۔

(درِثمین فارسی صفحہ نمبر 130 مطبوعہ لاہور آرٹ پریس لاہور)

iii۔ ’میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو مَیں نے جو کچھ پایا۔ اس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے‘۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 64۔65 ایڈیشن 2008ء)

اپنے اس ایقان کے مطابق آپ نے ہمیں بھی یہی سکھایا کہ

’تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ‘۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ نمبر 13۔14 ایڈیشن 2008ء)

اللہ تعالیٰ ہمارے دل آقا و مولیٰ کی محبت سے بھرے رکھے اور اسی سے ہماری نجات کا سامان ہو کہ یہی حضرت مسیح موعود پر ایمان کا تقاضا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁





وہ جس پہ رات ستارے لئے اترتی ہے(9)

آصف محمود باسط

حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت سی حیرت ناک باتوں کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ انہی بہت سی باتوں میں سے سب سے حیرت ناک بات وہ سکون اور اطمینان ہے جو نہ صرف حضور کی ذاتِ بابرکات میں نظر آتا ہے بلکہ دیکھنے والے کے دل میں بھی اترتا چلا جاتا ہے۔ گزشتہ 13 برس سے یہی دیکھتے آئے ہیں کہ ملاقات کے لئے حضور انور کے دفتر میں داخل ہوئے۔ حضور سامنے تشریف فرما ہیں، کام میں مصروف ہیں۔ سامنے خطوں کے انبار پڑے ہیں۔ اور بڑی محبت سے فرمایا ''آؤ بھئی! کیا کہتے ہو؟''

اس جملہ کا سکون ملاحظہ فرمالیں، خود یہی جملہ انسان کے اندر کی بےکلی کو سکون میں تبدیل کر دینے کا حکم رکھتا ہے۔ حضور کے دفتر میں چارسُو سکون، امن اور آشتی کی ڈیرے ہیں۔ اس سے پہلے کہ اصل مضمون کی طرف چلیں، آیئے ایک نظر اس پرسکون ماحول پر ڈالنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

حضور کے بالکل سامنے خطوں کا ایک انبار ہے جس پر حضور دستخط فرماتے جاتے ہیں۔ کبھی کسی خط کے متن کو غور سے پڑھتے ہیں۔ پھر دستخط فرماتے ہیں یا مزید کوئی ہدایت دینی ہو تو وہ تحریر فرما دیتے ہیں۔ جوں جوں یہ خط ملاحظہ ہوتے جاتے ہیں، ساتھ ہی ایک اور انبار تیار ہوتا جاتا ہے۔ سامنے تین ضخیم قسم کی فائلیں ہیں جو ڈاک سے بھری پڑی ہیں۔ جب سامنے پڑا انبار ختم ہو جاتا ہے تو یہ سارے خطوط ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ پھر سامنے پڑی فائلوں میں سے کچھ اور خطوط اٹھاتے ہیں، اور سامنے رکھ کر انہیں دیکھنے، پڑھنے اور دستخط ثبت فرمانے کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ یہ دستخط شدہ خطوط کا انبار حضور کچھ فاصلہ پر رکھتے ہیں، اور وہ فائلیں جہاں سے مزید خطوط اٹھاتے ہیں، وہ بھی کچھ فاصلہ پر ہیں۔ شروع شروع میں مجھے لگتا کہ حضور کو اس عمل میں کچھ دقت ہوتی ہے۔ ایک روز حضور اٹھ کر یہ خطوط رکھنے لگے تو میں نے ہاتھ بڑھایا تا کہ یہ سعادت میرے حصہ میں آجائے اور میں کسی سہولت کا باعث ہوسکوں۔ فرمایا ''نہیں، میں رکھ لوں گا''۔ پھر کبھی ہمت تو نہ ہوئی مگر شاید میری body language سے حضور کو اندازہ ہو جاتا کہ ہر بار جب آپ خطوط رکھنے لگتے یا فائل میں سے نکالنے لگتے، تو میں یہ خدمت کرنا چاہتا تھا۔ پھر ایک روز ازراہِ شفقت فرمایا کہ ''یہ لو یہ وہاں رکھ دو''۔ میں رکھ کر بیٹھنے لگا تو فرمایا ''وہاں سے اور خط دو''۔ تو الحمدللہ اس روز کے بعد سے میں جب بھی حاضرِ خدمت ہوتا ہوں، یہ سعادت میرے حصہ میں آجاتی ہے کہ، مگر ایسے کہ حضور انور بات کا ربط بھی ٹوٹنے نہیں دیتے اور آپ کا کام جاری و ساری رہتا ہے۔

حضور تحریر کے کام میں سہولت کے لئے ایک شیشہ کا پلیٹ فارم استعمال فرماتے ہیں جو میز سے نسبتاً بلند تر ہے۔ اس کے نیچے بھی کاغذات پڑے ہوتے ہیں مگر یہاں ایک اور چیز ہوتی ہے جس میں ہر احمدی کو دلچسپی ہوگی۔ یہاں حضور نے بہت سے سادہ کاغذات بہت بڑے سے clip کے ساتھ نتھی کر کے رکھے ہوتے ہیں۔ جیسے ایک بہت ضخیم پیڈ۔ یہ کبھی تو بالکل خالی ہوتا ہے اور کبھی اس پر حضور انور کے ہاتھ سے لکھی مبارک تحریر ہوتی ہے۔ یہ کاغذات حضور نے لمبائی کے رخ یعنی landscape رخ پر رکھے ہوتے ہیں۔ اب اس کی طرف بھی بعد میں آتے ہیں۔

ساتھ کچھ بہت چھوٹے سائز کی یعنی پاکٹ سائز ڈائریاں ہیں۔ یہ بھی کبھی ایک، کبھی دو وہاں موجود ہوتی ہیں۔ کبھی اس شیشہ کے نیچے کوئی کاغذ پڑا ہوتا ہے۔ یہ شاید فوری توجہ کا طالب کوئی عریضہ ہوتا ہے کیونکہ بعض اوقات دیکھا کہ حضور نے جب ڈاک پر دستخط کا کام مکمل کر لیا تو، اس شیشہ

کے پلیٹ فارم کے نیچے سے وہ کاغذ نکالا، اسے پڑھا اور اس پر ہدایت تحریر فرما کر اسے الگ رکھ دیا۔

حضور کے بائیں ہاتھ بالکل کرسی کے ساتھ کتب کا ایک شیلف ہے۔ یہاں روحانی خزائن کا مکمل سیٹ موجود ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی دیگر کتب مثلاً درثمین، قصائد الاحمدیہ وغیرہ رکھی ہیں۔ ان کتب کے آغاز پر قرآن کریم کا نسخہ ہے جو کثرتِ مطالعہ کا پتہ دیتا ہے۔ پھر تفاسیر بھی اسی قطار میں ہیں۔ کتابوں کی یہ قطار پیچھے دیوار تک چلی گئی ہے۔ اسی دیوار کے ساتھ ایک اور کیبنٹ ہے جس کے اوپر متفرق فائلیں ہیں، حضور کا کمپیوٹر ہے، ہومیوپیتھی ادویہ کی کچھ شیشیاں ہیں۔ اس کیبنٹ کے ساتھ ہی ایک چھوٹا میز جس پر حضور کی پانی کی بوتل اور گلاس بڑی نفاست سے رکھا رہتا ہے، جو حضور حسبِ ضرورت استعمال فرماتے ہیں۔ پھر حضور کے داہنے ہاتھ کی طرف جو دیوار ہے اس کے ساتھ بھی ایک شیلف ہے جو کتب سے بھرا پڑا ہے۔ کئی مرتبہ کا تجربہ ہے کہ وہاں کسی کتاب کی ضرورت ہو تو حضور کی نظر سیدھی اس کتاب پر جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ سعادت بھی حاصل ہوتی ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ فلاں کتاب اٹھا کر لاؤ۔ پھر حضور ساتھ ہدایات دیتے رہتے ہیں کہ تیسرے شیلف کے تیسرے خانہ میں، بائیں طرف دیکھو۔ وہاں مطلوبہ کتاب کا ٹائٹل نظر آجاتا ہے اور کتاب پیش کر دی جاتی ہے۔

حضور کے سامنے والی دیوار پر بھی ایک قدِ آدم شیلف ہے جس کے بعض دروازے شیشہ کے ہیں اور بعض لکڑی کے۔ درمیان میں اس ٹی وی کی جگہ ہے جس پر حضور حسبِ ضرورت کسی پروگرام کی ریکارڈنگ دیکھنا چاہیں تو اس کے نیچے پڑے ڈی وی ڈی پلیئر پر چلانے کا ارشاد فرماتے ہیں۔ اب تک کا میرا تجربہ یہ ہے کہ جب بھی حضور نے اس پر کوئی پروگرام لگانے کا کہا، اور ڈی وی ڈی پلیئر کی ٹرے کھولی، وہ کم ہی خالی ہوتی ہے۔ اکثر اس میں حضرت مصلح موعودؓ کی سیر روحانی والی تقریر کی سی ڈی پڑی ہوتی ہے۔ اسے نکال کر پروگرام چلایا۔ جب ملاحظہ فرمالیا تو فرمایا کہ اب اپنی ڈی وی ڈی نکال لو اور وہی واپس رکھ دو جو پڑی ہوئی تھی۔ یہ تقریر ایک مرتبہ خاکسار کو بھی حضور انور نے سنوائی۔ خود چلائی اور پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔ یہ تقریر کچھ دیر چلتی رہی۔ وہ تجربہ بھی عجیب تھا۔ تقریر کا حصہ جو چلا وہ وہی شہرۂ آفاق حصہ تھا جہاں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!'' اور پھر ایک جگہ جہاں حضورؓ نے فرمایا کہ ''تم کو، ہاں تم کو، ہاں تم کو!!''۔ کمرے میں حضرت مصلح موعودؓ کے یہ بابرکت اور پررعب الفاظ گونج رہے تھے۔ سامنے وہ وجود تشریف فرما تھا جو آسمانی بادشاہت کے موسیقاروں کے اِس عظیم الشان قافلہ کا سپہ سالار ہے۔ ایک طرف سے یہ مبارک آواز آرہی تھی، اور سامنے حضور انور کا بابرکت وجود بنفسِ نفیس موجود۔ گویا سارا کمرے میں رعب اور جلال اور جمال! ان پندرہ بیس منٹ میں حضور انور کے چہرۂ مبارک کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اس لمحہ اس عظیم خلیفۂ برحق کا حسن و جمال اور جاہ و جلال اور انہماک بے مثال نظر کو خیرہ کرتا تھا۔

میز پر حضور کے داہنے ہاتھ بہت سی کتب اور نوٹس وغیرہ ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ایک الیکٹرانک ڈکشنری بھی۔

درازوں میں کیا سامان ہے، مجھے معلوم نہیں مگر وہاں سے کچھ اسمأ گاہے بہ گاہے نکلتی ہیں اور ہمارے امام کی خدمت کرنے کی توفیق پاتی ہیں۔

اب کچھ احوال سطح پر نظر آنے والے سکون کے پیچھے چھپے اس روزمرہ معمول کا جو ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔ ہم سے کسی کو بھی نہیں کیونکہ اسی معمول میں وہ دعائیں، وہ اپنے رب کے ساتھ خلوت کی گھڑیاں ہیں جو راز و نیاز کی دنیا ہے۔ مگر جو دیکھا ہے، جتنا سمجھ میں آیا ہے پیش کرتا ہوں۔

یہ تو ہم سبھی کو معلوم ہے کہ حضور کے دن کا معمول تو فجر سے بھی بہت پہلے شروع ہو جاتا ہے۔ یہ بھی سُن رکھا تھا کہ حضور دفتر کے عملہ سے بھی بہت پہلے دفتر تشریف لے آتے ہیں۔ مگر ایک روز اس کا تجربہ بھی ہوا، جو بہت یادگار ہے۔

ہوا یوں کہ میں اپنی ملاقات کے وقت سے کچھ پہلے انتظار گاہ میں بیٹھا تھا۔ یہ انتظار گاہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے باہر ہوتی تھی۔ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں ابھی کوئی نہیں آیا تھا کہ ابھی دفتری اوقات شروع نہیں ہوئے

تھے۔ مجھے ملاقات کے لئے کچھ نوٹس تیار کرنے تھے، میں اِس لئے جلدی حاضر ہو گیا تھا اور بیٹھا اپنے کاغذات کو ترتیب دے رہا تھا۔ دفتر کے دروازے کے اوپر ایک روشن دان ہے۔ جب عملہ اندر نہیں تھا تو ظاہر ہے کہ اندر لائٹ بھی نہیں جل رہی تھی اور روشن دان سے روشنی کی بجائے اندھیرا نظر آ رہا تھا۔

اچانک اس روشن دان سے روشنی آئی۔ میں نے دیکھا کہ اندر کی لائٹ کسی نے روشن کر دی تھی۔ پھر اندر سے کچھ حرکت کی آوازیں بھی آئیں۔ پھر دروازے کے تالے کے کھلنے کی آواز بھی اندر سے آئی۔ اور دروزہ کھلا۔ اور دروازہ جب کھلا تو سامنے کوئی اور نہیں میرے پیارے حضور کھڑے تھے۔

''تم جلدی آ گئے ہو؟ چلو آ ؤ پھر!''

میں تو بالکل تیار نہیں تھا۔ نہ اتنی جلدی ملاقات کے لئے نہ اس منظر کے لئے۔ میں اپنے کاغذات کو جیسے تیسے اٹھا کر لپکا اور حضور کے پیچھے پیچھے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری سے ہوتا حضور کے دفتر میں داخل ہو گیا۔ سانس کے اکھڑنے سنبھلنے کے درمیانی مراحل میں اپنی گزارشات پیش کرتا رہا۔ رہنمائی عطا ہوتی رہی۔ اور اُس روز یہ بھی دیکھ لیا کہ حضور کس قدر جلد اپنے دفتر میں تشریف لا چکے ہوتے ہیں۔ اور دفتر کیسا جناب؟ حضور جہاں ہیں، وہیں دفتر لگا ہے۔ اوپر اپنی لائبریری میں ہوں، یا گھر کے کسی اور کمرہ میں، معلوم یہی ہوا کہ دیر تک ڈاک دیکھنے اور اس پر ہدایات دینے کا عمل جاری رہتا ہے۔

جس روز بیت الفتوح کمپلیکس کو آگ لگی، اس روز ظہر کے فوراً بعد یاد فرمایا تھا۔ یعنی دفتر سے اٹھے ہوں گے، نماز پڑھائی ہوگی، اور پھر یاد فرمایا ہوگا۔ میں جب تک مسجد فضل پہنچا، حضور دفتر سے تشریف لے جا چکے تھے۔ مگر دس منٹ کے اندر اندر حضور واپس دفتر میں تشریف فرما تھے۔

ابھی کچھ دن پہلے موسمی اثرات سے طبیعت ناساز ہوئی۔ کچھ دن حضور نمازوں پر مسجد تشریف نہیں لائے۔ جمعرات کی شام اس گھبراہٹ میں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری حاضر ہوا کہ معلوم ہو کہ کل جمعہ کی کیا صورت ہوگی۔ اگر حضور خطبہ ارشاد فرمائیں گے تو مسجد فضل سے یا مسجد بیت الفتوح سے؟ میں حاضر ہوا تو حضور کے دفتر کے باہر نصب لائٹ روشن تھی۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس لائٹ کو روشن دیکھ کر دل اور دماغ بھی کس طرح روشن ہو گئے۔ حضور دفتر میں مصروفِ کار تھے۔ جان میں جان تو آئی ہی، مگر ساتھ یہ بھی خیال دل کو جھنجھوڑ کر رکھ گیا، کہ طبیعت ناساز بھی ہے تو بھی حضور اپنے مولا کی طرف سے سپرد کام میں مصروف ہیں۔

عشاء کے بعد بھی دفتر کے باہر نصب یہ لائٹ کئی مرتبہ روشن دیکھی ہے۔ یہ تو دفتری اوقات کا تذکرہ ہے (یعنی ہمارے دفتری اوقات کا)۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد حضور دفتر میں ہوں یا گھر پر تشریف فرما ہوں، رات گئے تک کام ہی کام ہے۔ کئی مرتبہ رات کو ڈاک دیکھنے اور رات گئے گئے کسی مطالعہ کا ذکر فرمایا۔ سو معلوم ہوا کہ معمول کے کام کہیں تھمتے ہی نہیں۔

تو یہ معمول جو ہمارے سامنے ہے، اس سے کئی دفعہ خیال آیا کہ حضور سے پوچھنے کی جرات کروں کہ حضور، یہ ہفتہ وار خطباتِ جمعہ جو کم و بیش ایک گھنٹہ پر محیط ہوتے ہیں، یہ سارے خطابات جو کبھی پیس کانفرنس اور کبھی پارلیمنٹ اور کبھی کسی اجتماع اور کبھی کسی اجتماع میں ارشاد فرماتے ہیں، ان کی شانِ نزول پر کچھ روشنی عطا فرمائیے۔ ہمت نہیں ہوتی تھی۔ اور نہیں ہوئی تو کئی سال نہیں ہوئی۔ ایک روز کوئی ایسا لمحہ میسر آ گیا۔ میں نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔ ''حضور، آپ کا معمول کیا ہوتا ہے؟''

بڑے لطیف تبسم کے ساتھ فرمایا ''معمول؟ معمول کیا ہونا ہے! صبح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے۔۔۔''

اور یہ باب یہیں بند سا ہو گیا۔'' کچھ سو لیتا ہوں۔ پھر جاگ جاتا ہوں۔ کچھ کام کر لیتا ہوں اور بس''

مگر کچھ اور باتوں کو جمع کرتے کرتے ایک jigsaw میں نے خود جوڑا۔ جو تصویر ابھری وہ حیرت میں مبتلا کر دینی والی ہے۔ سو کچھ اس کا احوال سنتے چلیں۔

ایک روز میرے نصیب جاگے تو وہ چھوٹی پاکٹ سائز ڈائریاں دیکھنے

کی سعادت حاصل ہوئی جن کا اوپر ذکر گزرا ہے۔حضور ورق پلٹتے جاتے اور بتاتے جاتے۔ ہر صفحہ نہایت باریک خط میں حضور کے دستِ مبارک سے کی گئی تحریر سے پُر۔کوئی اسے عام طور پر تحریر کرے تو شاید ہر چھوٹا سا صفحہ جو بمشکل ہتھیلی بھر کا ہے، پورے بڑے کاغذ پر محیط ہو جائے۔

فرمایا ''یہ میرے نوٹس ہیں۔۔۔جلسہ جرمنی 2015 آخری دن کا خطاب۔۔۔اجتماع وقفِ نو۔۔۔پارلیمنٹ سے خطاب 2008۔۔۔یہ جامعہ کے کانووکیشن کے نوٹس، مگر یہ میں ساتھ لے کر نہیں گیا تھا۔۔۔وہیں جو ذہن میں آتا گیا، کہہ دیا۔۔۔''

کئی خطابات، کئی خطبات کے نوٹس۔ ایک خزانہ جو نہایت سادہ سی چھوٹی سی ڈائریوں میں محفوظ ہے۔فرمایا کہ ''اس طرح کی کئی ڈائریاں بھری ہوئی میرے پاس اوپر پڑی ہیں۔ پہلے میں کاغذ پر ہی نوٹس لے لیا کرتا تھا، اب ان میں لکھتا جاتا ہوں''۔

جانے کس وقت یہ خزائن یکجا کئے جاتے ہوں گے۔کون سے مبارک وہ لمحات ہوں گے جب ذہنِ مبارک پر کوئی خوش قسمت خیال یوں روشن ہوتا ہوگا کہ حضور اپنے دستِ مبارک سے اسے رقم فرمالینے کے لائق خیال فرماتے ہوں گے۔

پھر ایک روز خطبہ کی شانِ نزول کا بھی بیان ہوا۔وہ حالت تو یا حضور خود جانتے ہیں یا آپ کا خدا جانتا ہوگا، مگر ان خطبات کے مبارک الفاظ کے ظہور پر سے کچھ پردہ ایک روز ازراہِ شفقت اٹھایا، تو میں نے جھانک کر نظروں اور دل کی تسکین کا سامان کیا۔

فرمایا کہ ''میں جمعرات کی صبح خطبہ پر کچھ غور کرنا شروع کرتا ہوں۔ حوالے ڈھونڈتا ہوں۔ اگر حوالے پہلے سے ہوں تو کچھ ابتدائی نوٹس بنالیتا ہوں۔دوپہر کی نماز تک۔۔۔''

یہ ذکرِ خیر بھی طلوع ہوتا ہوتا جمعرات کے روز کی نمازِ ظہر پر آکر رک گیا۔

پھر کسی اور موقع پر فرمایا کہ جمعرات کی رات کو خطبہ پر کچھ کام کر لیتا ہوں۔اور اس موقع پر بھی بات جمعرات کی رات پر جا کر ٹھہر گئی۔

پھر ایک موقع پر فرمایا کہ ''خطبہ کے لئے جاتے جاتے بھی خطبہ کے نوٹس میں ترمیم کرتا رہتا ہوں''

اب یہاں یہ یاد رہے کہ معمول کے کام جو ہم ظاہر میں دیکھ رہے ہیں سب جاری ہیں۔ڈاک ہے، دفتری ملاقاتیں ہیں، انفرادی ملاقاتیں ہیں، سب کچھ چلتا چلا جارہا ہے، مساجد کے افتتاح ہیں، تقاریب سے خطاب ہیں، کلاسیں ہیں، طلبا کی رہنمائی ہے، مجالسِ عاملہ سے ملاقاتیں ہیں۔تو یہاں تک اس jigsaw کے جتنے ٹکڑے میسر آئے، انہیں جوڑا تو یہ ساری تیاری کل ملا کر کچھ گھنٹوں سے زیادہ کی تصویر نہ بنی۔تو یہ سب انقلاب انگیز فرمودات جو آپ اپنی جماعت بلکہ کُل انسانیت کی بہبود کے لئے عطا فرماتے ہیں، ان پر چند ہی گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔میرا خیال تو تھا کہ کئی دن لگ جاتے ہوں گے۔مگر ابھی حیرت کی اور منزلیں باقی تھیں۔آیئے، میرے ساتھ اس حیرت کا لطف اٹھایئے۔

ایک اور تجسس تو ہمیشہ سے تھا ہی۔ اور وہ یہ کہ صرف حوالہ جات ہی ڈھونڈنے ہوں، تو وہ بھی کئی پہر کے متقاضی ہوتے ہیں۔اپنا تجربہ بھی یہی ہے، اور باقی کہنہ مشق حوالہ جات کی تخریج کرنے والے احباب کا بھی یہی کہنا ہے۔مگر یہی تو ہماری کوتاہی ہے کہ ہم اپنے وقت، اپنی محنت، اپنی تدبیر، اپنی سوچ کے پیمانہ پر خلیفۃ المسیح کے وقت اور تدبیر کو جانچنے کی کوشش کرتے ہیں، اور بھول جاتے ہیں کہ یہ دو الگ دنیاؤں کی بات ہے۔شاید میرا تجسس پوشیدہ نہ رہا اور یہ عقدہ حضور نے کھول دیا۔حضور کی نگاہِ مبارک تو دور تک دیکھ لیتی ہے۔شاید میرا یہ تجسس اس روز کہیں پڑا ہوا نظر آیا۔اور میرے اس معصوم جذبے کے بخت جاگ اٹھے۔

''خطبہ کے لئے اور خطابات وغیرہ کے لئے مجھے بہت سے حوالے تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ میں نے اس کا حل نکال لیا ہوا ہے'' یہ فرما کر اپنے پاس رکھی دو کتب اٹھائیں، اور ان میں سے ایک کا انڈیکس کھولا۔ یہ کتاب تھی ''مرزا غلام احمد قادیانیؑ : اپنی تحریروں کی رو سے''۔ اس کا انڈیکس دیکھنے کے لئے عطا فرمایا۔ مجھے یہ ریاضی کا کوئی گھمبیر فارمولا معلوم ہوا۔کہیں کچھ حروفِ مخفف درج تھے اور کہیں کچھ ہندسے انگریزی

طرز پر، کچھ رومن ہند سے۔ ''بھلا کیا ہے؟''

صاف عرض کر دی کہ کچھ معلوم نہیں۔ پھر فرمایا کہ ''یہ دیکھو۔۔۔اسلام میں نبوت کا موضوع ہے۔۔۔(شیلف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہاں جا کر Essence of Islam کی تیسری جلد اٹھاؤ''۔ میں نے ڈھونڈ کر اٹھالی تو فرمایا کہ ''اب اس کے صفحہ 125 پر جاؤ۔۔۔کیا لکھا ہے؟'' عرض کی کہ ''یہاں لکھا ہے Prophethood in Islam''

پھر ایک اور جلد میں سے ایک اور صفحہ تلاش کرنے کا ارشاد ہوا۔ پھر ایک اور۔ فرمایا ''میں نے تو اپنے لئے حوالوں کی تلاش یوں آسان کر لی ہوئی ہے۔ حوالے بھی مل جاتے ہیں۔ ان کے ترجمہ پر بھی وقت نہیں لگتا۔ میرا وقت بچ جاتا ہے۔ پھر اور تفصیل دیکھنی ہو تو روحانی خزائن کے انہی صفحات کے آگے پیچھے مل جاتی ہے''۔

اور پھر روحانی خزائن کے سیٹ کی طرف نظر اٹھا کر جب میں نے دیکھا ہے، جا بجا کئی رنگ کی نشانیاں لگی ہیں۔

پھر ایک روز کاغذات کے اس پیڈ پر نظر پڑی جو حضور نے لینڈ سکیپ رخ پر کلپ سے یکجا کر کے رکھے ہوتے ہیں۔ اس روز اس کے کئی صفحات پیچھے مڑے ہوئے تھے جیسے لکھ کر ان صفحات کو الٹ کر اگلے صفحہ پر پہنچا جاتا ہے۔ اور جو صفحہ سامنے تھا، اس پر حضور انور نے دستِ مبارک سے اسی رخ کچھ تحریر فرمایا ہوا تھا۔ وہ بھی کوئی مبارک گھڑی تھی جب پوچھنے کی جسارت کر لی کہ ''حضور، یہ اس رخ کیا لکھا ہے، اور اتنا زیادہ؟''

اس پر فرمایا کہ یہ خطبہ جمعہ کا متن ہے۔ حضور خطبہ تحریر فرما رہے تھے۔ فرمایا ''میں اپنا خطبہ خود اپنے ہاتھ سے لکھتا ہوں۔ آیات بھی سب خود اپنے ہاتھ سے لکھتا ہوں، مگر مسجد جاتے جاتے بھی خطبہ میں کہیں تبدیلی کرنی ہو تو راستہ میں ہی کر لیتا ہوں''۔

حیرت کی عجیب کہانی ہے۔ کس وقت یہ سب تحریر فرماتے ہوں گے۔ کچھ سمجھ نہ آیا۔ پھر خیال آیا کہ جس طرح حضور کے پڑھنے کی رفتار میں خدا تعالیٰ نے خاص برکت عطا فرمائی ہے، اسی طرح تحریر کی رفتار میں بھی کوئی خاص برکت عطا ہوئی ہے۔ پڑھنے کی رفتار کا بھی اندازہ نہ تھا، مگر جب ہوا تو وہ حیرت اور استعجاب کی ایک الگ داستان ہے۔

ایک روز حضور انور کی خدمت میں ایک دستاویز دوپہر کی ڈاک میں بھیجی۔ لمبی تحریر تھی۔ یہ ڈاک کے اس انبار کے ساتھ اندر گئی تھی جو روزانہ بعد دوپہر پیش ہوتا ہے۔ کچھ ہی دیر میں دفتر پی ایس سے فون آ گیا کہ تحریر ملاحظہ ہو کر آ گئی ہے، آ کر لے جائیں۔ میں نے جب اس دستاویز کو

غزل

چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی



اندھیرا روشنی سے ڈر رہا ہے
مگر سورج کا چرچا کر رہا ہے

تمہارے نام کا تھا ذکر جس میں
وہ مضمون سب سے بالا تر رہا ہے

مبارک ہو ہمیں اُلفت کا الزام
یہ سہرا بھی ہمارے سر رہا ہے

صدی کے سر پر اُبھرا ہے جو ڈھل کر
وہ چہرہ آنسوؤں سے تر رہا ہے

یہی زندہ رہے گا در حقیقت
جو لمحہ مسکرا کر مر رہا ہے

دلِ ناداں کو بھی اب قتل کر دو
یہی اِک شہر میں کافر رہا ہے

عدو جو بن رہا ہے آج اپنا
یہ کل تک غیر کا دلبر رہا ہے

علی المرتضیٰؓ کے شہسوارو!
وہ دیکھو سامنے خیبر رہا ہے

چھلک جائے گا وقت آنے پہ مضطرؔ!
یہ برتن قطرہ قطرہ بھر رہا ہے

دیکھا، جو ایک پلندے سے کم نہ تھی، تو حضور نے اسے بغور پڑھ کر اس پر ازراہِ ذرہ نوازی ایک طویل نوٹ بھی رقم فرمایا ہوا تھا۔ اندر مختلف مقامات پر اصلاحات تھیں۔

ایک مرتبہ تہیہ کیا کہ آج جو تحریر بھیج رہا ہوں، وہ ہے بھی طویل، حضور کا وقت بھی لگے گا اس لئے اتنی توجہ سے بار بار دیکھ کر بھیجی جائے کہ اس میں ایک بھی ٹائپنگ وغیرہ کی غلطی نہ ہو، مبادا کوفت کا باعث بنے۔ کئی دفعہ تسلی خود بھی کی۔ اوروں سے بھی کروائی۔ حضور کی خدمت میں یہ تحریر صبح پیش ہوئی تو شرفِ باریابی پا کر دوپہر تک واپس آ چکی تھی۔ سرِ ورق پر ازراہِ شفقت ایک طویل نوٹ تھا۔ اندر ایک ایک صفحہ دیکھا۔ کہیں کسی غلطی کی نشاندہی نہ تھی۔ بہت شکر ادا کیا کہ اس مرتبہ ایسی کوئی غلطی نہ گئی جو حضور کے لئے کوفت کا سامان کرتی۔ اس خوشی کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے دوبارہ ہر صفحہ دیکھا۔ اب کے جو دیکھا تو اختتام سے کچھ پہلے کے ایک صفحہ پر ایک جگہ ''تھے'' کی بجائے ''تھی'' لکھا گیا تھا۔ یہ غلطی اوجھل رہ گئی تھی۔ حضور نے ازراہِ شفقت اپنے قلم سے اس کی اصلاح فرمائی ہوئی تھی۔ نشان چونکہ پینسل کا تھا، اس لئے فوری نظر نہ آیا تھا۔ مگر حضور انور نے اتنی جلدی پڑھا، سارا پڑھا اور اتنی باریک غلطی کو بھی نوٹ کر کے اسے نشان زد فرمایا۔

تو خطبہ جمعہ کی بات چل رہی تھی۔ اس کا وقت کہاں سے اور کب نکلتا ہے، اس حیرت کی کہانی میں یہ دیکھنے کا موقع بھی اللہ کے فضل سے میسر آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے وقت میں کس قدر برکت رکھ دی ہے۔ دفتر میں جو چیز ہے، اپنی جگہ پر ہے اور گویا خدمت پر مامور ہے۔

وہاں داہنے ہاتھ جو ایک الیکٹرانک ڈکشنری پڑی ہے۔ متعدد مرتبہ دیکھنے کا موقع ملا ہے کہ جہاں کسی لفظ پر ذرا سا بھی اشتباہ ہوا، یا اس کے تلفظ کے بارہ میں تصدیق درکار ہوئی، حضور نے اس ڈکشنری کو استعمال فرمایا۔ مثلاً ایک موقع پر فرمایا کہ ''میں اکثر اپنی تقریروں میں کہتا ہوں کہ خطبہ میں بیان ہونے والی باتوں کی جگالی کرتے رہا کریں۔ انگریزی میں اس کے لئے لفظ پتہ ہے؟''

عرض کی کہ جی نہیں حضور، مجھے نہیں معلوم۔

حضور نے فرمایا کہ اسے انگریزی میں cud کہتے ہیں۔ پھر اس ڈکشنری میں یہ لفظ تلاش فرمایا۔ اس کا تلفظ سنایا۔ اس کا معنی پڑھ کر مجھے سمجھایا، اور ساتھ فرمایا کہ ''دیکھو، دوسرا مطلب وہی ہے جو میں کہتا ہوں۔ انگریزی میں بھی یہی محاورہ ہے think or talk reflectively''

تو اگرچہ دفتر میں لغات تو اور بھی بہت سی موجود ہیں، مگر اس الیکٹرانک ڈکشنری کو حضور انور کی خدمت کرتے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔

کئی دفعہ یہ بھی دیکھنے کا موقع میسر آیا ہے کہ حضور کچھ تحریر فرما رہے ہیں۔ قلم متواتر چلتا چلا جا رہا ہے۔ چلتے چلتے قلم نے دم توڑ دیا یعنی اس کی روشنائی ختم ہو گئی۔ بغیر کسی وقفہ کے یا تو دوسرا قلم اٹھایا اور تحریر کے سلسلہ کو بلاتوقف جاری رکھا، یا پھر ساتھ ہی دراز کھولی، اس میں سے نیا cartridge نکالا، اور ہدایات ارشاد فرماتے فرماتے اسے تبدیل کیا اور دوبارہ تحریر کے کام کا آغاز ہو گیا۔ یہ کارٹرج ایک ہی دراز، ایک ہی جگہ سے نکلتے دیکھے۔ مجال ہے ایک ثانیہ بھی ضائع ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے وعدہ کیا کہ آپؑ کا وقت ضائع نہیں ہوگا۔ آپؑ کے خلفا کو آپؑ کی ذمہ داریاں سونپیں تو اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں کے وقت کی حفاظت کا انتظام بھی فرما دیا۔

کچھ سال قبل میں نے دفتری ملاقات کی درخواست کر رکھی تھی۔ مگر جس روز ملاقات تھی، اس روز صبح بیدار ہوا تو نزلہ اور کھانسی کی شدید شکایت تھی۔ مجھے اس حالت میں حاضرِ خدمت ہونے میں انقباض تھا مبادا حضور کے لئے بھی تکلیف کا سامان کر آؤں۔ مگر ملاقات کی منظوری آ چکی تھی۔ از خود غیر حاضر تو نہ ہو سکتا تھا۔ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں حاضر ہو گیا اور پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے گزارش کی کہ حضور کی خدمت میں عرض کر دیں کہ ملاقات کے لئے حاضر تو ہوں، مگر کھانسی کی شکایت ہے اور یوں حاضر ہونے میں انقباض ہے۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے میری عرض حضور کی خدمت میں پیش کی۔ حضور کے دفتر سے نکل کر مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں حاضر ہوا تو حضور نے بڑی محبت سے فرمایا کہ ''کام

تو چلتے ہی رہتے ہیں''۔ ساتھ ہی پشت پر پڑے کیبنٹ کے اوپر سے lozenges کا ایک پیکٹ عنایت فرمایا اور بڑی محبت سے فرمایا ''یہ کھالو، کچھ جراثیم تو کم ہوں گے''۔ وہ کھانسی جو دم بھر کو بولنے نہ دیتی تھی، ساری ملاقات کے دوران دبی رہی۔ بعد میں بھی آرام بہت جلد آ گیا۔

اب کچھ روز قبل جب موسمی اثرات سے حضور انور کو کھانسی کی تکلیف ہوئی تو خاکسار ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ حضور نے گفتگو کے دوران پلٹ کر اپنے لئے lozenges اٹھائے تو ایک گولی اس غلام کو بھی عنایت فرمائی۔ یہ گولیاں اسی جگہ پر تھیں جہاں سے کئی سال پہلے، اسی محبت سے عنایت فرمائی گئی تھیں۔ غرض جو چیز جہاں ہے، وہاں ہے اور حضور کا وقت ایک ثانیہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ ضائع نہیں ہونے دیتا۔

اب اس ٹی وی کا بھی ذکر کرتے چلیں کہ وہ بھی اس معمور الاوقات ہستی کے وقت کی اہمیت کی ایک داستان لئے ہوئے ہے۔ یہ ٹی وی اور ڈی وی ڈی پلیئر حضور کے بالکل سامنے والی دیوار کے شیلف میں ہیں۔ گزشتہ مضامین میں ذکر گزرا ہے کہ حضور کی خدمت میں کسی پروگرام پر رہنمائی کی درخواست کی جائے تو حضور انور اگر پسند فرمائیں تو اسے چلانے کا ارشاد فرماتے ہیں۔ جب پہلی دفعہ ایسا حکم ہوا تو مجھے معلوم نہ تھا کہ ایسے میں کیا کرنا ہے۔ کہاں سے ٹی وی چلے گا، ڈی وی ڈی پلیئر کیسے چلے گا، کہاں سے اس کی ٹرے کھلے گی۔ سامنے کوئی ریموٹ کنٹرول بھی نظر نہ آتا تھا اور نہ بظاہر کہیں بٹن نظر آ رہے تھے (ہوتے بھی تو ان ہوش ربا لمحات میں یہ سب کس کو سجھائی دیتا ہے)۔ حضور کی طرف دیکھا تو حضور اپنے داہنے ہاتھ پڑے ہوئے درازوں میں سے 2 ریموٹ کنٹرول نکال رہے تھے۔ مجھے حکم تھا کہ ''وہاں لگاؤ'' سو میں سمجھا کہ یہ ریموٹ میں نے استعمال کرنے ہیں اور پروگرام چلانا ہے۔ ہاتھ بڑھایا مگر ساتھ ہی ارشاد ہوا ''نہیں، میں خود یہاں سے چلاتا ہوں۔ میں نے اپنے حساب سے سیٹنگ رکھی ہوئی ہے۔ کہیں سیٹنگ ہی نہ بدل جائے، پھر میرا وقت ضائع ہوتا ہے''۔

اس کے بعد یہ ریموٹ بھی ہر بار ایک ہی مقام سے نکلتے دیکھے۔ یہ بھی



غزل

عاصی صحرائی

دم دم کروں میں حمدیں تیری، تُو نے دیئے ہیں لب
کیسے شکر ادا ہو تیرا مخلوقات کے رب
خاک بھی تیری، بیج بھی تیرے، سارے پھل بھی تیرے
بن تیرے اِن سب کھیتوں کا، کون ہے اور سبب !
سانس بھی حمد ہے کرتی تیری، خون میں حمد رواں
جسم کا میرے روم روم بھی بھولا تجھ کو کب !
آنکھوں میں ہے نیند بھی تیری ، تیرے حکم سے جاگوں
اُجلی اُجلی صُبحیں تیری، تیری ہی ہر شب
خطا سے اپنی ہو جاتا ہے جب بندہ مغموم
دل میں اُس کے میرے مولیٰ تُو ہی بھرے طَرَب
اِنسانوں کی سنے دعائیں ہر ستّت ہے اعلیٰ
اِذن سے تیرے انسانوں کے بدلے دیکھے ڈھب
شکر ہے تیرا نام عاصیؔ کا رکھا تُو نے اونچا
تیرے رحم کرم سے اللہ میرا نام و نَسَب

۞۞۞۞۞۞۞

ہر دفعہ دیکھا کہ میرے ٹی وی تک پہنچنے سے پہلے ڈی وی ڈی پلیئر کی ٹرے کھل چکی ہوتی ہے، پھر پروگرام چلتا ہے۔ حضور اپنے سامنے رکھے کاغذات، خطوط، تحریر کے کام میں مستقل منہمک ہوتے ہیں، جہاں کوئی بات اصلاح طلب ہوئی اسے سن کر ہدایت ارشاد فرمائی۔ کہیں دوبارہ سننا پسند فرمایا تو فوری طور پر پیچھے کیا اور مطلوبہ حصہ دوبارہ سماعت فرمالیا۔ پھر جب اس پر ہدایات ارشاد ہو گئیں تو میرے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ ٹرے کھلی ہوتی ہے، میں ڈی وی ڈی نکالتا ہوں۔ کبھی ارشاد ہوتا ہے کہ جو پہلے لگی ہوئی تھی وہی لگا دو۔

تو بات چل رہی تھی خطبہ جمعہ کی۔ اس روز معلوم ہوا کہ تمام خطبہ حضور

اپنے دستِ مبارک سے رقم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضور کو صحت کے ساتھ سلامت رکھے۔ اللہ تعالیٰ روح القدس سے ہمارے آقا کی تائید ونصرت فرمائے۔

پھر یہ تو صرف خطبہ جمعہ ہے۔ خطابات کا بھی یہی احوال بیان فرمایا۔

پھر ایسی خوش بخت گھڑیاں بھی آتی ہیں جب ان خطبات اور خطابات میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے نظارے جو حضور نے دیکھے، ان نظاروں کے کچھ رنگوں کی ایک جھلک دکھا کر مجھ غریب کو عمر بھر کے لئے ممنون ومشکور فرما دیتے ہیں۔

ایک روز جلسہ سالانہ جرمنی کا کچھ ذکر فرمایا۔ فرمایا کہ ''میں لجنہ سے خطاب کی تیاری کر رہا تھا۔ کچھ لکھا تھا مگر اس کے بعد بات رک گئی تھی۔ آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔ میں نے وہیں چھوڑ دیا۔ اتنے میں میرے بھائی ڈاکٹر مرزا مغفور احمد آئے۔ اور کسی تقریب میں کسی جرمن شہر کے میئر کے کسی بات کا ذکر کیا۔ میری تقریر جہاں رکی ہوئی تھی، وہیں سے اس کا سرا مل گیا اور میئر کی اسی بات کو لے کر اس پر تبصرہ کر کے میری بات مکمل ہو گئی اور میں نے جا کر لجنہ سے خطاب کر لیا''۔

ایک مرتبہ کسی مسجد کے افتتاح کی تقریب پر ایک پروگرام پر ہدایت کی درخواست کی تھی۔ حضور نے ہدایت ارشاد فرمادی تو عرض کی کہ حضور، اب تو اللہ کے فضل سے مساجد کے افتتاح ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ آپ کس طرح ہر تقریب کے لئے خطاب تیار کر لیتے ہیں۔ بعض دوروں میں تو ایک تقریب کے بعد دوسری تقریب ہوتی ہے۔ فرمایا

''جب باہر کے مہمان اپنی اپنی تقریریں کر رہے ہوتے ہیں۔ اس میں اپنے شہر یا علاقہ کے مسائل اور حالات وواقعات کو بیان کرتے ہیں۔ اب یہ واقعات تو ہر شہر کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ تم نے دیکھا نہیں ہے، میں ساتھ ساتھ کچھ لکھ رہا ہوتا ہوں۔ تو بس انہی کی باتوں سے کوئی بات یا کچھ باتیں لے کر انہی پر بات کر لیتا ہوں''۔

حضور کا جامعات کے فارغ التحصیل ہونے والی کلاس سے خطاب ایک الگ رنگ لئے ہوئے ہوتا ہے۔ جیسے ایک باپ اپنی اولاد کو کسی مشن پر روانہ کرنے سے پہلے اسے نصائح کر رہا ہو۔ اور پھر یہ باپ تو جرنیل بھی ہے۔ کمان بھی اسی جرنیل کے ہاتھ میں ہے۔ یہ نصائح اور انہیں بیان کرنے کا انداز ایک نہایت نورانی رنگ رکھتا ہے۔

آسماں کی ہے زباں، یارِ طرحدار کے پاس

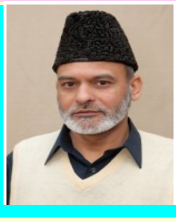
ایک روز حاضرِ خدمت تھا۔ ایک روز قبل حضور نے جامعہ یوکے کے فارغ التحصیل طلبہ سے خطاب ارشاد فرمایا تھا۔ اللہ نے فضل کیا اور مجھے اپنے اس احساس کے اظہار کا موقع میسر آ گیا۔ میری عرض سن کر فرمایا ''جاتے ہوئے تو پتہ نہیں تھا کہ کیا کہنا ہے۔ ایک دو باتیں ایک کاغذ کے پرزے پر لکھ لی تھیں۔ پھر ان طلبا دیکھ کر جو جو ذہن میں آتا گیا، کہتا گیا''۔ اور وہ خطاب کیا تھا، وہ واقعی الوہی رنگ لئے ہوئے کلمات تھے جو حضور کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئے تھے۔

کئی مواقع پر یوں ہوا کہ حضور کے کسی خطاب کی تعریف کی تو حضور نے فرمایا کہ ''میں کونسا کوئی مقرر ہوں۔ نہ میں نے کالج میں کبھی debate وغیرہ میں حصہ لیا اور ویسے بھی کبھی تقریر کم ہی کی تھی''۔ میں عرض کرنے کی مجال نہ رکھتا مگر ہر ایسے موقع پر سوچتا رہ جاتا کہ ''حضور، مقرر اور کیسے ہوتے ہیں؟ اور یہ کہ جو تاثیر ہے، وہ کسی مقرر کو کہاں نصیب؟'' مگر ایسے جملے تخیل میں تو باندھے جاسکتے ہیں، عرض کرنے کی مجال کہاں۔

حضور انور کی والدہ حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ کا انتقال ہوا، تو حضور نے خطبہ جمعہ میں بڑے پرسوز انداز میں اپنی پیاری والدہ کا ذکرِ خیر فرمایا۔ خطبہ کے تقریباً آخر پر فرمایا کہ خلافت کے بعد تو ان کے تعلق میں ایک اور ہی رنگ آ گیا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ ہر دورہ سے پہلے وہ بتاتی تھیں کہ وہ حضور کے لئے دعا کر رہی ہیں۔ ساتھ حضور نے فرمایا ''ان کو پتہ تھا میری حالت کا۔ ماں سے زیادہ تو کوئی نہیں جانتا۔ میرے انداز کا بھی پتہ تھا۔ بات مختصر کرتا ہوں، تھوڑی کرتا ہوں، بولتا کم ہوں۔ ہمیشہ یہی کہا کرتی تھیں کہ اللہ تمہاری زبان میں، تقریروں میں برکت ڈالے۔ اور خاص طور پر یہ تھا کہ میں نفل بھی پڑھ رہی ہوں اور سجدوں میں ہر نماز میں دعا بھی کرتی تھیں۔۔۔''

جنہوں نے ربوہ میں اس دور کا کچھ نہ کچھ حصہ پایا جب حضور ناظرِ اعلیٰ اور امیر مقامی تھے، وہ سب جانتے ہی ہیں کہ حضور کو تقریر کا تجربہ کس قدر تھا۔ ربوہ میں جمعہ کے مرکزی اجتماع میں خطبہ جمعہ کے لئے ہمیشہ آپ نے کسی نہ کسی کی ذمہ داری لگائے رکھی۔ کبھی کوئی عالمِ دین کبھی کوئی۔ مسجد مبارک کی نمازوں میں بھی یہ ذمہ داری مختلف علما کے سپرد فرماتے رہے۔ جنازہ اور نکاح بھی شاید صرف تبھی جب خلیفۂ وقت کی طرف سے ارشاد موصول ہو گیا اور اس کی تعمیل کو فرض اور سعادت جانا۔ پاکستان بھر میں بالعموم اور ربوہ میں بالخصوص جماعتی تقاریب منعقد ہوتی رہتیں۔ آپ کو مدعو کرنا سب اپنے لئے باعثِ خیر و برکت خیال کرتے۔ آپ تشریف تو لے جاتے، مگر کبھی کوئی طویل تقریر نہ کی۔ فضلِ عمر ہسپتال کے ایک ونگ کے افتتاح کے موقع پر آپ مہمان خصوصی تھے۔ ہسپتال کے ایک اہلکار نے تقریر کی اور حقائق وغیرہ بیان کئے۔ اس کے بعد مہمانِ خصوصی کو دعوت دی گئی تو حضرت صاحبزادہ صاحب (ایدہ اللہ تعالیٰ) نے جو فرمایا اس کا مفہوم یہ تھا کہ تقریر تو آپ نے سن ہی لی ہے، آئیں دعا کر لیں۔ باقی تقاریب کا احوال بھی کم و بیش یہی ہوتا۔ بہت ہوا تو چند جملوں کا اضافہ، وہ بھی بہت مختصر (مگر جامع)۔ جنہیں حضور انور سے خلافت سے قبل گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے، وہ گواہ ہیں کہ حضور کی گفتگو بڑی رواں، بہت شگفتہ، بہت دلچسپ اور بہت ایمان افروز ہوتی تھی۔ جس کی گفتگو میں یہ سب شمائل موجود ہوں، وہ بہت اچھا مقرر بھی ہوتا ہے۔ مگر پبلک میں آپ کم کم ہی بولتے۔

خطبۂ جمعہ ہی کے ذکر میں ایک روز حضور نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ وہ یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورِ خلافت کا پہلا جلسہ سالانہ تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی اور لنگر خانہ میں ڈیوٹی تھی۔ ڈیوٹی ختم ہوئی تو افتتاحی خطاب سننے جلسہ گاہ تشریف لے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس پہلے جلسہ کے پہلے خطاب میں فرمایا کہ رات تک اس خطاب کے لئے کوئی موضوع ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کی کہ اے اللہ، میں خود تو اس منصب پر نہیں بیٹھا۔ تو



غزل

مبارک احمد ظفر

اللہ کے فضلوں کا مورد جو بنی ہو گی
پھر عجز و نیازی سے وہ ذات جھکی ہو گی

مقبول ہوئی شب جو دربار الٰہی میں
آہوں سے سجی ہو گی اشکوں میں ڈھلی ہو گی

ہے راہ کٹھن لیکن رُکنے نہ قدم پائیں
مٹ جائے گی رستے کی جو روک کھڑی ہو گی

گر جذبہ طارق ہو اللہ پہ بھروسہ بھی
پھر دور بھی ہو منزل قدموں میں پڑی ہو گی

آباء سے پائی تھی جو میراثِ وفا ہم نے
تم چیر کے دل دیکھو رَگ رَگ میں پڑی ہو گی

اے دامنِ خالی تو اس در پہ صدا تو دے
پھر دیکھنا یہ جھولی فضلوں سے بھری ہو گی

بجھنے نہیں پائے گی، ہو گی وہ سدا روشن
وہ خونِ شہیداں سے جو شمع جلی ہو گی

اے رُوح کے بیمارو! گر مانو مسیحا کو
چل جائے گی بالآخر گر نبض رُکی ہو گی

لکھتے ہو ظفرؔ جو بھی اعجاز اسی کا ہے
اک پاک نگہ کوئی تم پہ بھی پڑی ہو گی

❁❁❁❁❁❁❁

نے ہی بٹھایا ہے۔ تو ہی کچھ سجھا دے ورنہ میں تو سورۃ الفاتحہ پڑھ کر کہہ دوں گا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے کوئی مضمون نہیں سجھایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دل میں اس مضمون کو کھول دیا جو اب بیان کروں گا۔

میرے لئے یہ واقعہ نیا تھا اور بہت ایمان افروز تھا۔ میں نے سمجھا کہ یہ بات یہیں تک تھی۔ مگر ازدیادِ ایمان کے سامان ابھی کچھ اور باقی

تھے۔اس کے بعد حضور نے فرمایا:''دیکھو، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تو کالج کے لیکچرر بھی رہے تھے۔ پرنسپل بھی تھے۔ روزانہ پبلک میں بولنا بھی پڑتا تھا۔ پھر صدر صدر انجمن احمدیہ بھی تھے۔شوریٰ سے بھی خطاب فرماتے رہے تھے۔صدر انصاراللہ کی حیثیت سے کئی دورہ جات کرنے پڑتے اور وہاں بھی خطابات ارشاد فرماتے۔ پھر بھی پہلے خطاب کے وقت یہ حالت تھی''۔

میرے لئے اب یہ واقعہ اور بھی ایمان افروز ہو گیا۔ اس پہلو سے تو اس واقعہ پر غور نہیں کیا تھا۔مگر ابھی حضور کی بات جاری تھی۔اس کے آگے ایک جملہ فرمایا۔مگر جناب! یہ جملہ کیا تھا، ہستیٔ باری تعالیٰ کا ایک زندہ ثبوت تھا۔فرمایا،''اب اُس کا سوچ لو جسے تقریر کا کوئی تجربہ ہی نہ ہو''

قارئین کرام، آیئے اس ارشاد کی تعمیل میں ہم مل کر شامل ہوں۔ آیئے اس آدمی کے بارہ میں سوچیں جس نے خلافت کے منصب پر بیٹھنے سے پہلے کبھی تقریر نہ کی تھی۔ جسے مقرر ہونے کا کوئی تجربہ تھا نہ دعویٰ۔

مگر کیا یہ وہی آدمی نہیں جسے اسلام کے پیغام کو عام کرنے کے لئے خدا نے خود چن لیا؟ کیا خدا کو نہیں معلوم تھا کہ اُس کا یہ بندہ کم سخن اور کم گو ہے؟ کیا شعلہ بیان مقرروں کی جماعت میں کوئی کمی تھی؟ مگر خدا تعالیٰ کیا تلاش کرتا ہے، وہ اس نے بتا دیا۔اس کے یہاں تو سب سے مکرم وہ آدمی ہے جو تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر ہو۔ پھر اس نے اپنے اس انتخاب سے بتا دیا کہ تقویٰ کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز اس وقت دنیا میں کون آدمی ہے۔

پھر اسی عالی مرتبت وجود کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لمس سے مسموح کر دیا۔ اسی وجود کی زبان میں تاثیر کے وہ جوہر رکھے جو کہیں اور دستیاب نہیں۔اسی وجود کے دھیمے اور نرم لہجے کے لئے دنیا کے دل میں وہ مقبولیت پیدا فرما دی جو بڑے بڑے شعلہ بیان مقرروں کے نصیب میں نہ ہو سکی۔اسی وجود کے ذریعہ دنیا کے کناروں تک اسلام کا پیغام عام ہوا۔ لاکھوں نہیں کروڑوں نے اسی زبانِ مبارک سے ادا فرمودہ الفاظ کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کو شناخت کیا۔اسی وجود سے مل کر بہت سے اسلام مخالف یہ کہہ اٹھے کہ اسلام اگر اصل میں یہ ہے جو انہوں نے بیان کیا، تو ہم غلط تھے، ہم غلط ہیں۔ یہ جو کہہ رہے ہیں، وہ غلط نہیں ہو سکتا۔اسی وجود کو ساری دنیا نے کبھی برطانوی حکومت کے ایوانوں میں اسلام کا پیغام دیتے سنا۔یہی وجود امریکہ کے سیاستدانوں کو حق کی تعلیم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ماننا ہے تو مان لو، نہیں ماننا تو نتائج کا انتظار کر کے دیکھ لو۔خود مان جاؤ گے۔ جہاں بڑے بڑے اسلامی سکالر اور لیڈر مغربی عمائدین کے سامنے مداہنت کی اوٹ میں چھپ گئے، وہیں اسی وجود نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر علی الاعلان انہیں بتایا کہ اسلام کی پردہ کی تعلیم جائز ہے، ضروری ہے، لازم ہے۔ ورنہ معاشرہ اخلاقی برائیوں کی آماجگاہ بن جائے گا۔ اسی وجود نے سیاسی طاقتوں کے سربراہوں کو براہِ راست خطوط لکھے اور انہیں راہِ راست کی طرف آنے کی دعوت دی۔ آپ ہی تو ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے اخبارات اور ٹی وی چینل آپ کا انٹرویو لینے کے لئے آپ سے وقت کی درخواست کرتے ہیں۔کیا عظیم الشان سطح کی بین الاقوامی تقریبات میں آپ کے خطاب کو سن کر بڑے بڑے لیڈر، سیاستدان، دانشور سب احتراماً اٹھ کر آپ کے کلمات پر داد و تحسین کا اظہار کرتے نہیں دیکھے گئے؟ پھر ان لوگوں نے اپنے تاثرات میں کیا کچھ نہیں کہا۔ کتنے ہی ہیں جو صرف آپ کے ارشاد فرمودہ ایک جملہ کو سن کر حلقہ بگوشِ اسلام احمدیت ہو گئے۔

ہم کون ہیں کہ کچھ سوچیں۔ ہم کیا جواب دیں۔ سب جواب تو وقت نے بزبانِ حال دے دیئے۔

ایک بار راہِ ہُدیٰ میں ایک کالر نے کال کر کے کہا کہ وہ جماعت احمدیہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ ان سے پوچھا کہ دل کس بات نے پھیر دیا؟ کہنے لگے میں بہت سے مولویوں کی تقریریں سن چکا تھا۔ بہت سے ٹی وی چینل دیکھتا تھا۔ بڑے بڑے علما بڑی بڑی شعلہ بیانی کے مظاہرے کر رہے ہوتے تھے۔ ایک روز ایم ٹی اے لگایا۔ آپ کے امام بڑے تحمل، بڑی بردباری، بڑے وقار سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو بیان کر رہے تھے۔ ان کے اندازِ گفتگو نے میرا دل موہ لیا۔ اور میں نے احمدی ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

لگتا تھا دیکھنے میں جو انسان کم سخن
جب بولنے پہ آیا، زمانہ پہ چھا گیا

❁❁❁❁❁❁



تقریر جلسہ سالانہ برطانیہ اگست 2022ء

دنیا میں امن وسلامتی کے لیے خلافت احمدیہ کی بین الاقوامی کوششیں

(ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز)

آج دنیا میں ایک بے یقینی اور خوف کی فضا ہے اور جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ عالمِ انسانیت کو اس وقت دیگر دنیاوی ضروریات کے ساتھ ساتھ امن وآشتی اور سکون کی جس قدر ضرورت ہے وہ شاید اس سے قبل کبھی نہیں رہی۔ دو عالمی جنگیں اور کروڑوں لوگوں کا خون بھی عالمی طاقتوں کو اَمن کی اہمیت باور نہیں کرا سکا اور تیسری عالمی جنگ کے خطرات پیدا ہو چکے ہیں۔ اس صورتِ حال میں امنِ عامہ کی کوششوں کی بجائے، دنیا میں اسلحہ و جنگ کی ترویج پہ کام ہو رہا ہے۔ صرف گزشتہ دہائی کے اعداد وشمار کا جائزہ لیا جائے تو ہزاروں لاکھوں بے گناہ، بے قصور تہ تیغ ہوئے، بے شمار زخمی ہو کر ہمیشہ کے لیے معذور ہو گئے۔ لاکھوں بے گھر ہوئے جن کے دکھوں کا درماں آج تک نہیں ہو سکا۔ المیہ یہ ہے کہ دنیا کی بڑی طاقتوں میں اس کا کوئی احساس نہیں۔ اس تناظر میں دنیا میں انسانیت کا ہمدرد اور اسکی بے لوث خدمت اور دعائیں کرنیوالا ایک مقدس ادارہ خلافتِ احمدیہ ہے۔ آج دنیا میں امنِ عامہ کی جس قدر کوششیں خلافتِ احمدیہ نے کی ہیں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں ہے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا وجودِ باوجود ہی ہے جو دنیا کو تیسری عالمی جنگ سے مدت سے مسلسل خبردار کر رہا ہے اور یہ تنبیہ کر رہا ہے کہ اگر آج طاقتور ملکوں نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو آنے والی نسلوں کو اس کا تاوان ادا کرنا ہو گا جو آج دنیا کو جنگی جنون کی صورت لاحق ہے۔ امن، صلح جوئی اور آشتی کی کوششیں کرنے والا ایک ہی عالمی رہنما ہے اور ہماری خوش قسمتی کہ ہم اس کے ماننے والے ہیں۔ مگر وہ جو اُسے نہیں مانتے، وہ اُن کیلئے بھی ایسے ہی درد رکھتا اور دعائیں کرتا ہے۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امن اور اس کا قیام جماعت احمدیہ کے جملہ مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ آنحضرت ﷺ نے آخری زمانہ میں آنے والے امام کی ایک ذمہ داری یہ بھی بیان فرمائی تھی کہ وہ جنگ وجدل کا خاتمہ کر دے گا۔ اور مذہب کی آڑ میں ہونے والی قتل وغارت کی بنیاد مٹا دے گا۔ حضرت اقدس بانیٔ جماعت احمدیہ نے فرمایا تھا:

فرما چکا ہے سیدِ کونین مصطفیٰؐ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا اِلتوا
جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
یہ حکم سُن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 78)

اگر ہم مسلم دنیا میں برپا فساد اور جنگوں کو دیکھیں تو اس کے پیچھے بنیادی وجہ اس زمانے میں تلوار کا جہاد جاری رکھنے کی تحریک ہے۔ اگر امتِ مسلمہ زمانے کے امام کی بات مان لیتی تو آج پوری مسلم دنیا امن کے حوالہ سے باقی دنیا کے لیے مثال ٹھہرتی۔ اس زمانے کے حصنِ حصین کو مانے بغیر اَمن کا قیام اور اس کا حصول محض دیوانے کا خواب ہے۔

بانیٔ جماعت احمدیہ اور قیامِ امن

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعودؑ نے امن عالم کے وہ شان دار اصول دنیا کے سامنے رکھے کہ جن پہ حقیقی امن اور سچی خوشحالی کی بِنا ہے۔ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے اس حوالہ سے دنیا کے سامنے ایک زرّیں اصول بیان فرمایا:

’’پس یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا

میں آئے۔خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑ ہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھا دی اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کردی۔ اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آگئی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔''

(تحفۂ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 259)

اس شان دار اصول پر اگر آج بھی دنیا قائم ہو جائے تو دنیا کے ایک بڑے حصہ میں امن اور صلح کی فصلیں پھولیں گی اور دنیا سے فساد اور شر کا خاتمہ ہوگا۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو امن عالم سے متعلق اتنی فکر تھی کہ آپ نے اپنی وفات سے صرف دو دن پہلے لکھی اپنی کتاب میں ہندوستان کی دو بڑی قوموں، مسلمان اور ہندوؤں کو امن و صلح کا یہ پیغام دیا کہ باوجود مذہبی اختلاف کے ہم سب انسان ہیں۔آپؑ نے فرمایا:

''اس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔''

(پیغامِ صلح، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ:439)

حضرت مسیح موعودؑ نے امن عامہ کے لیے جو کوششیں کیں۔آپ کی وفات 1908ء کے بعد سے، آپؑ کے خلفا نے بھی یہ سلسلہ گزشتہ صدی میں جاری رکھا اور یہ سلسلہ خلافت خامسہ میں بھی جاری وساری ہے۔سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خلافت کے وعدہ کے ساتھ یہ خوشخبری بھی دی:

وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا (النور:56)

کہ اللہ تعالیٰ اُن کے خوف امن میں بدل دے گا۔

خلافت احمدیہ پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے اس بات کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ کس طرح خلفائے مسیح موعودؑ مخلوقِ خدا کی دادرسی کرتے ہیں اور حقوق کی بابت کہیں وہ کسی بادشاہ یا حاکمِ وقت کی راہ نمائی کرتے دکھائی دیتے ہیں تو کہیں ملکوں کے قانون ساز اداروں پارلیمان میں خطاب کے ذریعہ اقوامِ عالم کو ظلم سے روکنے اور ہدایت کی طرف گامزن کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔کبھی اپنے خطبات میں مسلمانوں کو اصلاح اور آئندہ کے لائحہ عمل کی بابت آگاہی فراہم کرتے نظر آتے ہیں تو کہیں اپنے خطوط کے ذریعہ اسی امن کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے کوشاں دکھائی دیتے ہیں۔خلفائے احمدیت کا مطمحِ نظر بس یہی رہا ہے کہ خدا کی مخلوق کو سکون نصیب ہو اور ان کے دکھوں کا مداوا ہو۔ان پہ مسلط کردہ جنگوں کا اختتام ہو اور انہیں سکون کی گھڑیاں نصیب ہوں۔ان کے آفات و مصائب امن و سکون سے بدل جائیں، ان کی زندگیاں مشکلات کی پگڈنڈیوں سے نکل کر خوشحالی کی شاہراہ پہ گامزن ہوں اور زمانہ گواہ ہے اور ہم سب گواہ ہیں دنیا میں امن کا شہزادہ اگر کوئی ہے تو وہ جماعت احمدیہ کا رہنما، عالم اسلام کا درد رکھنے والا خدا کا یہ خلیفہ ہی ہے۔اللّٰھم ایدہ بروح القدس!

خلافتِ اولیٰ میں حضرت مسیح موعودؑ کی رحلت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ مسند خلافت پہ جلوہ افروز ہوئے اور حضرت اقدسؑ کے مشن کو جاری رکھا۔آپؓ نے دنیا کی ترقی اور خوشحالی کا سربستہ راز بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''تم امن پسند جماعت بنو دنیا کا کام امن پر موقوف ہے۔اور اگر امن دنیا میں قائم نہ رہے تو کوئی کام نہیں ہو سکتا۔جس قدر امن ہوگا۔اسی قدر اسلام ترقی کرے گا۔اس لئے ہمارے نبی کریم ﷺ امن کے ہمیشہ حامی رہے۔آپ نے طوائف الملوکی میں جو مکہ معظّمہ میں تھی اور عیسائی سلطنت کے تحت جو حبشہ میں تھی۔ہم کو تعلیم دی کہ غیر مسلم سلطنت کے ماتحت کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے۔اس زندگی کے فرائض سے ''امن'' ہے۔اگر امن نہ ہو تو کسی طرح کا کوئی کام دین و دنیا کا ہم عمدگی سے نہیں کر سکتے۔اس واسطے میں تاکید کرتا ہوں کہ امن بڑھانے کی کوشش کرو اور امن کیلئے طاقت کی ضرورت ہے۔وہ گورنمنٹ کے پاس ہے۔میں خوشامد سے نہیں بلکہ حق پہنچانے کی نیت سے کہتا ہوں کہ تم امن پسند جماعت بنو تا تمہاری ترقی ہو اور تم چین سے زندگی بسر کرو۔اس کا بدلہ مخلوق سے مت مانگو۔اللہ سے اس کا بدلہ مانگو۔اور یاد رکھو کہ بلا امن کوئی مذہب نہیں پھیلتا اور نہ پُھول سکتا ہے۔''

(حقائق الفرقان، جلد 4، صفحہ:454،453)

خلافتِ ثانیہ میں 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جماعت

احمدیہ کے خلیفہ منتخب ہوئے تو ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ آپ حضرت اقدسؑ کی دعاؤں کا حاصل اور پیشگوئی مصلح موعودؓ کے مصداق تھے۔ آپ کے دورِ خلافت میں آپ کی شبانہ روز کوششوں اور کاوشوں کے نتیجے میں خدا نے بہت سی روحوں کو امن وسکون سے سرفراز فرمایا۔ کیا ہندوستان اور کیا ہندوستان سے باہر کے علاقے، آپ کی شفقت اکنافِ عالم پہ محیط تھی۔ جنگ زدہ علاقوں میں خدمت خلق سے لے کر ظالموں کی قید میں مظلوم جانوں کی گردنیں آزاد کروانے تک، مذاہب عالم کے مابین ہم آہنگی اور باہمی احترام سے لے کر سیاسی کشیدگی میں فریقین کو سمجھانے تک، ہر محاذ پہ حضرت مصلح موعودؓ نے گرانقدر خدمات انجام دیں اور امن عالم میں وہ کردار ادا کیا جس کی نظیر ملنا محال ہے۔

دنیا میں بپا بے چینی اور فساد کی ایک بہت بڑی وجہ مذہبی عدم برداشت ہے اور تیسری دنیا کے ملکوں میں جاری کشیدگی کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی ہے۔ اگر ایک دوسرے کے بزرگان کا تذکرہ احترام سے کیا جائے تو امن کی ایسی فضا قائم ہو جس سے معاشرہ سکون میں آ جائے۔ اسی بنیاد کو حضرت مصلح موعودؓ نے ہندوستانی معاشرہ میں قائم کیا اور جلسہ ہائے سیرت النبی ﷺ کا آغاز کیا۔ جس کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ احمدیہ پلیٹ فارم سے تمام فرقوں اور تمام مذاہب کے لوگ آنحضرت ﷺ کی خوبیاں اور عظمتیں بیان کریں آپ کے پاکیزہ اخلاق کا تذکرہ کریں جس کے نتیجہ میں معاشرہ میں نیکی اور رواداری کا ماحول پیدا ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1928ء میں اس سلسلہ میں بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے جلسے ایک تسلسل کے ساتھ ہندوستان میں شروع کروائے۔

انہی جلسوں کی ایک برکت، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق، جلسہ پیشوایانِ مذاہب کی شکل میں ظاہر ہوئی اور جماعت نے یہ اہتمام کیا کہ ایک ہی سٹیج پر تمام مذاہب کے لیڈر اور مقررین اپنے اپنے پیشواؤں کے کارنامے اور خوبیاں بیان کریں۔ چنانچہ جماعت کے سالانہ پروگراموں کا ایک حصہ یومِ پیشوایانِ مذاہب پر مشتمل ہے اور یہ سلسلہ ایک منظم انداز سے ساری دنیا میں جاری وساری ہے۔ یہ امتیاز آج احمدیت کے علاوہ کسی جماعت کو حاصل نہیں۔ ان کے علاوہ بھی دنیا بھر میں جماعت کی بیوت الذکر اور مشن ہاؤسز میں ایسی خیرسگالی تقاریب منعقد ہوتی رہتی ہیں جن میں مختلف مذاہب کے لوگ خوشدلی سے شرکت کرتے ہیں جس سے نہ صرف باہمی اعتماد اور احترام کی فضا قائم ہوتی ہے بلکہ دنیا کو امن اور سکون نصیب ہوتا ہے اور اس کے پس پردہ کارفرما سوچ خلافت احمدیہ کی رہنمائی اور مخلوق خدا سے ہمدردی پہ مشتمل ہے۔

دنیا میں امن اور صلح جوئی کی کوششیں جماعت احمدیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ اور قومیں کرنے کی کوشش کرتی ہیں، لیکن ان کاوشوں کے پیچھے ذاتی یا گروہی مفاد کی کوئی نہ کوئی ایسی صورت پوشیدہ ہوتی ہے جس کے نتیجے میں بسا اوقات ان کی ساری کاوشیں یا تو رائیگاں جاتی ہیں یا پھر ان کے الٹ نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اقوام متحدہ اس کی بہت بڑی مثال ہے۔ دنیا میں قوموں کے تنازعات حل کرنے کے لئے لیگ آف نیشنز اور پھر اقوام متحدہ کی بنیاد ڈالی گئی مگر ان کی تعمیر میں خرابی کی ایسی صورتیں رکھ دی گئیں جو مستقلاً ظلم اور بے انصافی کا عنوان ہیں اور اسی وجہ سے یہ دونوں ادارے اپنے بنیادی مقاصد میں ناکام رہے۔ اس کے متعلق جماعت احمدیہ کے امام نے پہلے سے متنبہ کر دیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

''جب لیگ آف نیشنز قائم ہوئی، اُن دنوں مَیں انگلستان گیا ہوا تھا۔ میں نے اُسی وقت کہہ دیا تھا کہ یہ کبھی کامیاب نہیں ہوگی۔ کیونکہ قرآن کریم نے یہ شرط رکھی ہے کہ جب دو قوموں میں اختلاف ہو جائے اور اُن میں سے کوئی تمہارا فیصلہ نہ مانے تو باقی سب حکومتیں اُس پر مل کر لشکر کشی کر دیں۔ لیکن لیگ آف نیشنز میں اس قسم کی لشکر کشی کی کوئی صورت نہیں رکھی گئی اور اب جو یونائیٹڈ نیشنز کی انجمن بنی ہے اس کے متعلق بھی میں وہی کچھ کہتا ہوں کہ یہ بھی کبھی کامیاب نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اپنے قواعد نہ بدلے۔ کیونکہ اِس میں بھی وہ شرائط پورے طور پر نہیں پائی جاتیں جو اسلام نے تجویز کی ہیں۔ اس میں لشکر کشی کے لئے اختیارات تو رکھے ہیں مگر پھر بھی کوئی معین فیصلہ نہیں کیا گیا اور پھر اس میں بعض حکومتوں کو شامل کیا گیا ہے اور بعض کو شامل نہیں کیا گیا... اس طرح بعض کو کم اختیارات دیئے گئے ہیں اور بعض کو زیادہ۔ گویا اب بھی ایسے امتیازات رکھے گئے ہیں جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے یہ بھی کامیاب نہیں ہوگی۔ آج یورپ بڑا خوش ہے کہ اُس نے ایسا قانون مقرر کر دیا ہے۔ مگر اسے کیا معلوم کہ وہ قانون جو ہر لحاظ سے مکمل اور قابلِ عمل ہے، آج

سے تیرہ سو سال پہلے کی نازل شدہ قرآنی آیات میں موجود ہے۔ اگر اُس قانون پر عمل کیا جائے تو وہ جھگڑے جنہوں نے آج دنیا کو ہلاکت اور بربادی کے گڑھے میں گرا رکھا ہے بالکل دور ہو جائیں اور دنیا ایک بار پھر امن اور اطمینان کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائے۔"

(تفسیر کبیر، جلد10 صفحہ:313)

امنِ عالم کے قیام کے لئے جماعت احمدیہ کا ایک سنہری اصول یہ ہے کہ احمدی اپنے ملک کا وفادار رہے اور اُس کی بہتری اور بہبود کے لئے کوشاں رہے اور اپنے ملک کی حکومت کے خلاف کسی بغاوت، فساد یا مظاہرے میں حصہ نہ لے۔ ہاں قانونی اور اخلاقی ذرائع اختیار کرتا رہے۔ دنیا کے کئی ممالک میں جماعت احمدیہ کو عوامی مخالفت کے علاوہ حکومتی جبر کا بھی سامنا ہے۔ جماعت کو ہر قسم کے انسانی اور شہری حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے۔ جبر و استبداد، قید و بند، قتل و غارت اور تشدد معمول ہے مگر جماعت کی تاریخ کسی بھی قسم کے فساد سے مبرا ہے۔ اگر احمدی حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور خلفائے احمدیت کے سکھائے راستوں پہ نہ چلتے تو یہ امن کبھی بھی ممکن نہیں تھا۔

1952ء میں انٹرنیشنل ورلڈ پیس ڈے منانے کے لئے جاپان کی ایک انجمن نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں لکھا کہ جماعت احمدیہ بھی قیامِ امن کی کوشش میں شریک ہو اور اس اہم مقصد کے لئے ایک معین دن مقرر کر کے دعائیں کریں۔ حضور نے دنیا بھر کی جماعتوں کو ہدایت کی کہ وہ 2 اگست 1952ء بروز جمعہ قیامِ امن کے لئے دعا کریں۔ عام رہنمائی کے لئے حضور نے سورۃ فاتحہ کی جامع دعا کو مندرجہ ذیل الفاظ میں یوں تحریر کیا:

"اے خدا ہمیں سیدھا رستہ دکھا۔ ایسا رستہ جس پر مختلف اقوام کے چنیدہ لوگ جنہوں نے تیری رضامندی کو حاصل کر لیا تھا چلے تھے۔ ہمارے ارادے پاکیزہ ہوں۔ ہماری نیتیں درست ہوں۔ ہمارے خیالات ہر بدی سے پاک ہوں۔ ہمارے عمل ہر قسم کی کجی سے منزہ ہوں۔ سچائی اور صداقت کے لئے ہم اپنی ساری خواہشات اور رغبتیں قربان کر دیں۔ ایسا انصاف جس میں رحم ملا ہوا ہو ہمارے حصہ میں آئے اور ہم تیرے ہی فضل سے دنیا میں سچا امن قائم کرنے والے بن جائیں۔ جس طرح کہ تیرے برگزیدہ بندوں نے دنیا میں امن قائم کیا اور تو ہمیں ایسے کاموں سے محفوظ رکھ جن کی وجہ سے تیری ناراضگی حاصل ہوتی ہے اور تو ہمیں اس بات سے بچا کہ ہم جوشِ عمل سے اندھے ہو کر ان فرائض کو بھول جائیں جو تیری طرف سے عائد ہوتے ہیں اور ان طریقوں سے بے راہ ہو جائیں جو تیری طرف لے جاتے ہیں۔"

(روزنامہ الفضل لاہور، 9 جولائی 1952ء صفحہ:6)

نصف صدی سے زائد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مسندِ خلافت پہ جلوہ افروز رہے اور اک عالَم نے آپ سے فیض پایا۔ قوموں نے نہ صرف آپ سے برکت پائی بلکہ انہیں امن اور صلح نصیب ہونے کی تمام کوششیں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے مستقل فرمائیں۔ سیاست، سماج، مذہب اور دفاع غرض ہر شعبہ میں آپ نے امن اور انصاف کے اصول بیان فرمائے۔ بیسویں صدی انقلابات کی صدی تھی۔ ایک طرف اقوامِ عالم میں آزادی کا شعور بیدار ہو رہا تھا تو دوسری طرف صنعتی انقلاب سے دنیا ایک نئے دور میں داخل ہو رہی تھی۔ اسی کے ساتھ ساتھ عالمی جنگ بھی دنیا کے امن کو نہ صرف گہنا رہی تھی بلکہ بے چینی اور بے سکونی کی بڑی وجہ بھی بن رہی تھی۔ ہندوستان ایک لحاظ سے ان سارے عوامل کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ترقیات اور انقلابات کے سنگ ایک شدید بے سکونی اور بدامنی کی لہر نے بھی اہلِ ہندوستان کو گھیرا ہوا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے نہ صرف سیاسی حوالوں سے جاری بدامنی ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کیا بلکہ مذہبی حوالے سے بھی شاندار خدمات انجام دیں۔ کشمیر کے مسلمانوں کی زندگیاں بدلنے سے لے کر فلسطین کے باشندوں کی رہنمائی تک اور تقسیمِ ہندوستان سے لے کر اقوامِ متحدہ کے بنیادی چارٹر کے متعلق راہنمائی تک، ہر جگہ آپ امن کے قافلے کے سالار نظر آتے ہیں۔

قیامِ امن کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کوششیں اور کاوشیں اِس قدر ہیں کہ اِس مختصر وقت میں اُن کا احاطہ مشکل ہے۔ تقسیمِ ہندوستان کے وقت جب خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی، تب بھی آپ کی ذاتِ بابرکات غمزدہ روحوں کے لیے موجب تسکین بنی ہوئی تھی۔ ہزاروں لٹے پٹے قافلے آپ کے در پہ امن کی تلاش میں کشاں کشاں چلے آ رہے تھے اور انہیں ہرگز مایوسی نہیں ہوئی۔ قیامِ پاکستان کے بعد بھی آپ مسلسل ملکی و بین الاقوامی امن کے پیامبر کے روپ میں جلوہ گر رہے۔

خلافتِ ثالثہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے پیشرؤوں کی سنت کو

جاری رکھا اور دنیا کو امن وسلامتی نصیب ہونے کے لیے دعاؤں کی تحریک کے ساتھ مسلسل عملی اقدامات بھی فرمائے۔ 1967ء میں اسرائیل نے قاہرہ اور بعض دیگر شہروں پر فضائی حملہ کیا، جس کے نتیجہ میں عرب اسرائیل جنگ شروع ہوگئی۔ چنانچہ مسلمان ممالک کو اس آفت میں دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے خصوصی طور پر دعائیہ تحریک کا اعلان فرمایا۔ اسی جنگ کے دوران صدر پاکستان ایوب خان نے عرب ممالک کی امداد کے لیے ایک ریلیف فنڈ قائم کیا۔ چنانچہ حضورؒ نے احباب جماعت کو اس فنڈ میں بڑھ چڑھ کر شامل ہونے کی ہدایت فرمائی اور فنڈ کی رقم جمع کر کے صدرِ مملکت کو بھجوائی

(تاریخ احمدیت، جلد 24، صفحہ 60)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1967ء میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان امن اور اتفاق پیدا کرنے کی خاطر یہ تجویز دی کہ مسلمانوں کے تمام فرقے کچھ عرصہ کے لیے اپنے اندرونی اختلافات کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے محض اسلام کی تبلیغ اور تشہیر کے لیے مل کر کوشش کریں۔

(تاریخ احمدیت، جلد 24، صفحہ: 157)

آج جماعت احمدیہ بطور امن پسند جماعت کے دنیا بھر میں معروف و مقبول ہے۔ قیامِ امن کے لیے دنیا بھر میں جاری جماعتی کاوشوں کو بھی تشکر اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور جماعت کے سلوگن Love for all Hatred for none کی بہت تعریف کی جاتی ہے یعنی محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں۔ یہ نعرۂ امن وسلامتی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبانِ مبارک سے ہی ادا ہوا تھا۔ جو حضور نے 1980ء میں سپین کی سرزمین پہ فرمایا۔ نفرتوں سے بھری دنیا میں محبت کا یہ اعلان عام تھا جس کے سبب مغرب نے حضورؒ کو سفیرِ محبت کے نام سے یاد کیا۔

لیکن جہاں تک دنیا کو متنبہ کرنے کی بات ہے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آج سے 55 سال قبل، 28 جولائی 1967ء کو وانڈز ورتھ ٹاؤن ہال لندن میں ''امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ'' کے عنوان سے ایک تاریخی خطاب فرمایا۔ جس میں حضور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق ایک تیسری عالمی جنگ سے متنبہ کیا۔ اس کی ہولناک تباہی کا پیشگوئیوں سے ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اقتباس پیش کرتے ہوئے بات ختم کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا مُنہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔''

(حقیقۃ الوحی ص 256-257)

(تاریخ احمدیت، جلد 24، صفحہ: 135 تا 140)

خلافتِ رابعہ میں خلافتِ رابعہ میں جماعت احمدیہ کو شدید تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ریاستی جبر ایک نئے روپ میں سامنے آیا۔ ایسے عالم میں بھی جماعت اپنی امن پسند پالیسی اور تعلیم پہ نہ صرف قائم رہی بلکہ خلافت احمدیہ کے وجود سے عالمگیر امن وسلامتی کی کوششوں کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ 1991ء میں جب خلیجِ عرب کے ممالک میں شدید بحران تھا اور مختلف طاقتوں نے خلیجی ریاستوں پر دھاوا بولا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس ساری صورت حال کی بابت مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے خطبات کا ایک سلسلہ شروع فرمایا۔ آج تیس سال بعد ہم دیکھتے ہیں کہ حضور کے وہ تمام تجزیے، جو مومنانہ فراست سے کئے گئے تھے، حرف بحرف پورے ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ کاش کہ اس وقت کے سربراہان نے کان دھرے ہوتے تو خود بھی بچ جاتے اور عرب دنیا بھی آج کی شدید تر بےچینی سے بچ جاتی۔

(خلیج کا بحران اور نظامِ جہانِ نو)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1990ء میں ''اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل'' کے عنوان سے ایک معرکۃ الآراء خطاب فرمایا جو بعدازاں کتابی صورت میں بھی شائع ہوا۔اس میں آپؒ نے انسانوں کو نسل پرستی کی وبا سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ آئندہ آنے والے وقت میں یہ وبا امن عالم کے لیے بہت بڑا خطرہ ثابت ہوگی۔آپ نے نہ صرف اس کے بارہ میں توجہ دلائی بلکہ اسلام کی حسین تعلیم سے اس کا حل بھی بتایا۔آپؒ نے فرمایا:

''میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی بھی لحاظ سے اور کسی بھی سطح پر بنی نوع انسان کی تقسیم اور امتیازی سلوک سے کچھ لوگ وقتی فائدہ تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن بالآخر اس کے دوررس نتائج سب کے لیے لازماً برے ہی ہوا کرتے ہیں۔عصر حاضر کے اس تناظر میں اسلام ایک ایسا واضح اور امید افزا پیغام دیتا ہے جو موجودہ حالات میں بڑا مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے۔اسلام نسل پرستی اور طبقاتی منافرت کی پُرزور مذمت کرتا ہے اور فساد کی کوئی بھی شکل کیوں نہ ہو اسے قابل مذمت قرار دیتا ہے۔''

(ہفت روزہ بدر قادیان،19/ 26دسمبر 2013ء،صفحہ:26)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا یہ خطاب امن کے حوالے سے ایسا مکمل لائحہ عمل لئے ہوئے ہے کہ اس میں امنِ عالم کی راہ میں رکاوٹ بننے والے تمام مسائل اور اُن کے موثر ترین حل کا ذکر فرمایا۔اس میں جہاں مذاہبِ عالم کے مابین امن و آشتی اور ہم آہنگی کا طریق بتایا گیا، وہیں معاشرتی امن، معاشرتی اقتصادی امن، اقتصادی امن،قومی و بین الاقوامی سیاسی امن اور انفرادی امن کے ہر پہلو پہ بات کی گئی۔

خلافت رابعہ میں جماعت احمدیہ کو پہلے سے بڑھ کر عالمگیر شہرت اور کامیابی نصیب ہوئی اور قیام امن کے لیے جماعتی کوششوں اور کاوشوں کو ایک دنیا نے سراہا اور ان سے فیضیاب ہوئے۔قدرتی آفات و مصائب میں دنیا کو پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے Humanity First کا قیام ہو یا افریقہ کے دور دراز علاقوں میں شفاخانوں کی تعمیر،خلافت احمدیہ نے امن وسلامتی اور اس کی ترویج میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

خلافتِ خامسہ میں خلافت خامسہ کے آغاز سے ہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی و رہنمائی میں امن عالم کے لئے ہمہ جہت کوششیں اور کاوشیں جاری ہیں۔آج جب دنیا امن کو ترس رہی اور تیسری عالمی جنگ کے بادل فضاؤں میں منڈلا رہے ہیں،امن کا یہ شہزادہ دنیا کو بار بار امن کی طرف بلا رہا ہے۔ان کاوشوں کی مختصری جھلک پیش خدمت ہے

حضور انور کے خطبات

حضور انور نے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے ساتھ ہی مختلف مواقع پر اپنے خطبات کے ذریعہ دنیا کو درپیش مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے افراد جماعت کو بالخصوص اور تمام عالم کو بالعموم مخاطب کرتے ہوئے تمام دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے کوششوں کی تلقین فرمائی۔اور احباب جماعت کو اسلام کی امن وآشتی کی جو حسین اور خوبصورت تعلیم ہے وہ دنیا کے سامنے رکھنے کی تلقین فرمائی۔اور مسائل کے حل کے لئے متعدد بار دعاؤں کی تحریک فرمائی۔نیز مسلم امہ اور بڑی طاقتوں کو انتباہ فرمایا اور ان معاملات میں رہنمائی فرمائی۔اِن میں حضورِ انور نے کسی ایک خطہ کو ہی مخاطب نہ کیا، بلکہ ایشیائی ممالک کے مسائل ہوں، یا یورپ کے ممالک کے خطرات،افریقی ممالک میں پائی جانے والی بے چینی ہو یا عرب دنیا میں پھیلی حکمران طبقے سے ناراضگی۔حضورِ انور نے ہر جگہ کے مسائل کا وقتاً فوقتاً ذکر کر کے اُن کی بار بار راہنمائی فرمائی۔

حضور انور کے سربراہان کو لکھے گئے خطوط

قیامِ امنِ عالم کی خاطر دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں اور سربراہوں کو بذریعہ خطوط مخاطب کرنا خلافت خامسہ کے کارہائے نمایاں کا ایک درخشاں اور تاریخی پہلو ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کے حکمرانوں کو درپیش عالمی خطرات کے تناظر میں 2012ء میں قیامِ امن کی خاطر سنجیدہ تعاون اور جدوجہد کے لئے خطوط لکھنے کا اہتمام فرمایا۔یہ خطوط پوپ بینیڈکٹ XVI،اسرائیل کے وزیر اعظم،صدر اسلامی جمہوریہ ایران،صدر ریاست ہائے متحدہ امریکہ، وزیر اعظم کینیڈا، خادم حرمین شریفین سعودی،عوامی جمہوریہ چین کے وزیر اعظم،وزیر اعظم برطانیہ، چانسلر جرمنی،صدر جمہوریہ فرانس،ملکہ برطانیہ،صدر روسی فیڈریشن اور ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنائی کو لکھے۔حضورِ انور کے یہ تمام مکتوبات بعد ازاں اپریل اور اگست 2012 کے شماروں میں شائع کردیئے گئے تھے۔جن سے معلوم ہوتا ہے کہ

اِن عالمی راہنماؤں کے نام خطوط میں حضورِ انور نے کمال حکمت سے ان سربراہان کو سمجھایا۔

پوپ کے نام حضور کا مکتوب، امیر جماعت احمدیہ کبابیر نے ویٹیکن میں ایک ملاقات میں خود پوپ کی خدمت میں پیش کیا۔ بعض ملکوں کی پالیسیوں کی نشاندہی کر کے بھی اُنہیں توجہ دلائی کہ وہ عالمی امن کی خاطر ملکی مفادات کو پیچھے رکھ کر غور کریں۔ اسی تناظر میں اسرائیل کے وزیرِ اعظم کے نام خط میں حضورِ انور نے عہد نامہ قدیم کی کتب استثناء اور زبور کے حوالہ دے کر بھی سمجھایا کہ اگر آپ ظلم سے باز نہ آئے تو آپ ہی کی مقدس کتاب میں اِن الفاظ میں عواقب کا ذکر ہے، جس سے بچنے کے لئے امن کو موقع دیں۔

مورخہ 7 مارچ 2012ء کو اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر محمود احمدی نژاد کے نام خط میں حضور انور نے تیسری عالمی جنگ کا انتباہ کرتے ہوئے ایران کے صدر کو لکھا کہ وہ اپنی عالمی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے تیسری عالمی جنگ کے امکانات کو کم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں اور اسرائیل کے ساتھ جس حد تک ممکن ہو تصفیہ طلب امور کے لئے بین الاقوامی تعلقات کے انصرام اور مذاکرات کی راہ اپنانے اور اختلافی امور کے حل کے لئے طاقت کے استعمال کی بجائے ڈائیلاگ کا راستہ اختیار کریں۔

مورخہ 8 مارچ 2012ء کو حضور انور ایدہ اللہ نے امریکہ کے صدر باراک اوباما کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''دنیا میں امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورتحال کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ ضروری محسوس کیا کہ آپ کی طرف یہ خط روانہ کروں کیونکہ آپ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر کے منصب پر فائز ہیں اور یہ ایسا ملک ہے جو سُپر پاور ہے... ہم دیکھ رہے ہیں کہ سیاسی اور اقتصادی مشکلات نے کئی چھوٹے ممالک کو جنگ میں دھکیل دیا ہے اور بعض ممالک کی داخلی بدامنی اور عدم استحکام میں غیر معمولی اضافہ ہو چکا ہے۔ ان تمام امور کا منطقی نتیجہ ایک عالمی جنگ کی صورت میں ہی نکلے گا... میری آپ سے بلکہ تمام عالمی لیڈروں سے یہ درخواست ہے کہ دوسری قوموں کو زیرنگین کرنے کے لئے طاقت کی بجائے سفارتکاری، سیاست اور دانشمندی کو بروئے کار لائیں۔ بڑی عالمی طاقتوں، مثلاً امریکہ کو دنیا میں امن کے قیام کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے... اللہ تعالیٰ آپ کو اور تمام عالمی لیڈروں کو یہ پیغام سمجھنے کی توفیق بخشے۔''

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن، 8 جون 2012ء، صفحہ: 11، 12)

ان تمام خطوط کے مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور انور کس درد کے ساتھ عالمی امن کے لئے کوشاں ہیں۔ حضور انور نے جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیرِ اہتمام نوویں امن سمپوزیم سے خطاب میں فرمایا: میں نہیں جانتا کہ وہ میرے خطوط کو کوئی اہمیت دیں گے یا نہیں، مگر اُن کا ردعمل جو بھی ہو میں نے خلیفہ وقت ہونے اور لاکھوں احمدیوں کے روحانی پیشوا کی حیثیت سے احمدیوں کے احساسات اور جذبات کی نمائندگی کرتے ہوئے دنیا کے شدید خوفناک حالات کے بارہ میں تنبیہ کر دی ہے۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن، 22 جون 2012ء، صفحہ: 11، کالم 1)

کورونا وباء کے دنوں میں 2020ء کے ماہِ جون میں حضورِ انور نے ایک بار پھر عالمی راہنماؤں کو ذاتی طور پہ خطوط لکھ کر اِس وباء سے ہونے والے جانوں کے نقصان پہ افسوس کے اظہار کے ساتھ ساتھ ان کو خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے، اپنی قوم اور اقوامِ عالم سے تعلقات میں انصاف کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اس بار اِن خطوط میں حضورِ انور نے 17 عالمی راہنماؤں کو مخاطب کیا۔ جن میں پوپ اور سیکرٹری جنرل اقوامِ متحدہ کے علاوہ آسٹریلیا، کینیڈا، چین، فرانس، جرمنی، گھانا، انڈیا، اسرائیل، جاپان، نائیجیریا، روس، سیرالیون، برطانیہ اور امریکہ کے سربراہانِ مملکت شامل تھے۔

(پریس ریلیز، 6 دسمبر 2020ء بحوالہ pressahmadiyya.com)

امن کانفرنسز اور امن سمپوزیمز کا انعقاد

گو کہ جماعت احمدیہ نے ہر دور میں دنیا بھر میں امن کانفرنسز کا اہتمام کیا ہے۔ ان کانفرنسز کا مقصد آج کی پریشان حال دنیا میں امن کی تدابیر پر غور کرنا ہے۔ لیکن دنیا کے موجودہ خطرناک حالات کے پیشِ نظر خلافت خامسہ کے دور میں ان کانفرنسز میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ یہاں پر ان تمام کانفرنسز کا ذکر تفصیل سے تو کیا مختصراً بھی ناممکن ہے۔ حضورِ انور نے اپنی خلافت کے آغاز سے ہی جماعت احمدیہ برطانیہ کو ایک سالانہ پروگرام امن سمپوزیم کے انعقاد کی طرف توجہ دلائی۔ سوائے کورونا وبا کے گزشتہ دو سالوں کے، یہ پروگرام بلاتعطل جماعت احمدیہ برطانیہ کے سالانہ پروگرام کا ایک لازمی اور اہم ترین حصہ رہا

ہے۔جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنفسِ نفیس شرکت کرتے اور حاضرین سے خطاب فرماتے ہیں۔اسی کی پیروی میں دنیا بھر میں جماعتیں امن کانفرنسز اور سمپوزیم منعقد کرتی ہیں۔ان پروگراموں میں اعلیٰ حکومتی وزراء ،اعلیٰ عہدیداران،ملکوں کے سفراء، پارلیمینٹیریز،شہروں کے میئر، مذہبی رہنما، تھنک ٹینکس سے تعلق رکھنے والے افراد اور معززین شرکت کرتے ہیں۔ان میں اپنے خطاب میں دنیا میں امن کے قیام کے موضوع پر اسلامی تعلیم کے حوالہ سے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔اپنے خیالات کا اظہار کیا اور جماعت احمدیہ کی امن پسندی اور قیام امن کے لئے کی گئی کوششوں کو سراہا۔

احمدیہ مسلم امن انعام

جماعت احمدیہ کی عالمی امن کے لئے کی گئی کوششوں میں سے ایک کوشش یہ بھی کی گئی کہ دنیا میں کسی بھی جگہ پر کسی بھی لیول پر امن کے لئے کی گئی انفرادی یا اجتماعی کوششوں کو سراہا جائے اور ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔خلافتِ خامسہ میں جماعت احمدیہ برطانیہ نے حضور انور کی اجازت وراہنمائی سے احمدیہ مسلم پیس پرائز کا آغاز کیا۔جو کسی ایسی اہم شخصیت یا ادارے کو دیا جاتا ہے جنہوں نے امن کے قیام کے لئے غیر معمولی کام کیا ہو ۔ اس کے ساتھ 10000 پونڈ انعام کی رقم دی جاتی ہے۔امنِ عالم کے قیام میں نمایاں کردار ادا کرنے والی بہت سی نیک روحوں کو یہ انعام دیا جا چکا ہے۔اب تک یہ انعام درج ذیل شخصیات کو دیا جا چکا ہے۔

1۔مکرم ڈاکٹر لارڈ ایرک ایوبری صاحب Lord Eric Avebury)) آف یوکے

2۔مکرم عبدالستار ایدھی صاحب Abdul Sattar Edhi)) آف پاکستان

3۔ایس او ایس چلڈرن ولیج SOS Children's Villages UK)) آف یوکے

4۔ مکرم ڈاکٹر اہنبا بوچی ایڈجی Dr.Oheneba Boachie-Adjei)) آف غانا

5۔مکرم میگنس میک فرلانس بارو صاحب Magnus-MacFarlane-Barrow)) آف سکاٹ لینڈ

6۔مکرمہ سندھوتی سپکل Sindhutai Sapkal)) آف انڈیا

7۔مکرمہ حادیل قاسم Hadeel Qasim)) آف عراق

8۔مکرمہ سٹوسکوتھرلو Mrs Setsuko Thurlow)) آف جاپان

9۔مکرم ڈاکٹر لیونڈ روشل Dr Leonid Roshal آف روس

10۔مکرم ڈاکٹر فریڈ میڈنک Dr Fred Mednick)) آف امریکہ

دورہ جات وخطابات

دنیا میں امن کے قیام کے لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی کی گئی کوششوں میں ایک بہت بڑا حصہ آپ کے مختلف ممالک کے دورہ جات ہیں۔ان دوروں میں حضور انور نے سربراہان مملکت سے ملاقاتوں، حکومتی وزراء،ممبران پارلیمنٹ،کونسلرز،میئرز، ڈاکٹرز، پروفیسرز، وکلاء اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے معززین کے ساتھ ملاقاتوں کے ذریعہ اسلامی تعلیم کے مطابق امن کا پیغام پہنچایا۔ دنیا کی موجودہ صورت حال ، عالمی معیشت، ماحولیاتی آلودگی، دہشتگردی کے سدّ باب اور عالمی امن کے قیام جیسے موضوع زیر بحث رہے۔حضور انور کے اعزاز میں استقبالیہ تقاریب میں حضور انور نے اپنے خطابات میں اسلام کی پُر امن تعلیمات کا خوبصورت تذکرہ فرمایا۔دوسرے ان دورہ جات میں دنیا کے کئی ممالک میں پارلیمنٹس سے حضور انور کے خطابات بھی شامل ہیں۔

برطانوی پارلیمنٹ ،ہاوسز آف پارلیمنٹ (Houses Of Parliament) میں تاریخی خطاب

22 اکتوبر 2008ء کو صد سالہ خلافت جوبلی کے سلسلہ میں علاقہ پٹنی کی ممبر آف پارلیمنٹ نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اعزاز میں برطانیہ کے پارلیمنٹ ہاؤس میں ایک تقریب منعقد کی۔جس میں دونوں ایوانوں سے آئے ہوئے 30 سے زائد ممبران پارلیمنٹ، حکومتی وزراء،مختلف ملکوں کے سفراء اور دیگر معززین سے حضورِ انور نے حالات حاضرہ کے تناظر میں نہایت پُر حکمت اور بصیرت افروز خطاب فرمایا۔

یورپین پارلیمنٹ میں پہلی دفعہ جماعت احمدیہ کے متعلق ایک پُر

شکوہ تقریب

20 ستمبر 2011ء کو یورپین پارلیمنٹ کے وسیع ہال میں تقریب کا انعقاد ہوا جس میں 80 سے زائد یورپین پارلیمنٹ کے ممبران، سفارتی شخصیات، اعلیٰ علمی شخصیات اور صحافی حضرات کے علاوہ 16 ممالک کے غیر از جماعت مہمان شریک ہوئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس تقریب میں فرمایا کہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے انسان کو لازماً خدا کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور یہی تمام مسائل کا حل ہے۔

کیپیٹل ہل واشنگٹن ڈی سی

27 جون 2012ء کو کیپیٹل ہل (CAPITOL HILL) واشنگٹن ڈی سی میں امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اہم اراکین کانگریس وسینٹ، سفیروں، وائٹ ہاؤس اور سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے سٹاف، غیر سرکاری تنظیموں کے رہنماؤں، مذہبی قائدین، اساتذہ کرام، مشیروں، سفارتی نمائندوں، تھنک ٹینک اور پینٹا گون کے نمائندوں اور میڈیا کے افراد سے خطاب فرمایا۔

حضور انور نے اس موقع پہ امریکہ کی حکومت کے ان نمائندگان سے خطاب میں امن کا راستہ بتاتے ہوئے انصاف پر مبنی بین الاقوامی تعلقات پر زور دیا۔ یقیناً یہ خطاب پڑھ کر ہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے مقرر کردہ خلفاء دنیا داروں کو کیسے مخاطب کرتے ہیں۔ اور یہ کہ حضورِ انور نے کس طرح اتمامِ حجت کرتے ہوئے اِن اعلیٰ ترین ایوانوں میں امن کا پیغام پہنچایا۔ اور آئندہ کے خطرات سے آگاہ کیا۔

سیدنا حضور انور کے خطاب بر موقعہ کیپیٹل ہل امریکہ مورخہ 27 جون 2012ء کے موقعہ پر Democratic Leader عزت مآب Nancy Pelosi نے آپ ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا:

''اپنی قیادت کی وجہ سے آپ دنیا میں ایک عالمی اہمیت کی حامل شخصیت کے طور پر اُبھر کر سامنے آئے ہیں...آپ سرحدوں کے پار ایک عظیم طاقت اور ترقی پذیر دنیا کیلئے ایک سرمایہ ہیں...آپ حکمت اور خدا ترسی سے پُر رہنما ہیں جنہوں نے عدم تشدد نیز مختلف مذاہب کے درمیان باہمی احترام کو ایک فاتح کے طور پر قائم کیا ہے۔''

مورخہ 29 جنوری 2015ء کو برطانیہ میں ایک تقریب کے دوران کے دوران عزت مآب David Cameron (سابق وزیر اعظم برطانیہ) نے اپنی تقریر میں سیدنا حضور انور کے متعلق کہا کہ:

''سیدنا حضور انور حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز امن کے پیغامبر ہیں...میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ کے فلاحی کام اور باہمی پیار ومحبت کی آپ کی فلاسفی (محبت سب کیلئے، نفرت کسی سے نہیں) برطانیہ میں بھی اور ساری دنیا میں یونہی پھلتی پھولتی رہے گی۔''

مورخہ 11 مئی 2013ء کو ساؤتھ کیلیفورنیا میں سیدنا حضور انور نے ایک تاریخی خطاب فرمایا۔ اس موقعہ پر عزت مآب Congresswoman Karen Bass نے کہا:

''آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک انقلابی شخصیت ہیں جنہوں نے پوری دنیا میں امن اور رواداری کو بڑھاوا دیا ہے۔''

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے 2015ء میں ٹوکیو میں استقبال کے دوران Mike Sata Yasuhiko, Chairman Tokibo group of Industries نے کہا کہ:

''سیدنا حضور انور حضرت مرزا مسرور احمد نے اپنی ساری زندگی قیامِ امن کیلئے وقف کی ہوئی ہے۔ آپ کی زندگی کا مقصد بین المذاہب امن کا قیام ہے۔ یہ میری خواہش ہے کہ سیدنا حضور انور مستقل طور پر جاپان تشریف لے آئیں تا ہمارا ملک بھی حقیقی اسلام کے نور سے منور ہو جائے۔''

بین المذاہب کانفرنس، گِلڈ ہال، لندن

دنیا کے امن کو بڑھاوا دینے کیلئے جماعت احمدیہ برطانیہ کے قیام کی سو سالہ تقریبات کے سلسلہ میں فروری 2014 میں ایک بین المذاہب کانفرنس کا انعقاد لندن کی مشہور ترین بلڈنگز میں سے ایک گِلڈ ہال میں کیا گیا۔ جس میں مختلف مذاہب کے علماء یا نمائندوں کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنی اپنی مقدس کتب پر بنیاد رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ اور مذہب کے تصور کی تعلیم کو پیش کریں، اور یہ کہ اکیسویں صدی میں خدا تعالیٰ کا کردار اور خدا تعالیٰ کی کیا ضرورت ہے۔ اس

کانفرنس میں اسلام کی نمائندگی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کی۔جبکہ یہودیت، عیسائیت، بدھ مت، دروزی، ہندومت، زرتشت ازم اور سکھ ازم کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔سب مذاہب کے ماننے والوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔یہ تقریب لندن کے سب سے بڑے پرانے اور روایتی ہال، گِلڈ ہال (Guildhall) میں منعقد ہوئی۔جو 600 سال پرانی اور لندن کی قدیم ترین دو عمارتوں میں سے ایک ہے۔یقیناً اس مختصر وقت میں اس تقریب کا تفصیلی احوال بتانا تو ممکن نہیں۔اس موقع پہ حضورِ انور کا خطاب ایسے وجد آفرین مناظر لئے ہوئے تھا کہ جو دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔جس نے سامعین پر غیر معمولی اثرات چھوڑے۔

انگلستان میں گریناڈا (Grenada) کے ہائی کمشنر He Joselyn Whiteman نے کہا کہ:

''یہ بہت زبردست تقریب تھی۔یہ بات کہ اتنے سارے مذاہب ایک ہی چھت کے نیچے اس طرح اکٹھے ہو سکتے ہیں جہاں ہمارے ایمانوں میں اضافہ کا باعث ہے۔وہاں یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آج کل دنیا کے مسائل کے حل کے لئے لوگوں کو اکٹھا کس طرح کیا جا سکتا ہے۔''

Mak Chishty، جو لنڈن میں میٹروپولیٹن پولیس میں کمانڈر رہیں نے کہا کہ: ''مجھے آج کی تقریب میں یہ بات اچھی لگی کہ ہر کسی نے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیں۔دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی نہیں کی۔اور اسی چیز سے ہم میں باہم اتحاد اور یگانگت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔''

یورپین پارلیمنٹ میں لندن کے نمائندے Charles .D r Tannock MEP نے برملا کہا:

''مستقبل میں اس رستہ کو اپنانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ہم سب خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم یہ نہیں مان سکتے کہ خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ہم مذہب کے نام پر ایک دوسرے سے لڑتے چلے جائیں۔''

میگل گارسیا (Miguel Garcia) صاحب، جو پیدرو آباد، سپین کے سابقہ میئر رہے۔انہوں نے اس کانفرنس کے متعلق کہا:

''مسلم جماعت احمدیہ کی طرف سے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے وفود، ممبرز آف پارلیمنٹ، سیاسی شخصیات، تعلیم دان اور مختلف انسانی ہمدردی سے تعلق رکھنے والے اداروں کے نمائندگان کو لندن میں جمع کیا گیا تا کہ وہ اتحاد اور امن کے قیام کیلئے ڈائیلاگ کی ضرورت پر غور کریں۔یہ انتہائی مثبت قدم تھا۔مَیں جماعت احمدیہ کو اس تقریب کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔اور میری خواہش ہے کہ یہ جماعت اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے... مَیں حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کے الفاظ سے بہت محظوظ ہوا ہوں۔انہوں نے جنگ و جدل سے آزاد ایک پُرامن معاشرے کے قیام کے حوالہ سے بات کی ہے اور اُن حکومتوں کی مذمت کی ہے جو دفاع کے نام پر اسلحہ کو انسانیت پر ترجیح دیتی ہیں۔مجھے خوشی ہے کہ مرزا مسرور احمد نے ایک ایسے معاشرہ کے قیام کے لئے جس کی بنیاد انصاف اور باہمی عزت و احترام پر ہو، مختلف مذاہب کے لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کی دعوت دی ہے۔ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جو تضادات سے بھری پڑی ہے۔بعض ممالک ترقی کی انتہا کو چھو گئے ہیں جبکہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھوک اور افلاس کی وجہ سے مر رہی ہے۔ایک طرف ہم لاکھوں ٹن خوراک سمندر میں پھینک دیتے ہیں اور دوسری طرف کروڑوں لوگ ایسے ہیں جن کو کھانے کے لئے انتہائی مشکل کے ساتھ کچھ ملتا ہے۔ایک طرف کروڑ پتی افراد کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے تو دوسری طرف معاشرے کے بعض طبقے انتہائی غریب ہو گئے ہیں۔ایک ایسی دنیا کے قیام کی ضرورت ہوگی جو جنگ کو ترک کر دے اور امن کی خواہاں ہو، جو سب کو ساتھ لے کر مشترکہ طور پر ترقی کرے، جو ناانصافی کے خلاف کھڑی ہو جائے اور معاشرتی انصاف کو فروغ دے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس مؤرخہ 7 مارچ 2014ء)

عزت مآب سابق وزیر اعظم کینیڈا جناب سٹیفن ہارپر نے سیدنا حضورِ انور کے متعلق کہا کہ:

''آپ مذہبی آزادی اور امن کے ایک بہادر فاتح ہیں اور آپ اسلام کا ایک سچا خیر خواہ چہرہ ہیں۔''

کینیڈا کے موجودہ وزیر اعظم عزت مآب Justin Trudeau نے سیدنا حضورِ انور کے متعلق کہا کہ:

''آپ کی رفاقت اور آپ کی رہنمائی کینیڈا کیلئے بہت اہمیت کی حامل ہے۔''

امسال یوکرین اور روس کی جنگ شروع ہونے کے ساتھ ہی جماعت احمدیہ نے عالمی سطح پہ تیسری عالمی جنگ سے روکنے کیلئے ایک مضبوط ترین اور مؤثر ترین مہم چلائی تا کہ دنیا کو اس ہولناک ترین تباہی سے خبردار کیا جاسکے۔ اس مہم میں دنیا بھر کے طاقتور ممالک میں اہم جگہوں پہ ایسے پروگرام کئے گئے تا کہ عوام کی بڑی تعداد تک پیغام پہنچایا جاسکے۔

خلفائے احمدیت نے دنیا میں امن کے قیام کے لئے وسائل کی مُنصفانہ تقسیم کی طرف توسب کو توجہ دلائی۔ لیکن جماعت احمدیہ کے افراد کو خصوصا محروم طبقوں تک بنیادی سہولیات کی فراہمی کی طرف بھی توجہ دلائی۔ تا اُن کی تکالیف بھی دور ہوں اور اِن طبقات سے احساسِ محرومی بھی ختم ہو۔ اس ایک پہلو پہ ہی نظر ڈالی جائے تو ہر سال جماعت کو بہت سارے ملکوں میں، ایک ایک ملک میں ہی کروڑوں روپیہ خرچ کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ جن میں پینے کے صاف پانی کی فراہمی، صحت کی بنیادی سہولیات کی فراہمی، ہسپتالوں کا قیام، فری میڈیکل کیمپس، یتیم بچوں کیلئے آرفن ہاؤسز، سکولوں اور مختلف ٹیکنیکل تعلیمی اداروں کا قیام، غریب بچوں کے لئے تعلیمی وظائف، غرباء کو مکان مہیا کرنا، بھوکوں کو کھانے کی فراہمی، اور قدرتی آفات کے موقع پر ہر ممکن مدد، اور دکھی انسانیت کی ہر ممکن طریق سے مدد شامل ہے۔ یقیناً اس سب سے ایک ایسا معاشرہ تشکیل پا رہا ہے، جس سے محروم طبقے بجائے اُمراء پہ غصہ کرنے کے مناسب ترین طریق سے دنیا میں مفید وجود بن رہے ہیں۔ اور یہ سب کام دنیا بھر میں ہو رہے ہیں۔

خاکسار اپنی تقریر کے آخر میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ان نصیحت آمیز اور فکر انگیز خطابات میں سے وقت کی رعایت کے مطابق صرف دو اقتباسات پیش کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہے۔ اگر چہ حضور انور نے اپنی مبارک خلافت کے ایک لمبے عرصہ کو عالمی لیڈروں کی توجہ، امن عالم اور اتحاد کے لئے وقف کر دیا ہے اور دلچسپی رکھنے والے افراد ان خطابات سے جو کتابی شکل میں Pathway to Peace World Crises کے نام سے طبع شدہ ہے، اسی کتاب سے خاکسار درج ذیل دو اقتباس پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ دنیا کو ایک اور عالمی جنگ سے خبردار کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا:

’’ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جب انسانی کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں تب وہ قادر مطلق خدا انسانی قسمتوں کے فیصلے اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے تا کہ وہ اپنا فیصلہ ظاہر کرے اور لوگوں کو اس کی طرف جانے اور انسانی حقوق کے ادا کرنے کیلئے مجبور کرے۔ یہ بات بہت بہتر ہے کہ اہل دنیا خود ان اہم معاملوں کی طرف دھیان دیں کیونکہ جب اللہ کو ایسی کاروائی کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو اس کا غصہ انسان کو نہایت خوفناک ڈھنگ سے پکڑتا ہے۔ اس طرح یہ خوفناک پکڑ ایک اور عالمی جنگ کی شکل میں ظاہر ہو سکتی ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آنے والی عالمی جنگ کے نتائج اور اس کی وسیع تباہ کاریاں صرف اس جنگ تک یا موجودہ نسل تک محدود نہیں رہیں گی بلکہ اس کے خوفناک نتائج آنے والی کئی نسلوں پر اثر انداز ہوں گے۔ پھر ایسی جنگ کے خوفناک نتائج اور اس کے اثرات نوزائیدہ بچوں پر اور مستقبل میں پیدا ہونے والے بچوں پر بھی پڑیں گے۔ موجودہ جدید ہتھیار اس قدر تباہی مچانے والے ہیں کہ مستقبل میں پیدا ہونے والی کئی نسلوں کے جسموں پر ان کے خوفناک نتائج پڑیں گے۔

جاپان ایک ایسا ملک ہے جن نے ایٹمی جنگ کے خوفناک نتائج دیکھے ہیں۔ آج بھی اگر آپ جاپان جائیں تو اس جنگ سے خوف اور نفرت ان کی آنکھوں میں دیکھیں گے۔ حالانکہ وہ ایٹم بم جو اس وقت استعمال کئے گئے تھے وہ آج کے ایٹمی ہتھیاروں، جو اس وقت بہت سے چھوٹے چھوٹے ملکوں کے پاس بھی ہیں، کے مقابلہ میں بہت معمولی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جاپان میں اگر چہ کہ اس واقعہ کو سات دہائیاں گزر چکی ہیں، آج بھی وہ ایٹمی اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ آج بھی وہ ایٹمی ہتھیار نوزائیدہ بچوں پر اپنے بھیانک اثرات دکھا رہے ہیں۔

اگر کسی انسان کو گولی ماری جائے تو اس کا بچ جانا تو ممکن ہے لیکن اگر ایٹمی جنگ شروع ہو جاتی ہے تو جو بھی اس کی لپیٹ میں آئیں گے ان کی ایسی قسمت نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس ہم دیکھیں گے کہ لوگ اچانک مرنے لگیں گے اور ایک جگہ جم جائیں گے۔ ان کی کھالیں پگھلنے لگیں گی۔ پینے کا پانی، کھانا اور سبزیاں سب زہر آلود ہو جائیں گی۔ وہ جگہیں جہاں پر سیدھے طور پر جنگ نہ ہوگی وہاں پر بھی اور جہاں جنگ کے اثرات کچھ کم پڑیں گے وہاں پر بھی ایٹمی بیماریوں کے بھیانک نتائج پیدا ہوں گے اور مستقبل کی نسلوں کو کئی طرح کے

خطرات سے گزرنا ہوگا۔

اس کے باوجود آج کچھ مفاد پرست اور بے وقوف لوگ اپنی ایجادات پر بڑا فخر محسوس کر رہے ہیں اور انہوں نے دنیا کی تباہ کاریوں کیلئے جو کچھ ایجاد کیا ہے اس کو دنیا کیلئے ایک تحفہ کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

ایک اندازہ کے مطابق دوسری عالمی جنگ میں 62 ملین لوگ مارے گئے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ مارے گئے لوگوں میں 40 ملین عام شہری لوگ تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فوج کی نسبت عام آدمی زیادہ مارے جاتے ہیں۔ یہ وہ تباہ کاری ہے جو جاپان کے علاوہ باقی جگہوں پر صرف عام ہتھیاروں کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں صرف بھارت میں 16 لاکھ لوگ موت کا شکار ہوئے تھے۔ لیکن آج حالات بدل گئے ہیں۔ آج جیسا کہ میں ذکر کیا کئی چھوٹے چھوٹے ملکوں نے بھی تباہ کار ایٹمی ہتھیار بنا لئے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر خوف کی بات یہ ہے کہ ایسے ہتھیار ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں بھی آ گئے ہیں جو صحیح شعور نہیں رکھتے یا جو آنے والی تباہی اور بربادی کا صحیح تصور نہیں کر سکتے۔ حقیقت میں ایسے لوگ انجام سے اس قدر لاپرواہ ہوتے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر بندوقیں تان لیتے ہیں۔

پس اگر بڑی طاقتیں انصاف سے کام نہیں لیتیں اور چھوٹے ممالک کی نا امیدیوں کو ختم نہیں کرتیں اور اس سمت میں ٹھیک کاروائیاں نہیں کرتیں تو حالات ہمارے قبضہ سے باہر ہو جائیں گے۔ اور اس کے بعد جو تباہی بربادی پھیلے گی ہم اس کا تصور بھی کر نہیں سکتے۔

پس دنیا کے ممالک کو ان موجودہ حالات پر بہت فکرمند ہونا چاہئے۔ اسی طرح بعض مسلم ملکوں کے ناانصاف بادشاہ جن کا واحد مقصد کسی بھی قیمت پر اپنے تسلط کو قائم رکھنا ہے، انہیں بھی ہوش میں آنا چاہئے، ورنہ ان کی بداعمالیاں اور بے وقوفیاں ان کی بدانجامی کی وجہ بن جائیں گی۔

ہم جو جماعت احمدیہ کے ممبر ہیں دنیا اور انسانیت کو تباہی سے بچانے کیلئے اپنی انتہائی کوشش کرتے رہیں گے۔ یہ اس لئے کہ ہم نے موجود زمانے کے امام کو مانا ہے جسے خدا نے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے اور جو خدا کے رسول حضرت محمد ﷺ کا غلام تھا جو دنیا کی بھلائی کیلئے آیا تھا۔"

(خلاصہ خطاب حضور انور نویں سالانہ امن کانفرنس بیت الفتوح مارڈن۔ 24 مارچ 2012ء بحوالہ World Crises and Pathway to Peace۔ صفحہ نمبر 40 تا 45)

سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امن سے متعلق اپنے خطابات میں جو حضور انور نے جرمنی، واشنگٹن اور جاپان میں ارشاد فرمائے کہ امن کے حوالہ سے مختلف النوع تجاویز پیش فرمائیں۔ حضور نے جرمنی میں اپنے خطاب میں جو کہ 2012ء میں ارشاد فرمایا تھا وطن سے محبت کے متعلق اسلامی تعلیمات کو پیش فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ وطن سے وفاداری اور محبت کہنا یا سننا بہت آسان ہے لیکن درحقیقت یہ چند الفاظ اپنے اندر بہت وسعت اور گہرائی سمیٹے ہوئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق وطن سے وفاداری کی صحیح تعریف اپنے عہد و پیمان کو ہر سطح اور ہر طرح کے حالات میں مشکلات کے باوجود غیر مشروط طور پر ادا کرنا ہے اور یہی وفاداری کا حقیقی معیار ہے جس کی قرآن مجید مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے۔ ایسی صورت میں ہر محب وطن کا فرض ہے کہ وہ وطن کی وفاداری کے حوالہ سے جہاں اپنے حقوق کا خیال کرے وہیں اپنے فرائض کی طرف بھی توجہ دے۔ یہ نہیں کہ اپنے حقوق کے حصول کیلئے وطن کے مفادات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کو نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہ کرے۔

اسی طرح حضور انور نے اہل جاپان کو امن کے حوالہ سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگ اس سے پہلے ہونے والی دوسری عالمی جنگ کے خطرناک ایٹمی جنگ کے تباہ کن اثرات کو برداشت کر چکے ہیں۔ اس لئے آئندہ ہونے والی متوقع تیسری عالمگیر جنگ کو ٹالنے کیلئے دنیا کے باقی ممالک اور باشندوں کی نسبت آپ کا کردار بہت واضح اور صاف ہونا چاہئے۔ بہرحال اس سے پہلے ہونے والی عالمی جنگ میں جاپان اپنے تیس لاکھ افراد کی جان سے ہاتھ دھو چکا ہے۔ ہم ممبران جماعت احمدیہ حتی الوسع اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ دنیا اور انسانیت کو تباہی سے بچایا جائے۔ امید ہے کہ جاپان کے دانشور اور انصاف پسند جماعت احمدیہ کی کوششوں میں اس کا ساتھ دیں گے۔

تاریخ احمدیت ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں خلافت راشدہ احمدیہ بھرپور کاوشوں اور دعاؤں کے ذریعہ امتِ مسلمہ اور انسانیت کے اتحاد اور قیامِ امن کی خاطر کوشاں رہی۔ اللہ کرے کہ دنیا خدا کے بھیجے ہوئے

فرستادے کو پہچاننے میں اب مزید تاخیر نہ کرے تا عافیت کا یہ حصار اُن کو شش جہت سے ڈھانپ لے اور ان کی دائمی نجات کا موجب ہو سکے، آمین۔

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف، مَیں عافیت کا ہوں حصار

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

❁❁❁

اپنے عہد کو پورا کرو

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

’’آج کل کے معاشرے میں ایک یہ بھی بیماری عام ہے کہ بات کرو تو مکر جاؤ، وعدہ کرو تو اسے پورا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لو، جب کوئی عہد کرو تو اس کو توڑنے کے بہانے تلاش کرو کیونکہ دوسری طرف بہتر مفاد نظر آ رہا ہوتا ہے اور یہ باتیں انفرادی طور پر بھی اور جہاں پانچ دس افراد اکٹھے مل کر کام کر رہے ہوں، کوئی مشترکہ کاروبار ہو وہاں بھی اور بدقسمتی سے ملک ملک سے بھی جب معاہدے کرتے ہیں تو بدعہدی اور زیادتی کر رہے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب کسی امیر ملک اور غریب ملک میں کوئی معاہدہ ہو تو بعض دفعہ اپنے مفاد منوانے کی خاطر دباؤ ڈالتے ہیں اور اگر دباؤ میں آنے سے کوئی انکاری ہو تو پھر معاہدوں میں بدعہدیاں شروع ہو جاتی ہیں تو بہرحال یہ ایک ایسی برائی ہے جو شخصی معاہدوں سے لے کر بین الاقوامی معاہدوں تک حاوی ہے، سب تک پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ فرمایا اگر تم میری محبت چاہتے ہو، یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے راضی رہوں، یہ چاہتے ہو کہ میں تمہاری دعاؤں کو سنوں تو تقویٰ اختیار کرو، مجھ سے ڈرو، میری تعلیم پر عمل کرو اور تعلیم میں سے بھی ایک بہت اہم تعلیم اپنے عہد کو پورا کرنا ہے، اپنے وعدوں کا پاس رکھنا ہے۔

(خطبہ جمعہ 27 فروری 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

❁❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁❁



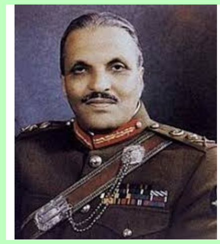
مسجد فتح عظیم

(منیر باجوہ)

تیری قدرتیں عظیم تیری عظمتیں عظیم
اے قادرو کریم تیری حکمتیں عظیم
کون پڑھ سکا ہے تیرا دفتر رموز
تیری شان بھی عظیم تیری نعمتیں عظیم
مخلوق میں سے افضل بنایا ہے بشر کو
بشروں کے اس گروہ میں تیرے مُرسلیں عظیم
امام انبیاء ہے رحمت کا اک وجود صلعم
سب کائنات سے وہ دلبر حُسیں عظیم
ہیں سب پیارے انبیاء تجھکو میرے خدا
تیرا حبیب سب سے ہے ماہِ جبیں عظیم صلعم
اس کا غلامِ کامل اس کا فدائے جان
صادق ہے اس کے عشق میں وہ حِصن حِصیں عظیم
ڈوئی کو تھا یہ زُعم کہ وہ دھرتی پہ ہے عظیم
ترا بھیجا ہوا عظیم ترا فاتح مبیں عظیم
اے فتح عظیم مسجد، مساجد میں تیرا نام
تُو مولا کا اک نشان ہے، عرش بریں عظیم
سب نے کہا منیر ہاں مرزا ہے گریٹ
غلام احمد کی جے جسے سب کہیں عظیم

❁❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁❁



جماعت احمدیہ مسلمہ کی صداقت کا ایک قہری نشان

نمرود وقت کی ھلاکت کا عبرتناک نشان اور جہاز پھٹ گیا

ڈاکٹر فضل الرحمان



الیکشن 1977 میں پینتیس سیٹوں پر ہونے والی دھاندلی کوئی ایسا بڑا مسئلہ نہیں تھا جس کے لئے بھٹو کے خلاف تحریک چلائی گئ تا کہ اسے اقتدار کے ایوانوں سے نکال باہر کیا جائے حالانکہ بھٹو ان سیٹوں پر دوبارہ الیکشن کے لئے تیار بھی ہو گیا تھا۔ مُجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ صرف اڑھائی سال پہلے پاکستان بھر کے ملاوں نے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے عوض بھٹو کے جوتے اپنی داڑھیوں سے پالش کرنے کے وعدے کئے تھے اور فیصلہ ہونے پر بھٹو کو تاج وتخت ختم نبوت کا وارث قرار دے کر جنت کی چابی اُس کے ہاتھ میں تھمادی تھی اور اسے عالم اسلام کا بے مثال ہیرو بنا کر پیش کیا تھا۔ اتنے عظیم الشان رُتبے کے مقابل پر پینتیس سیٹوں پر دھاندلی کوئی اتنا بڑا جُرم نہیں تھا جو قابل معافی نہ ہوتا پھر ملاوں نے کیوں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے نام پر ملک بھر میں طوفان برپا کیا۔ بھٹو کے سر سے ختم نبوت کا تاج اُتار لیا گیا اور اسے اپنی ہی عطا کردہ جنت الفردوس کے بالا خانے سے گھسیٹ کر باہر نکالا اور آخرکار ملٹری ڈکٹیٹر کی مدد سے تختہ دار پر کھینچ کر کُتے کی موت مار دیا۔ اور وہ لوگ جو احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلے پر بھٹو کے حق میں تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے وہ بھٹو کی حکومت کا تختہ اُلٹے جانے پر بھی تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے (کیا یہ کُھلا تضاد نہیں ؟؟؟)۔ یہ انقلاب کیسے رونما ہوا اسے سوائے احمدیوں کے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا اور اس بات کا بھٹو کو بھی اندازہ تھا۔ کرنل رفیع نے اپنی کتاب بھٹو کے آخری 323 روز میں لکھا ہے کہ بھٹو کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ احمدی کہتے ہیں کہ بھٹو پر یہ مصیبت عذابِ الٰہی ہے جو ان پر کئے گئے ظلم وستم کا نتیجہ ہے۔ دراصل بھٹو بہت ہی احسان فراموش شخص تھا اُس نے اپنے محسنوں سے ہمیشہ بُرا سلوک کیا خُود اپنی پارٹی کے بانی اراکین کو بے عزت کر کے اور ٹھڈے مار کر پارٹی سے نکال دیا ڈاکٹر مبشر حسن، جے اے رحیم معراج محمد خان، مختار رانا اور ایسے بے شمار اور لوگ تھے جن کے ساتھ تضحیک آمیز سلوک کیا گیا۔

پی این اے کی تحریک کے نتیجے میں 5 جولائی 1977 کو جنرل ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹا کر اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اور 90 دن میں عام انتخابات کروا کر اقتدار منتخب نمائندوں کے حوالے کرنے کا اعلان کیا۔ لیکن بعد میں جس طرح ان نوے دنوں کو طول دے کر گیارہ سالوں تک پھیلا دیا گیا وہ جھوٹ اور منافقت کی ایک شرمناک داستان ہے۔ جنرل ضیاء نے آتے ہی ایک بہت خوبصورت بات کی تھی کہ ”اپنا عقیدہ مت چھوڑو اور دوسرے کے عقیدے کو مت چھیڑو“ مگر اس منافق شخص نے بعد میں اپنے ہی اس قول کی دھجیاں بکھیر دیں اور وطن عزیز کی سب سے محب وطن اور پُر امن جماعت احمدیہ کو اپنی نفرت کے نشانے پر رکھ لیا۔ اور 26 اپریل 1984 کو ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ معصوم احمدیوں کو اپنے تمام مذہبی حقوق سے محروم کر دیا۔ یہ شخص امیر المومنین بننے کی کوشش میں تھا لیکن آخر کار امیر المنافقین کا لقب پا کر عبرت کی موت مرا اور احمدیت کی صداقت پر مُہر لگا گیا۔

اس ساری کہانی کو سمجھنے کے لئے کچھ تاریخی حقائق کا جاننا ضروری ہے خاص طور پر اُن نوجوانوں کے لئے جنہوں نے یہ دور نہیں دیکھا۔

جنرل یحیٰ خان 1970 اور 1971 میں پاکستان کا صدر تھا۔ جماعت احمدیہ کے نامور فرزند اور عالمی شہرت یافتہ ماہر اقتصادیات مرزا مظفر احمد (ایم ایم احمد) اس وقت سیکرٹری خزانہ اور پلاننگ اینڈ ڈویلوپمنٹ کمیشن کے چیئر مین تھے۔ اپنے ایک غیر ملکی دورے کے دوران یحیٰ خان نے ایم ایم احمد کو قائم مقام صدر کے عہدے کے لئے نامزد کیا۔ جب آپ دفتر جانے کے لئے لفٹ میں سوار ہُوئے تو ایک شخص اسلم قریشی نے جو لفٹ آپریٹر تھا ایم ایم احمد پر چاقو سے حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ اسلم قریشی کو بعد میں کس طرح جماعت کے خلاف استعمال کیا گیا اس کا ذکر آگے آئے گا۔

عام انتخابات 1970 میں جماعت احمدیہ نے ذوالفقار علی بُھٹو کی حمایت کی اور اپنی زبردست تنظیمی قابلیت اور حکمت عملی سے بھٹو کو کامیاب کروایا۔ اس ساری مُہم کے انچارج حضرت مرزا طاہر احمد صاحب تھے جو بعد میں جماعت کے چوتھے سربراہ بنے۔

انیس سو چوہتر (1974) میں بھٹو دور میں ایک خوفناک فساد کے بعد احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

پانچ جولائی (5 جولائی 1977) کو جنرل ضیاء الحق نے بھٹو کو برطرف کر کے اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ چار اپریل 1979 کو بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔

انیس سو بیاسی (1982) میں حضرت مرزا طاہر احمد جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ منتخب ہُوئے۔ آپ کے خلیفہ بنتے ہی جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں میں بہت تیزی آ گئ اور ملک میں کثرت سے لوگ احمدیت کی طرف مائل ہونا شروع ہو گئے۔

اس صورت حال پر ملک بھر کے مولوی بوکھلاہٹ کا شکار ہونے لگے اور انہوں نے جنرل ضیاء الحق سے مل کر جماعت پر کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا۔

پوری منصوبہ بندی کے ذریعہ سے اسلم قریشی کو غائب کروا دیا گیا اور طے شُدہ منصوبے کے ذریعے اس کے اغوا اور قتل کا الزام حضرت مرزا طاہر احمد پر لگا دیا۔ یہ دعویٰ بار بار بڑی شدومد کے ساتھ دھرایا جانے لگا۔ حتیٰ کہ جماعت کے ایک ازلی دشمن مولوی منظور چنیوٹی نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر مرزا طاہر احمد پر اغوا اور قتل ثابت نہ ہُوا تو اسے چنیوٹ کے تحصیل چوک میں پھانسی دے دی جائے۔

اسی سال انڈیا میں سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ نے سکھوں کی حمایت میں حکومت کے خلاف ایک زبردست مزاحمتی تحریک کا آغاز کیا جو دو سال تک چلتی رہی۔ اندرا گاندھی کی حکومت نے اس تحریک سے آہنی ہاتھوں سے نبٹنے کا فیصلہ کیا۔ 1984 میں سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کو امرتسر کے گولڈن ٹمپل میں "اپریشن بلیوسٹار" کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا۔ اس آپریشن میں چھ ڈویژن فوج نے حصہ لیا۔ جنرل ضیا نے اس اپریشن سے متاثر ہو کر اسی نوعیت کا آپریشن جماعت احمدیہ کے خلاف کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

غزل

ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن



پوچھتے ہو مجھ سے تم، کیوں یہ کام کرتے ہو
زندگی تمہاری ہے، میرے نام کرتے ہو؟

وصل کی جو دعوت ہے، ہجر کی تڑپ بھی ہے
حسن جب دکھاتے ہو، عشق عام کرتے ہو

زندگی سفر میں ہے، راستہ بھی مُشکل ہے
ہر قدم حساب اِس پر صبح، شام کرتے ہو

خوف دل پہ طاری ہے، ہر طرف اندھیرا ہے
روشنی کا ایسے میں انتظام کرتے ہو

رونقیں ہیں محفل ہے یا ہے میری تنہائی
یاد میں، مری آ کر، پھر قیام کرتے ہو

حرف خوبصورت ہیں، لفظ مسکراتے ہیں
چاندنی کی چھاؤں میں جب کلام کرتے ہو

عشق جیت جاتا ہے، عقل محوِ حیرت ہے
آگہی کی دُنیا میں جب سلام کرتے ہو

مجھ سے دُور ہو کر بھی، میرے پاس ہوتے ہو
یہ عجب کرشمہ بھی تُم مدام کرتے ہو

یوں تو مان جاتے ہو، اپنی ٹھان لو تو پھر
اس کو کر گزرنے کا اہتمام کرتے ہو

فکرمند رہتا ہے، جب سے تم نے پوچھا ہے
طارق اب جو کہتے ہو، کیا تمام کرتے ہو

(''چاک دامانِ جنوں'' سے)

سال 1983 میں پاکستان پیپلز پارٹی نے ایم ار ڈی (تحریک بحالیٔ جمہوریت) کے پلیٹ فارم سے جنرل ضیاء الحق کے خلاف ایک پُرتشدد تحریک کا آغاز کیا۔ جنرل ضیاء نے اس تحریک کو فوج کی مدد سے کچل دیا۔ 1982 میں مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ منتخب ہُوئے اور ایک سال بعد 1983 میں ایم آر ڈی کی تحریک اٹھی۔ چونکہ الیکشن 1970 میں پاکستان پیپلز پارٹی کو آرگنائز کرنے اور الیکشن میں کامیاب کروانے میں مرزا طاہر احمد کی زبردست حکمت عملی اور قائدانہ صلاحیتوں کا دخل تھا اور ملک کے مقتدر حلقے اس بات سے اچھی طرح آگاہ تھے اس لئے ایم ار ڈی کی تحریک کو بھی مرزا طاہر احمد کے ساتھ جوڑ دیا گیا۔

حضرت امام جماعت احمدیہ اس سارے گھناونے منصوبے سے آگاہ تھے اور مسلسل جماعت کی راہنمائی فرما رہے تھے اور انہیں انے والے سخت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر رہے تھے۔ اوائل دسمبر 1983 میں لندن میں ایک سیرت کانفرنس ہُوئی اس میں جنرل ضیا کا بیان پڑھ کر سنایا گیا اس بیان میں ضیاء نے احمدیت کو کینسر سے تشبیہ دے کر اسے جڑ سے اُکھاڑنے کے عزم کا ارادہ ظاہر کیا۔

اسی سال اخر دسمبر میں ربوہ میں جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ اس جلسے میں حضور نے اپنی افتتاحی تقریر میں حضرت موسیٰ اور ان کے حواریوں کے ساتھ فرعون کے سلوک کا ذکر فرمایا کہ فرعون نے موسیٰ کے حواریوں کو خطرناک نتائج کی دھمکی دی جس کے جواب میں حواریوں نے کہا کہ تم سے جو ہوسکتا ہے کر گزرو ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے مگر سچائی کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ حضور نے بڑے جلالی انداز میں فرمایا کہ اگر موسیٰ کے غلاموں کا وقت کے جابر بادشاہ کو یہ جواب تھا تو اج محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا بھی یہی جواب ہے یہی جواب ہے اور یہی جواب ہے۔ حضور کے خطاب سے پہلے حضور کی عظیم الشان جلالی نظم منیر احمد جاوید صاحب نے پڑھی۔ تمام احمدی اس نظم سے واقف ہیں

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی

آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رُخ پلٹ جائے گا رُت بدل جائے گی

اس نظم میں جنرل ضیاء کو واضح تنبیہ کی گئی تھی اور اس کے عبرتناک انجام سے خبردار کیا گیا تھا

اپریل 1984 کے شروع میں ایسی خبریں گردش کرنے لگیں کہ جیسے عنقریب جماعت کے خلاف کوئی کاروائی ہونے والی ہے چنانچہ خطرے کو بھانپتے ہُوئے حضور اسلام اباد تشریف لے گئے تاکہ مصدقہ معلومات حاصل کی جائیں۔ 25 اپریل کو بعض بہت اہم ذرائع نے حضرت مرزا طاہر احمد کو اطلاع دی کہ آپ کے خلاف بہت خطرناک منصوبہ تیار ہو چکا ہے اس لئے جلد از جلد اسلام آباد چھوڑ دیں ۔ چنانچہ حضور فوری طور پر ربوہ واپس تشریف لے آئے۔ اگلے روز جماعت احمدیہ کے خلاف سخت ترین آرڈیننس جاری ہو گیا۔ اس ارڈیننس کے مطابق کوئی احمدی اپنے آپ کو کسی بھی رنگ میں مسلمان ظاہر نہیں کرسکتا۔ اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کرسکتا اور اس کی خلاف ورزی پر قید و بند اور جرمانے کی سزاوں کا بھی اعلان کیا گیا۔

خطرناک کھیل شروع ہو چکا تھا۔ ربوہ کو گھیرے میں لے لیا گیا تھا اور آپریشن بلیو سٹار کی طرز کا آپرشن کرنے کی تیاری کی جا رہی تھی۔ حضرت مرزا طاہر احمد کی گرفتاری کے خفیہ احکامات جاری کر دئے گئے تھے۔ منصوبہ یہ تھا کہ مرزا طاہر احمد کو اسلم قریشی کے اغوا اور قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا جائے ربوہ میں کرفیو نافذ کر کے احمدیوں کو گھروں میں بند کر دیا جائے اور اگر احمدی مزاحمت کے لئے نکلیں تو اُنہیں گولیوں سے اڑا دیا جائے۔ نئے خلیفہ کا انتخاب نہ ہونے دیا جائے اور جماعت کو مکمل طور پر قیادت سے محروم کر دیا جائے۔ ایسے حالات میں جماعت کے سرکردہ افرد نے حضور کر پاکستان سے ہجرت کا مشورہ دیا چنانچہ حضرت مرزا طاہر احمد پاکستان سے ہجرت کر کے 29 اپریل کو بحفاظت لندن پہنچ گئے۔ الحمدللہ

جنرل ضیاء اپنے شکار کے یوں ہاتھ سے نکل جانے کو برداشت نہ کر سکا اور احمدیوں پر جبر و تشدد اور ظلم و بربریت کا بازار گرم کر دیا۔ ہزاروں احمدیوں کو جیلوں میں بند کر دیا اور درجنوں احمدی شہادت کا رُتبہ حاصل کر کے سُرخُرو ہُوئے۔ وقت کا فرعون اپنی طاقت کے نشے میں چُور بے گناہ احمدیوں سے اُن کے تمام حقوق سلب کرنے کے کی کوششوں میں لگ گیا اور دوسری طرف الٰہی تقدیر اسے رہتی دنیا تک عبرت کا نشان بنانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ حضرت مرزا طاہر احمد نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ضیاء کو متنبہ کیا کہ وہ احمدیوں پر ظلم بند کر

دے وگرنہ الٰہی تقدیر اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ضیاء بجائے ظلم بند کرنے کے اور آگے بڑھتا چلا گیا اور اخر کار 10 جون 1988 کو حضرت مرزا طاہر احمد نے خُدا کے حضور دعا کے بعد دنیا بھر کے مکفرین ومکذبین اور اُن سب کے سر پرست اعلیٰ جابر حکمران کو مباہلے کا چیلنج دیا۔اور فرمایا کہ جنرل ضیاء زبان سے مباہلہ قبول کرے یا نہ کرے لیکن احمدیوں پر ظلم وستم بند نہ کرے تو یہ بھی مباہلہ قبول کرنے کے مترادف ہوگا۔مباہلے کے اس چیلنج کے ٹھیک ایک ماہ بعد خُدا تعالیٰ نے مولویوں کے جنرل ضیاء کے ساتھ مل کر بنائے گئے ناپاک منصوبے کو ظاہر فرما دیا اور جس شخص اسلم قریشی کے اغوا اور قتل کے نام پر یہ سارا ڈرامہ رچایا گیا تھا وہ خود منظر عام پر آ گیا اور اُس نے اعتراف کیا کہ اُسے کسی نے اغوا نہیں کیا تھا بلکہ اپنے معاشی حالات سے تنگ آ کر وہ ملک چھوڑ گیا تھا اور اب واپس آ گیا ہے۔یہ مباہلے کا پہلا بڑا نشان تھا۔اب مولوی منظور چنیوٹی کی اخلاقی ذمہ داری تھی کہ اپنے اعلان کے مطابق اپنے آپ کو چنیوٹ کے تحصیل چوک میں پھانسی کے لئے پیش کرتا۔لیکن اگر وہ ایسا کرتا تو مولوی کیسے کہلاتا کیونکہ جھوٹ،منافقت،بے غیرتی لالچ،ہوس،منافرت انگیزی اور ہٹ دھرمی مولوی کے خون میں شامل ہے۔12 اگست کے خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا کہ اب خُدا کی گرفت قریب ہے اور چکی چل پڑی ہے۔اب دنیا کی کوئی طاقت ضیاء کو اپنے بد انجام سے نہیں بچا سکتی۔17 اگست کو جنرل ضیاء اپنے ساتھی جرنیلوں اور امریکی سفیر رافیل کے ساتھ بہاولپور میں نئے ملٹری سامان کی نمائش دیکھنے کے لئے آرمی کے سب سے محفوظ طیارے C 130 میں روانہ ہُوا۔واپسی پر جہاز اپنی اُڑان کے صرف پانچ منٹ کے بعد دھماکے سے پھٹ کر قلابازیاں کھاتا ہُوا مُنہ کے بل زمین سے آ ٹکرایا اور اس میں خوفناک آگ بھڑک اُٹھی اور پاکستان کا مطلق العنان حُکمران وقت کا فرعون اور نمرود اپنے ساتھیوں سمیت جل کر راکھ ہو گیا اور اُسکی لاش بھی سلامت نہ رہی۔پاکستان بھر میں سناٹا چھا گیا جب یہ خبر ملی کہ جنرل ضیا اپنے 32 ساتھوں اور امریکن سفیر رافیل کے ساتھ بہاولپور میں ایک فضائی حادثے میں جل کر راکھ ہو گیا ہے۔

تُم دعائیں کرو یہ دعا ہی تو تھی جس نے توڑا تھا سر کبر نمرود کا
ہے ازل سے یہ تقدیر نمرودیت آپ ہی آگ میں اپنی جل جائے گی

حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرنے والے فرعون نے آخری وقت پر توبہ کر کے اپنی لاش بچالی مگر مسیح محمدی کا مقابلہ کرنے والا یہ فرعون ایسا بد بخت تھا کہ اسے توبہ کی توفیق بھی نہ ملی اور خُدا اُڑا دے گا خاک آن کی کرے گا رُسوائے عام کہنا کا مصداق بن کر ہمیشہ کی ذلت کا طوق گلے میں ڈال کر واصل جہنم ہُوا فاعتبرو یا اولی الابصار۔

جنرل ضیاء پاکستان پر ایک لعنت بن کر مسلط ہُوا اور اپنے اقتدار کے لئے مذہب کو استعمال کرتا رہا۔آج پاکستان جس دہشت گردی اور فرقہ واریت کا شکار ہے اس کی تمام تر ذمہ داری اس منحوس شخص پر عائد ہوتی ہے۔خُدا تعالیٰ ہمارے وطن عزیز کو اس کے بد اثرات سے بچائے۔آمین

❁❁❁❁❁❁❁

غزل

عبدالکریم قدسیؔ



شاہ دیکھتے ہیں منصب عالی کی حیثیت
وہ دیکھتے نہیں ہیں سوالی کی حیثیت

دستِ سخی نے عزت و توقیر بخش دی
ورنہ تھی خاک دامنِ خالی کی حیثیت

پیوستہ جب تلک ہے شجر کے نصیب سے
تب تک خوشا نصیب ہے ڈالی کی حیثیت

نام و مقام مل گیا غالب کے نام سے
ورنہ ادب میں کچھ نہ تھی حالی کی حیثیت

چاہے زمانہ دے لے کڑی کڑی سزا
قائم رہے گی روحِ بلالی کی حیثیت

من بھائے جو پیا کے سہاگن وہی بنے
گوری کی حیثیت ہے نہ کالی کی حیثیت

قدسی یہ سارا حسنِ نظر کا کمال ہے
ورنہ ہے خاک ہونٹوں کی لالی کی حیثیت

❁❁❁❁❁❁❁



جلیں گے گھر سب کے

چوہدری نعیم احمد باجوہ

پہلے راحت اندوری کا حقیقت افروز شعر ملاحظہ فرمالیں پھر ایک مکالمہ آپ کی نذر کرتے ہیں۔

لگے گی آگ تو آئیں گے گھر کئی زد میں
یہاں پہ صرف ہمارا مکان تھوڑی ہے

آگ لگانے والے بہر حال اسی خوش فہمی میں ہیں کہ ان کے گھر محفوظ ہیں۔اور ہر بار ''گو ریپا کوئی ہور'' کا معاملہ جاری رہے گا۔ یہ آگ ان تک پہنچے گی نہ اس کی لپیٹیں۔اس سے بڑی حماقت کوئی اور کیا ہوگی۔ایک فصل بڑے اہتمام سے بوئی گئی ہے۔حسبِ منشا ایک دو بار اس کے ''اثمار'' سے مستفید بھی ہو چکے ہیں۔نفرتوں کے ببول اُگائے ہیں تو پھل پھول بھی زہر آلود ہی ملیں گے۔المیہ اس ملک کا یہی ہے کہ طاقت کے نشے میں چُور ہو کر، کسی ایک طبقہ کو نشانے پر رکھ کر اقدامات کر لئے جاتے ہیں۔لیکن ایسا کرنے والے ہر بار یہ بات مگر بھول جاتے ہیں کہ ''لگے گی آگ تو آئیں گے گھر کئی زد میں۔''

باقی مثالیں ایک طرف ۱۹۷۴ء میں طاقت کے نشے میں چُور ایک فیصلہ آپ نے کر لیا لیکن کبھی مڑ کر یہ دیکھنے کی توفیق بھی ملی کہ اس کے بعد نفرتوں کی فصیل مٹنا تو درکنار، پست قامت بھی نہ ہوئی، بلکہ آنے والے ہر دن میں اونچی سے اونچی ہوتی جاتی ہے۔ایک طبقہ کو بزور طاقت اقلیت قرار دے کر اور اپنے آپ سے الگ شمار کرنے کے بعد بھی اکثریت کے مذہب اور عقیدے کو تحفظ کیوں نہیں مل سکا۔یہاں بحث کسی عقیدے کے سچا یا جھوٹا ہونے کی نہیں کی جا رہی۔بات طاقت کے گھمنڈ میں معاشرے کے ایک حصے کو پیستے جانے اور اس خوش فہمی میں رہنے کی ہے کہ ہمیں اس کے نتائج بھگتنا نہیں پڑیں گے۔

تاریخ کے طالب علم کو یہ بھی بتا دیجئے کہ آج تک طاقت کے زور پر، لاشیں گرانے کے دم پر، نفرتوں کو ہوا دے کر، قتل و غارت گری کے سہارے لے کر، صلیبوں پر ٹانک کر، غاروں میں بند کر کے، زندہ جلا کر، جسموں کو نوچ کر، جیتے جاگتے انسانوں کو دولخت کر کے کسی عقیدے کو مٹایا جا سکا ہو۔؟ پھر یہ زعم کیسا کہ انہیں ہتھیاروں سے احمدیوں کو ختم کر دیا جائے گا۔

مذموم مقاصد کے لئے پیدا کی گئی تحریک لبیک کے ''مجاہدین'' کو پالا گیا ہے۔ان کو انسانوں کے روپ میں درندگی کی بدترین مثالیں قائم کرنے کی تربیت دی گئی۔معصوموں کا خون ارزاں ہے اور درندوں کو کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔نہیں یقین تو تازہ مثال دیکھ لیجئے۔ ۱۲، اگست ۲۰۲۲ جمعہ کا روز ہے۔ چناب نگر کے بس اسٹاپ پر ایک شخص اترتا ہے۔اسے معلوم ہے کہ اس شہر میں اٹھانوے فیصد آبادی احمدیہ جماعت کی ہے۔اس لئے اسے اپنا شکار تلاش کرنے کے لئے کسی تردد کی ضرورت نہیں ہوگی۔وہ ایک بوڑھے شخص کو ٹارگٹ کرتا ہے۔ہمت اور جوانمردی بس اتنی سی ہے کہ کسی نوجوان کو منتخب کرنے کے بجائے ایک باسٹھ سالہ بوڑھے کو نشانہ بناتا ہے۔مکالمہ کچھ یوں ہے۔

''چاچا تم قادیانی ہو''

''نہیں میں تو احمدی ہوں۔میرا تعلق جماعت احمدیہ ہے۔''

''تم قادیانیت چھوڑ دو۔''

بھئی کون ہو تم۔جان نہ پہچان۔کہاں سے آئے ہو۔کیا چاہتے ہو۔

بولو خادم رضوی زندہ باد۔بولو لبیک یا رسول اللہ۔

پر کیوں؟

اچھا نہیں بولتے تو لو پھر۔۔۔۔۔

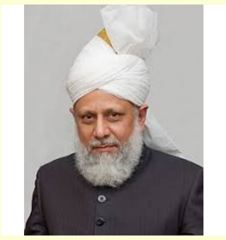
اس کے ساتھ ہی چھبیس سالہ مذہبی جنونی ایک باسٹھ سالہ بزرگ کے سینے میں خنجر گھونپ دیتا ہے اور پے در پے وار کرتا چلا جاتا ہے۔قاتل پر قابو پائے جانے تک وہ اپنا کام کر چکا ہوتا ہے۔وقوعہ سے چند میٹرز کے فاصلے پر ہسپتال کی ایمرجنسی ہے لیکن باسٹھ سالہ بزرگ زندگی کی بازی ہار چکے ہیں۔اپنے ہی شہر میں، اپنی ہی گلی میں۔جرم کچھ اور نہیں صرف جرمِ وفا ہے۔

احمدی کہتے ہیں ہم خوف زدہ ہیں کہ اپنے ہی شہر میں محفوظ نہیں رہے۔ایک ایسے شہر میں بھی محفوظ نہیں جہاں اٹھانوے فیصد آبادی احمدیوں کی ہے۔ایک ایسے شہر میں جس کو آباد احمدیوں نے کیا۔احمدی بات کرتے ہیں کہ ان کو اس ملک میں جس کے لئے ان کی بے مثال قربانیاں ہیں،رہنے کی اجازت کیوں نہیں؟۔ان کا قصور کیا ہے،کیا جرم سرزد ہوا ہے۔؟شاید وہ بزرگ بھی آخری لمحات میں یہی پوچھ رہے ہوں میرا جرم کیا ہے؟کیا احمدی ہونا جرم ہے۔نہیں احمدیوں کا پُرامن رہنا جرم بنا دیا گیا ہے۔احمدیوں کا خاموشی سے لاشیں اٹھاتے جانا اور اپنے قبرستان بھرتے جانا جرم ہے۔یہی جرم ہے کہ اس لاش کو سڑک پر رکھ کر دھرنا کیوں نہ دیا۔کیوں سرگودھا روڈ بند کر کے ہزاروں لوگوں کی زندگی اجیرن نہ کی۔کیوں توڑ پھوڑ کر کے ملکی املاک کو نقصان نہ پہنچایا۔اس معاشرے میں ایسا نہ کرنا سنگین جرم بنا دیا گیا ہے۔پُرامن رہنا جرم شمار ہوتا ہے۔طاقت کے زور پر گذشتہ نومبر میں جی ٹی روڈ بند کر کے،اربوں کی اکانومی تباہ کر کے اپنے مطالبے منانے والوں کی بات سنی گئی۔ان کو مراعات بھی دی گئیں۔جیلوں کے دروازے بھی کھول دیے گئے۔

۱۲ اگست کو ہونے والے واقعہ کی سی سی ٹی وی فوٹیج سوشل میڈیا پر موجود ہے۔قاتل،خادم رضوی کی رٹی رٹائی لائنیں دہرا رہا ہے۔ٹویٹر پر ایک نابغہ نے اس پر یوں تبصرہ کیا''ایک فیک ویڈیو کی بنا پر تحریک لبیک کو ملزم ٹھہرایا جا رہا ہے۔''

پوچھو اس بیوہ سے کہ خاوند کے سہارے کے بغیر بچیوں کی پرورش کرنے کے پہاڑ کو سر کرنا کتنا دردناک ہے۔پوچھو ان تین معصوم بچیوں سے کہ باپ کے قتل کے کیا معنی ہوتے ہیں۔اور ڈرو اس وقت سے جب تمھارے ہی جیسا کوئی اور جنونی تمھارے کسی پیارے کی گردن پر ایسا خنجر رکھ دے۔پھر بھی یہی کہنا کہ ویڈیو فیک ہے۔

سن رکھو!نفرتوں کی فصلیں،محبت کے پھول پیدا نہیں کر سکتیں۔عقیدوں کی بنیاد پر معاشرے کو تقسیم کرتی سرحدیں اتنی آسانی سے مٹائی نہیں جا سکتیں جب تک وہ سینکڑوں ہزاروں کے خون کا خراج وصول نہ کر لیں۔آج احمدی کے قتل پر خوش ہونے والوں کی اپنی باری کتنی دور ہے؟



مسجد کو آباد کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''مَیں اکثر کہتا رہتا ہوں اور جماعت کی تاریخ بھی ہمیں یہی بتاتی ہے افرادِ جماعت کا رویہ بھی ہمیں یہی بتاتا ہے کہ مالی قربانیوں میں تو جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھی ہوئی ہے،بڑھ رہی ہے اور اس طرف توجہ بھی رہتی ہے لیکن نمازوں کے قیام کی طرف توجہ کی بہت ضرورت ہے۔عبادتوں کے معیار حاصل کرنے کی ابھی بہت ضرورت ہے۔پس اس طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔مسجد کو آباد کریں۔قیامِ نماز اسی وقت حقیقی رنگ میں ہوتا ہے جب باجماعت نمازیں ادا کی جائیں اور مسجد کی تعمیر کی یہی غرض ہے کہ یہاں باجماعت نماز ادا ہو۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقی مومن کو اس دنیا سے زیادہ آخرت کی زیادہ فکر ہوتی ہے۔جب انسان بڑھاپے کی عمر کو پہنچتا ہے تو بڑی فکر ہوتی ہے،روتا ہے،دعا کرتا ہے اور دعا کے لئے کہتے بھی ہیں کہ دعا کریں انجام بخیر ہو''

(خطبہ جمعہ یکم نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

❁❁❁❁❁❁❁

آج ریاست خاموش اس لئے ہے کہ پروردہ ہیں۔مذمت اس لئے نہیں کر سکتے کہ اسی درندے کا رخ مذمت کرنے والے کی طرف ہو جائے گا۔کسی اقلیت سے تعلق رکھنے والے کے قتل پر اسے شہید نہیں کہہ سکتے۔اس کے خاندان سے تعزیت نہیں کر سکتے۔خاص طور پر احمدی شجرہ ممنوعہ قرار دیے گئے ہیں۔ان کے حق میں ہمدردی کے دو بول بولنے سے اپنے عقیدے کی صفائیاں میلاد کروا کر،عمرے پر جا کر،مقامات مقدسہ سے احرام میں تصویریں شیئر کر کے کرنا پڑے گی۔عقیدوں کا گروی رکھنا اور کیا ہوتا ہے؟پھر بھی اکثریت کو زعم ہے کہ وہ آزاد ہے۔

لگے گی آگ تو آئیں گے گھر کئی زد میں
یہاں پہ صرف ہمارا مکان تھوڑی ہے!

❁❁❁❁❁❁❁



قلم کی بادشاہی

(انسان کی تمام ترقیات کا دور قلم کی بادشاہی سے شروع ہوتا ہے)

(انجینئر محمود مجیب اصغر)



حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام عربی منظوم کلام میں فرماتے ہیں

الله مقصد مهجتی و اریده

فی کل رشح القلم و الاملاء

(اللہ میری جان کا مقصود ہے اور میں اسی کو چاہتا ہوں قلم کے ہر قطرہ (روشنائی) اور ہر املاء میں)

سورۃ القلم

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سورۃ القلم کے تعارفی نوٹ میں فرماتے ہیں ''یہ سورۃ حروف مقطعات سے شروع ہونے والی آخری سورۃ ہے یہ سورۃ لفظ ''ن' سے شروع ہوتی ہے جس کا ایک معنی دوات کا ہے اور قلم سے لکھنے والے تمام اس کے محتاج رہتے ہیں اور انسان کی تمام ترقیات کا دور قلم کی بادشاہی سے شروع ہوتا ہے اگر انسانی ترقی میں تحریر کو نکال دیا جائے تو انسان جہالتوں کی طرف لوٹ جائے اور پھر کبھی اسے کوئی علمی ترقی نصیب نہیں ہو سکتی۔''

حضرت ادریس

کہتے ہیں کہ حضرت ادریس پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم استعمال کیا (اطلس القرآن تالیف دکتور شوقی ابو خلیل دار السلام صفحہ 36)

قرآنی وحی کا آغاز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اقرا و ربك الا كرام الذى علم بالقلم (العلق آیت 4-5)

یعنی اس سب سے زیادہ معزز رب کا نام لے کر قراءت کر جس نے تمام انسانی ترقی کا راز قلم میں رکھ دیا ہے اگر قلم اور تحریر کا ملکہ انسان کو عطا نہ کیا جاتا تو کوئی ترقی ممکن نہ تھی

قل لو کان البحر مدادا لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد ربی ولو جئنا بمثله مددا (الکھف آیت 110) کہہ دے کہ اگر سمندر کو سیاہی بنا کر اس سے خدا تعالیٰ کی معرفت کی باتیں، اس کے دیئے ہوئے علوم اور قدرت کے راز ضبط تحریر میں لانا چاہو تو وہ ایک سمندر کیا اس جیسا ایک اور سمندر بھی لے آؤ تو وہ بھی ختم ہو جائے گا مگر خدا کی باتیں اور اس کے دیئے ہوئے علوم ختم نہ ہوں گے

ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام و البحر یمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت کلمت الله ان الله عزیز حکیم

(لقمان آیت 28)

یعنی کائنات میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت کے جو اسرار پھیلے پڑے ہیں ان پر کوئی حساب احاطہ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ تمام سمندر بھی اگر روشنائی بن جائیں اور تمام درخت قلم بن جائیں تو سمندر خشک ہو جائیں گے اور قلم ختم ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے اسرار کا بیان ابھی باقی ہوگا

سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

وانزلنا الحدید فیه باس شدید و منافع للناس

(الحدید آیت 26)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں

"..معلوم ہوتا ہے کہ حدید نے اپنا فعل باس شدید کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کیا کہ اس سے سامان جنگ وغیرہ تیار ہو کر کام آتا تھا مگر اس کے فعل منافع للناس کا وقت یہ مسیح اور مھدی کا زمانہ ہے کہ اس وقت تمام دنیا حدید (لوہے) سے فائدہ اٹھا رہی ہے................ میں بھی سارے مضمون لوہے کے قلم ہی سے لکھتا ہوں مجھے بار بار قلم بنانے کی عادت نہیں ہے اس لئے لوہے کا قلم استعمال کرتا ہوں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوہے سے کام لیا ہم بھی لوہے ہی سے لے رہے

ہیں اور وہی لوہے کی قلم تلوار کا کام دے رہی ہے"

(البدر 26 دسمبر 1902ء بحوالہ تفسیر مسیح موعود جلد 8 صفحہ 83)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں" اختلافات سے گھبرانا بھی مومن کا کام نہیں اللہ تعالیٰ نے اختلافات کے رفع کے لئے یہ آیت فرمائی ہے

لقد ارسلانا رسلنا بالبینت و انزلنا معھم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط و انزلنا الحدید فیه باس شدید و منافع للناس..... یعنی اختلاف رفع ہوتے ہیں کتاب سے اور پھر میزان سے، جس میں علم مناظرہ شامل ہے، پھر لوہا بھی فیصلہ کرتا ہے جو پچھلے زمانہ میں اگر بصورت تلوار فیصلہ کن تھا تو اس زمانہ میں بصورت قلم غرض اسلام نے ہر مشکل کے حل کرنے کے لئے طریق سکھایا ہے مبارک وہ جو قرآن شریف پر عمل کرتے ہیں۔'' (حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 57)

قلم کا جہاد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

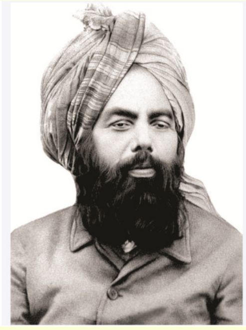
فرمایا:

'' پادریوں کے فتنے حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان کی مذہبی گورنمنٹ ایک بہت شور ڈال رہی ہے مگر ان کے فتنے تلوار کے نہیں ہیں قلم کے فتنے ہیں سوائے مسلمانوں تم بھی قلم سے ان کا مقابلہ کرو اور حد سے مت بڑھو خدا تعالیٰ کا منشاء قرآن شریف میں صاف پایا جاتا ہے کہ قلم کے مقابل پر قلم ہے اور تلوار کے مقابل پر تلوار مگر کہیں نہیں سنا گیا کہ عیسائی پادری نے دین کے لئے تلوار بھی اٹھائی ہو پھر تلوار کی تدبیریں کرنا قرآن کریم کو چھوڑنا ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 403)

" خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ جس طرح اور جن آلات سے کفار لوگ تم پر حملہ کرتے ہیں، انہی طریقوں اور آلات سے تم ان لوگوں کا مقابلہ کرو اب ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے حملے اسلام پر تلوار سے نہیں ہیں بلکہ قلم سے ہیں لہذا ضرور ہے کہ ان کا جواب قلم سے دیا جاوے اگر تلوار سے دیا جاوے گا تو یہ اعتدا ہوگا جس سے خدا تعالیٰ کی صریح ممانعت قرآن شریف میں موجود ہے ان اللہ لا یحب المعتدین"

(تفسیر جلد 2 ص 296)



سلطان القلم کا خطاب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے باقاعدہ قلمی جہاد "براہین احمدیہ" (ملقب بہ البراہین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ) کی تصنیف سے شروع کیا اس کتاب کی چوتھی جزو کی تصنیف کے دوران آپ کو الہام ہوا ''کتاب الولی ذوالفقار علی'' ولی کی کتاب علی کی تلوار کی طرح ہے یعنی مخالفت کو نیست و نابود کرنے والی ہے اور جیسے علی کی تلوار نے بڑے بڑے خطرناک معرکوں میں نمایاں کار دکھلائے تھے ایسا ہی یہ بھی دکھلائے گی اور یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ جو کتاب کی تاثرات عظیمہ اور برکات عمیمہ پر دلالت کرتی ہے ''(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 497 حاشیہ در حاشیہ 3)

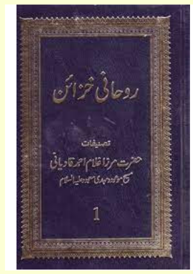
فرمایا" ایک زمانہ ذوالفقار کا تو وہ گزر گیا کہ جب'' ذوالفقار'' علی کرم اللہ وجہ کے ہاتھ میں تھی مگر خدا تعالیٰ پھر ذوالفقار اس امام کو دیدے گا اس طرح پر کہ اس کا چمکنے والا ہاتھ وہ کام کرے گا جو پہلے زمانہ میں ذوالفقار کرتی تھی سو وہ ہاتھ ایسا ہوگا کہ گویا وہ ذوالفقار علی کرم اللہ وجہہ ہے جو پھر ظاہر ہوگئی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ امام سلطان القلم ہوگا اور اس کی قلم ذوالفقار کا کام دے گی نعمت اللہ کی یہ پیشگوئی کہ (ید بیضاء کہ بااوتابندہ - باز با ذوالفقار مے بینم - مرتب) بعینہ اس عاجز کے اس الہام کا ترجمہ ہے جو اس وقت سے دس برس پہلے براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے اور وہ یہ ہے :- کتاب الولی. ذوالفقار علی یہ اس عاجز کی طرف اشارہ ہے اسی بناء پر بار بار اس عاجز کا نام مکاشفات میں غازی رکھا گیا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے بعض دیگر مقامات میں اسی طرف اشارہ ہے۔''

(نشان آسمانی صفحہ 15 بحوالہ تذکرہ جلد چہارم صفحہ 73 حاشیہ)

روحانی خزائن

اسلام کی تائید میں حضرت سلطان القلم کا قلم ساری عمر چلتا رہا اور آپ نے 80 سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں اور آپ کے ملفوظات اور خطوط اور اشتہارات اس کے علاوہ ہیں آپ کی کتب 23 جلدوں میں روحانی خزائن کے

عنوان سے شائع شدہ ہیں جن کے تراجم پر کام جاری ہے



قلمی جہاد کا مجاہدہ

حضرت مولوی نورالدین صاحب جب آپ کے حلقہ ارادت میں آئے اور انہوں پوچھا کیا مجاہدہ کریں تو آپ نے قلمی جہاد کا ہی ارشاد فرمایا حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں:

''میں جب حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوٗا تو میں نے پوچھا کہ آپ کی مریدی میں کیا مجاہدہ کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہو آپ نے فرمایا کہ میں یہ مجاہدہ بتاتا ہوں کہ آپ عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھیں..................میں وہاں بائیبل اور قرآن شریف پڑھنے لگا۔ان تمام اعتراضوں کو پیش نظر رکھ کر بائیبل پر نشان کرتا رہا پھر اس کے بعد قرآن شریف پڑھتا اور نشان کرتا رہا اس کے بعد کتاب لکھنی شروع کی اور چار جلد کی ایک کتاب (فصل الخطاب) لکھی۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ 168166)

قلم کو روکنا نہیں چاہیے

آپ نے اپنی جماعت کو بھی عام طور پر یہی تحریک فرمائی

''اگر چہ فیصلہ دعاؤں سے ہی ہونے والا ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ دلائل کو چھوڑ دیا جاوے نہیں، دلائل کا سلسلہ بھی برابر رکھنا چاہیئے اور قلم کو روکنا نہیں چاہیئے نبیوں کو خدا تعالیٰ نے اس لئے اولی الایدی و الابصار کہا ہے کیونکہ وہ ہاتھوں سے کام لیتے ہیں پس چاہیئے کہ تمہارے ہاتھ اور قلم نہ رکیں اس سے ثواب ہوتا ہے جہاں تک بیان اور لسان سے کام لے سکو کام لئے جاؤ اور جو جو باتیں تائید دین کے لئے سمجھ میں آتی جاویں انہیں پیش کئے جاؤ وہ کسی نہ کسی کو فائدہ پہنچائیں گی۔''

(الحکم 17 فروری 1904ء صفحہ 6 بحوالہ تفسیر مسیح موعود جلد 7 صفحہ 167)

حضرت سلیمان کا خط

قرآن کریم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے ملکہ سبا کو لکھا اور اسے دعوت اسلام دی فرمایا

''تو میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کے یعنی سبا کی قوم کے سامنے پھینک دے پھر ادب سے پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو جا اور دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں جب اس نے ایسا کیا تو وہ ملکہ بولی اے میرے درباریو! میرے سامنے ایک معزز خط رکھا گیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ جو بے انتہا رحم کرنے والا اور بار بار کرم کرنے والا ہے اس کے نام سے ہم شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پر زیادتی نہ کرو اور ہمارے حضور میں فرمانبردار بن کر حاضر ہو جاؤ''

(سورۃ آل مل آیات 29-31 بحوالہ تفسیر صغیر)

آنحضرت ﷺ کی طرف سے سلاطین و امراء عالم کی طرف تبلیغی دعوت نامے

''جب آنحضرت صلح حدیبیہ سے واپس ہوئے تو آپ نے افراد و قبائل کو جلد جلد اسلام میں داخل ہوتے دیکھا تو محسوس فرمایا کہ اب جزیرہ عرب سے باہر دعوت اسلام کو عام کرنے کا وقت آ گیا ہے چنانچہ آپ نے اس غرض کے لئے ان تاجر مسلمانوں کو منتخب فرمایا جو بسلسلہ تجارت ان ملکوں میں جا چکے تھے جہاں کے بادشاہوں کو آپ اسلامی دعوت دینا چاہتے تھے کیونکہ یہ تجار ان کے رسم و رواج اور عادات سے واقف ہوتے ہیں

آپ سے عرض کیا گیا کہ سلاطین اس وقت تک کسی خط کو نہیں پڑھتے جب تک اس پر کاتب کی مہر نہ ہو آپ نے اپنی چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر تین سطروں میں اپنا اسم گرامی کندہ کرایا

*محمد ایک سطر میں *رسول درمیان میں اور *اللہ سب سے اوپر کندہ تھا

نقش کی تحریر الٹی تھی جس کے حروف مہر لگانے پر سیدھے آتے تھے یہ انگوٹھی آنحضرت ﷺ کے دست مبارک میں رہی پھر حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان کے ہاتھ میں رہی حتی کہ جس سال حضرت عثمان شہید کر ڈالے گئے اس سال یہ انگشتری اریس کنویں میں گر گئی جسے صحابہ تین دن تک تلاش کرتے رہے مگر وہ نہ مل سکی

آنحضرت کے نامہائے مبارک

1. آنحضرت کا نامہ مبارک روم کے بادشاہ ہرقل کے نام

2.آنحضرت کا نامہ مبارک حارث بن ابی شمر غسانی (حاکم دمشق) کے نام

3 آنحضرت کا نامہ گرامی کسری فارس (پرویز بن ہرمز) کے نام

4.آنحضرت کا نامہ مبارک سلطان مقوقس فرمانروائے قبط کے نام

5.آنحضرت کا نامہ مبارک اصحمہ نجاشی کے نام

6.آنحضرت کا نامہ مبارک بنام ہوذہ بن علی حنفی شاہ یمامہ

7.آنحضرت کا نامہ مبارک بنام منذر بن ساوی تمیمی

8.آنحضرت کا نامہ مبارک عمان کے دو بادشاہوں کے نام

(بحوالہ محمد رسول اللہ تالیف محمد رضا قاہرہ)

9.بعض مورخین نے شہنشاہ چین کے نام بھی ایک نامہ مبارک کا ذکر کیا ہے

غرض آنحضرت ﷺ نے معلوم دنیا تک قلمی جہاد کے ذریعے بھی خدائے واحد کا نام اپنی زندگی میں پہنچا دیا

قلم کا سب سے بڑا کارنامہ

والطور و کتاب مسطور فی رق منشور والبیت المعمور والسقف المرفوع والبحر المسجور (سورۃ الطور آیات 72)

قسم ہے طور کی یعنی میں شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں اور اس کھلی ہوئی کتاب کی بھی مجھے قسم ہے جو کھلے ہوئے کاغذوں پر لکھی گئی ہے اور خانہ کعبہ کی جو ہمیشہ آباد رہے گا اور اس کی چھت کی جو ہمیشہ بلند رہے گی اور جوش مارنے والے سمندر کی (تفسیر صغیر)

فٹ نوٹس میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں: "طور پر موسیٰ پر کتاب نازل ہوئی تھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر شاہد ہے اس لکھی ہوئی کتاب سے مراد خود قرآن کریم ہے جس سے صداقت محمد ﷺ روز روشن کی طرح ثابت ہے کھلے ہوئے کاغذوں سے مراد ہے ہے کہ وہ مسلمانوں کے عمل کے مطابق جزدانوں میں رکھنے کے لئے نہیں بلکہ سچا مسلمان اسے اس لئے گھر میں رکھتا ہے کہ ہر وقت پڑھتا رہے اور وہ ہر وقت کھلی رہے یعنی ابراہیم علیہ السلام کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت ثابت ہوتی رہے گی ہمیشہ بلند رہنے والی چھت سے بھی خانہ کعبہ مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس کی عزت خدا تعالیٰ ہمیشہ قائم رکھے گا قرآن کریم سمندر کو علوم روحانی کا نشان قرار دیتا ہے پس جوش مارنے والے سمندر سے مراد علوم قرآنی ہیں جو پیشہ ظاہر ہوتے رہیں گے اور اسلام کی صداقت ثابت کرتے رہیں گے''

ایک چینی شاہنشاہ کی نظم

The 100 word eulogy

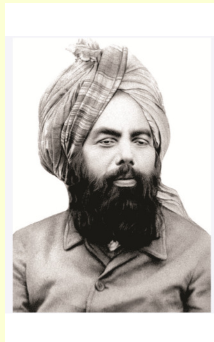
Since the creation of the Universe,
God has decreed to appoint,
This great faith-preaching man,
From the West he was born.
He received the Holy Scripture,
A Book of thirty parts ,
To guide all creaion,
Master of all Rulers,
Leader of the Holy Ones,
With Support from Above,
To Protect His Nation,
With five daily prayers,
Silently hoping for peace,
His heart towards Allah,
Empowering the poor,
Saving them from calamity,
Seeing through the darkness,
Pulling souls and spirits,
Away from all wrongdoings,
A mercy to the Worlds,
Traversing the ancient majestic path,
Vanquishing away all evil,
His Religion Pure and True,
Muhammad,
The Noble and Great One.

www.guidanceesidentia.com

تحفہ قیصریہ

آنحضرت ﷺ کی پیروی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے

بھی سلاطین اور امراء کو تبلیغی خطوط لکھے "تحفہ قیصریہ" کے تعارفی نوٹ میں لکھا ہے" چونکہ آپ کی بعثت کا مقصد اشاعت توحید الہی اور تبلیغ پیغام خداوندی تھا اس لئے آپ نے ملکہ وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی کی تقریب پر بھی جو ماہ جون 1897ء میں بڑی دھوم دھام سے منائی جانے والی تھی تبلیغ اسلام کا ایک پہلو نکال لیا اور" تحفہ قیصریہ" کے نام سے ایک رسالہ 25 مئی 1897ء کو شائع فرما دیا اس رسالہ میں جوبلی کی تقریب پر مبارکباد کے علاوہ نہایت لطیف پیرایہ اور حکیمانہ انداز میں آنحضرت ﷺ اور اسلام کی صداقت کا اظہار اور ان اصولوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو امن عالم اور اخوت عالمگیر کی بنیاد بن سکتے ہیں اور اسلامی تعلیم کا خلاصہ بیان کر کے ملکہ معظّمہ وکٹوریہ کو لنڈن میں ایک جلسہ مذاہب منعقد کرانے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ اس سے انگلستان



کے باشندوں کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات حاصل ہوں گی پھر آپ نے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی کہ مسیح صلیب پر مر کر ان کے لئے ملعون ہوا شاعت وقباحت ظاہر کر کے ملکہ معظّمہ سے درخواست کی ہے کہ پیلاطوس نے یہودیوں کے رعب سے ایک مجرم قیدی تو چھوڑ دیا اور یسوع جو بے گناہ تھا نہ چھوڑا مگر اے ملکہ! اس شصت سالہ جوبلی کے وقت جو خوشی کا وقت ہے تو یسوع کو چھوڑنے کے لئے کوشش کر اور ہسوع کی عزت کو اس لعنت کے داغ سے جو اس پر لگایا جاتا ہے اپنی مردانہ ہمت سے پاک کر کے دکھا اور آپ نے اپنے دعوی کی صداقت میں ملکہ موصوفہ کو نشان دکھانے کا وعدہ کیا بشرطیکہ نشان دیکھنے کے بعد آپ کا پیغام قبول کر لیا جائے.

.........20 جون 1897ء کو قادیان میں بھی ڈائمنڈ جوبلی کی تقریب پر جلسہ کیا گیا اور چھ زبانوں میں دعا کہ گئی:

''اے قادر و توانا! ہم تیری بے انتہا قدرت پر نظر کر کے ایک اور دعا کے لئے تیری جناب میں جرآت کرتے ہیں کہ ہماری محسنہ قیصرہ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھڑا کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اس کا خاتمہ کر''

(روحانی خزائن جلد 12)

دعوت الامیر

آپ کے خلفاء نے بھی قلم کا استعمال کر کے تبلیغی خطوط لکھے حضرت مصلح موعود کا افغانستان کے امیر کے نام" دعوت الامیر" اس سلسلہ کی اہم تصنیف ہے حضرت مصلح موعود کا قلم بڑی تیزی سے ساری عمر چلتا رہا اور آپ نے اپنی یادگار تفسیر قرآن اور مقدور بھر لٹریچر چھوڑا جس کو فضل عمر فاؤنڈیشن سالہا سال سے سمیٹنے کی کوشش کر رہی ہے" انوار العلوم" کی بے شمار جلدیں چھپ چکی ہیں

قلمی دوستی



حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنی خلافت کے دوران قلمی دوستی کی تحریک فرمائی آپ نے 19 اکتوبر 1973ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا

''ایک اور بات جس کا میں اس وقت اعلان کرنا جاتا ہوں وہ قلم دوستی ہے یہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں باتوں میں سے ہے جو ملک ملک کے درمیان قرب پیدا کرنے کے لئے ہیں قلمی دوستی ایک منصوبہ کے تحت عمل میں آنی چاہیئے .''

الہام، عقل، علم اور سچائی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ترجمہ قرآن مع سورتوں کا تعارفی نوٹ اور اسی طرح Revelation Rationality, Knowledge and Truth. ایک اہم تصنیف ہے آپ کے علمی اور قلمی کاموں کو سمیٹنے کے لئے طاہر فاؤنڈیشن برسر پیکار ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کے مکتوبات

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دور میں نہایت جرآت سے امن عالم کے لئے دنیا بھر کے سربراہوں کو مکتوب لکھے ہیں:

Letter to His Holiness pope Benedier XVI

Letter to Prime Minister of Israel

Letter to the President of the Islamic Republic of Iran

Letter to President of the United States of America

Letter to Prime Minister of Canada

Letter to Custodian of the Two Holy Places the King of the Kingdom of Saudi Arabia

Letter to Premier of the State Council of the People's Republic of China

Letter to the Prime Minister of the United Kingdom

Letter to the Chancellor of Germany

Letter to the President of French Republic

Letter to Her Majesty the Queen of the United Kingdom and Common wealth Realms

Letter to the Supreme Leader of the Republic of Iran

اللہ سے بات منوانے کا آسان طریقہ

میں نے ایک سفید ریس بزرگ سے ایک سوال پوچھا ''اللہ تعالیٰ سے بات منوانے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟'' وہ مسکرائے' قبلہ رو ہوئے' پاؤں لپیٹے' رانیں تہہ کیں' اپنے جسم کا سارا بوجھ رانوں پر شفٹ کیا اور مجھ سے پوچھا ''تمہیں اللہ سے کیا چاہیے؟'' ہم دونوں اس وقت جنگل میں بیٹھے تھے' حبس اور گرمی کا موسم تھا' سانس تک لینا مشکل تھا' میں نے اوپر دیکھا' میں نے مسکرا کر عرض کیا ''اگر بادل آ جائیں' ذرا سی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں تو موسم اچھا ہو جائے گا'' وہ ہنسے اور آہستہ سے بولے ''لو دیکھو'' وہ اس کے بعد بیٹھے بیٹھے رکوع میں جھکے اور پنجابی زبان میں دعا کرنے لگے ''اللہ جی! کاکے کی دعا قبول کر لے اللہ جی! ہماری سن لے'' وہ دعا کرتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے' پہلے ان کی پلکیں گیلی ہوئیں' پھر ان کے منہ سے سسکیوں کی آوازیں آئیں اور پھر ان کی آنکھیں چھم چھم برسنے لگیں' وہ بری طرح رو رہے تھے۔

میں ان کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا' میں نے زندگی میں بے شمار لوگوں کو روتے دیکھا لیکن ان کا رونا عجیب تھا' وہ ایک خاص ردھم میں رو رہے تھے' منہ سے سسکی نکلتی تھی' پھر آنکھیں برستیں تھیں اور پھر ''اللہ جی! ہماری سن لے'' کا راگ الاپ بنتا تھا' میں پریشانی' استعجاب اور خوف کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ انھیں دیکھ رہا تھا' وہ دعا کرتے جاتے تھے' روتے جاتے تھے اور سسکیاں بھرتے جاتے تھے' میں نے پھر وہاں ایک عجیب منظر دیکھا' مجھے ہوا ٹھنڈی ہوتی ہوئی محسوس ہوئی' آسمان پر اسی طرح گرم سورج چمک رہا تھا لیکن جنگل کی ہوا میں خنکی بڑھتی جا رہی تھی' میری پیشانی' سر اور گردن کا پسینہ خشک ہو گیا' میرے سینے اور کمر پر رینگتے ہوئے قطرے بھی غائب ہو گئے' میں ٹھنڈی ہوا کو محسوس کر رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا' میرے دیکھتے ہی دیکھتے پتوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں' شاخیں ایک دوسرے کے ساتھ الجھنے لگیں' پودے ہوا کی موسیقی پر ناچنے لگے اور پھر بادل کا ایک ٹکڑا کہیں سے آیا اور سورج اور ہمارے سر کے درمیان تن کر ٹھہر گیا' وہ رکے' دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور شکر ادا کرنے لگے۔

وہ دیر تک ''اللہ جی! آپ کا بہت شکر ہے' اللہ جی! آپ کی بہت مہربانی ہے'' کہتے رہے' وہ دعا سے فارغ ہوئے' ذرا سا اوپر اٹھے' ٹانگیں سیدھی کیں اور منہ میری طرف کر کے بیٹھ گئے' ان کی سفید داڑھی آنسوؤں سے تر تھی' انھوں نے کندھے سے رومال اتارا' داڑھی خشک کی اور پھر بولے ''دیکھ لو! اللہ نے اپنے دونوں بندوں کی بات مان لی'' میں نے ان کا ہاتھ پکڑا' چوما اور پھر عرض کیا ''بابا جی لیکن اللہ سے بات منوانے کا فارمولہ کیا ہے' اللہ کب' کیسے اور کیا کیا مانتا ہے؟'' وہ مسکرائے' شہادت کی دونوں انگلیاں آنکھوں پر رکھیں اور پھر بولے ''یہ دو آنکھیں فارمولہ ہیں'' میں خاموشی سے ان کی طرف دیکھتا رہا' وہ بولے ''میں نے یہ فارمولہ اپنی ماں سے سیکھا' میں بچپن میں جب بھی اپنی سے کوئی بات منوانا چاہتا تھا تو میں رونے لگتا تھا' ماں سے میرا رونا برداشت نہیں ہوتا تھا' وہ تڑپ اٹھتی تھی' وہ مجھے گود میں بھی اٹھا لیتی تھی' مجھے چومتی بھی تھی' میری آنکھیں بھی صاف کرتی تھی اور میری خواہش' میری ضرورت بھی پوری کرتی تھی۔

میں ماں کی اس کمزوری کا جی بھر کر فائدہ اٹھاتا تھا' میں رو رو کر اس سے اپنی پسند کے کھانے بھی بنواتا تھا' اس سے نئے کپڑے اور نئے جوتے بھی لیتا تھا اور کھیلنے کے لیے گھر سے باہر بھی جاتا تھا'' وہ رکے اور پھر آہستہ سے بولے ''میں نے جب مولوی صاحب سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو مولوی صاحب نے ایک دن فرمایا ''اللہ تعالیٰ انسان سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے' یہ فقرہ سیدھا میرے دل میں لگا اور میں نے سوچا' میں رو کر اپنی ایک ماں سے سب کچھ منوا لیتا ہوں' اللہ اگر مجھ سے ستر ماؤں جتنی محبت کرتا ہے تو پھر میں رو رو کر اس سے کیا کیا نہیں منوا سکتا'' وہ رکے اور بولے ''بس وہ دن ہے اور آج کا دن ہے' میں روتا ہوں' اللہ کی ذات میں ستر ماؤں کی محبت جگاتا ہوں اور میری ہر خواہش' میری ہر دعا قبول ہو جاتی ہے

مسلم لیگ ق اور پاکستان سے علیحدہ ضلع خوشاب

الم نگار

ابھی پنجاب میں مسلم لیگ ق کے پرویز الٰہی صاحب کو وزیر اعلیٰ بنے جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے تھے کہ بلی تھیلے سے باہر آ گئی۔ خدمت کے بلند و بانگ دعوؤں کے ساتھ آنے کے بعد مسلم لیگ ق کے کچھ اعلیٰ عہدیداروں نے ایسے مطالبات شروع کر دیے ہیں جو کہ آئین پاکستان کی توہین اور قائداعظم کے نظریات سے غداری کے مترادف ہیں۔ مسلم لیگ ق پنجاب کے نائب صدر ملک الیاس اعوان صاحب نے 30 جولائی 2022 کو خوشاب کے ڈپٹی کمشنر کے نام ایک خط لکھا ہے۔ کسی تبصرہ سے قبل مناسب ہوگا کہ اس کھلے خط کے کچھ حصے درج کیے جائیں۔ تا کہ پڑھنے والوں کو اس خط کے مندرجات کا اندازہ ہو سکے۔ وہ لکھتے ہیں:

"عنوان: آئین پاکستان کے مطابق جوہر آباد شہر میں قادیانیوں کو سیکیورٹی آئین پاکستان سے کھلواڑ ہے بند فرمائی جائے۔

جناب عالی!

گزارش ہے کہ قادیانی اسلامی ریاست پاکستان میں آزادانہ عبادت نہیں کر سکتے بھٹو شہید کی حکومت کے دوران ان کو ایک جگہ چناب نگر میں دے دی گئی تھی جس کا ایک مدت کے لئے معاہدہ ہے۔ اس کے باہر وہ کسی قسم کی عبادت نہیں کر سکتے"

پھر اس عجیب الخلقت خط کے آخر میں وہ ایک اور چھلانگ مار کر یہ مطالبہ کرتے ہیں:

"التماس ہے کہ فل فور (نقل بمطابق اصل) ان کی سیکیورٹی ختم کی جائے انکوائری کی جائے۔ جو لوگ ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے ان کو ضلع بدر کیا جائے۔ نوازش ہوگی۔"

اس خط میں پڑھنے والوں کو مرعوب کرنے کے لئے بار بار آئین پاکستان کا حوالہ دیا گیا ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ مسلم لیگ ق نے اپنے عہدیداروں کو آئین پاکستان کا کون سا نسخہ مہیا کیا ہے؟ لیکن آئین کا جو نسخہ ہم نے پڑھا ہے اور جو خود حکومت پاکستان کی سائٹ پر مہیا کیا گیا ہے، اس کے مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے ملک الیاس اعوان کا آئینی مطالعہ آئین کے دوسرے باب تک بھی نہیں پہنچا۔ ویسے تو اس خط کا سر پیر ڈھونڈنا مشکل ہے لیکن ہم آغاز سے ہی اس خط کا اور پاکستان کے آئین کا موازنہ کر کے پڑھنے والوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

ملک الیاس صاحب بہادر اس خط کے آغاز میں لکھتے ہیں کہ قادیانیوں کو سیکیورٹی مہیا کرنا تو آئین پاکستان سے کھلواڑ ہے۔ مجھے علم نہیں کہ ان کا اشارہ کس سیکیورٹی کی طرف تھا۔ لیکن یہ بات واضح ہے ان کا نظریہ ہے کہ قادیانیوں کو سیکیورٹی مہیا کرنے کی کیا ضرورت کیونکہ قادیانیوں کو زندہ رہنے جیسی ذہنی عیاشی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ میری درخواست ہے کہ صاحب موصوف آئین کی شق نمبر 9 ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں لکھا ہے:

"کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے اس جبکہ قانون اس کی اجازت دے۔"

انسانی زندگی اور آزادی ہر شخص کا حق ہے خواہ اس کا تعلق کسی نسل، مذہب یا سیاسی سوچ سے ہو۔ اگر کسی شخص کو بھی سیکیورٹی کی ضرورت ہے تو ریاست کا یہ فرض ہے کہ اسے سیکیورٹی مہیا کی جائے۔ سیکیورٹی مہیا کرنا آئین پاکستان سے کھلواڑ کس طرح بن گیا؟

اس کے بعد یہ صاحب آئین میں درج بنیادی انسانی حقوق پر دست درازی جاری رکھتے ہوئے یہ فلسفہ بیان کرتے ہیں کہ قادیانی اسلامی ریاست پاکستان میں آزادانہ عبادت نہیں کر سکتے۔ کوئی ان سے دریافت

کرے کہ بھلا کیوں نہیں کر سکتے؟ آئین کی کون سی شق ہے جو کہ احمدیوں کو عبادت کرنے سے روکتی ہے؟ ویسے مختلف سیاسی جماعتیں آج تک ملک میں قتل وغارت تو روک نہیں سکیں، اگر خیال آیا تو یہ کہ ملک میں عبادت پر پابندی لگا دی جائے۔ آئین پاکستان کی شق 20 میں تو لکھا ہے کہ "قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہر شخص کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا۔" یہاں ہر شخص سے مراد ہر شخص ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی نسل، کسی سوچ، کسی مسلک یا کسی مذہب سے ہو۔

اس کے بعد وہ نہلے پر دہلا مارتے ہوئے یہ انکشاف کرتے ہیں کہ بھٹو صاحب کے دور میں انہیں ایک جگہ چناب نگر دی گئی تھی اور ایک مدت کے لئے اس کا معاہدہ ہوا تھا اور قادیانی اس سے باہر کسی قسم کی عبادت نہیں کر سکتے۔ سب سے پہلے تو یہ غلطی درست فرما لیں کہ بھٹو صاحب کے دور میں احمدیوں کو کسی قسم کے کوئی جگہ نہیں دی گئی تھی۔ جس شہر کی زمین کا وہ ذکر فرما رہے ہیں وہ آزادی کے کچھ عرصہ بعد احمدیوں نے حکومت سے خریدی تھی۔

اور بھٹو صاحب کے دورِ حکومت سے بہت قبل یہ شہر آباد ہو چکا تھا۔ اور احمدیوں کا بھٹو صاحب کی حکومت سے کسی قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا جس میں احمدیوں نے اپنے بنیادی حقوق چھوڑ دینے کا اعلان کیا ہو۔ یہ فرضی معاہدہ ان صاحب کی ذہنی اختراع ہے۔ اگر انہوں نے یہ لمبی چھوڑ دی ہے تو مناسب ہوگا اس کا ثبوت بھی مہیا کریں۔

مسلم لیگ ق کے لیڈر غور فرمائیں کہ ان کی جماعت کے نام میں 'ق' کا اضافہ قائداعظم سے اخذ کیا گیا تھا۔ مناسب ہوگا کہ اگر وہ کبھی قائداعظم کے افکار کا مطالعہ بھی فرما لیں۔ میں قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ اس کو پڑھیں اور ملک الیاس اعوان صاحب کے خط سے موازنہ فرمائیں۔ قائداعظم آزادی سے قبل ہندوستان میں پائے جانے والے مذہبی اختلاف کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

"اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو یہ چیز ہندوستان کی آزادی میں سب سے بڑی رکاوٹ رہی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ہم بہت پہلے آزاد ہو چکے ہوتے۔ کوئی طاقت کسی قوم کو غلام نہیں رکھ سکتی اور خاص طور پر چالیس کروڑ افراد پر مشتمل قوم کو اپنا محکوم بنا کر نہیں رکھ سکتی۔ کوئی قوم آپ کے ملک پر قبضہ نہ کر سکتی اور اگر یہ قبضہ ہو بھی جاتا تو اس قبضہ کو طویل مدت تک برقرار نہ رکھ سکتی اگر یہ [مذہبی اختلاف] نہ ہوتا۔ چنانچہ ہمیں اس سے سبق سیکھنا چاہیے۔ آپ آزاد ہیں۔ آپ اپنے مندروں کو جانے کے لئے آزاد ہیں۔ ریاست پاکستان میں آپ اپنی مسجدوں کو یا جو بھی آپ کی عبادت کی جگہ ہے وہاں پر جانے کے لئے آزاد ہیں۔ آپ کس مذہب یا قوم یا عقیدہ سے وابستہ ہیں اس کا ریاست کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔"

ملاحظہ فرمائیں۔ کہ قوموں کو غلام کس طرح رکھا جاتا ہے۔ بیرونی طاقتیں جب کسی قوم کو غلام رکھنا چاہیں تو ان کے درمیان مذہبی اختلافات پیدا کر کے انہیں ان اختلافات میں الجھا کر اپنا غلام بنائے رکھتی ہیں۔ اور یہی مجرب نسخہ ہمارے پر آزمایا جا رہا ہے۔

اب میں اس خط کے آخری حصہ کی طرف آتا ہوں۔ اس حصہ میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے جو لوگ ختم نبوت پر ایمان نہیں لاتے انہیں ضلع بدر کیا جائے۔ بہت خوب کس دھڑلے سے یہ فیصلہ کیا جا رہا ہے کہ کس ضلع میں کون سے مسلک سے وابستہ شخص رہ سکے گا اور کون سے مسلک سے وابستہ شخص نہیں رہ سکے گا۔ اور یہ مطالبہ آئین کے واسطے دے کر کیا جا رہا ہے۔ آئین کی شق 15 میں یہ درج ہے کہ ہر شہری کو پاکستان کے ہر حصے میں آزادانہ نقل وحرکت کرنے اور اس کے کسی حصے میں سکونت اختیار کرنے کا اختیار ہوگا۔ آئین کی اس شق کے ہوتے ہوئے کس قانون کے تحت یہ اوٹ پٹانگ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ احمدیوں کو ضلع خوشاب سے نکال دیا جائے۔

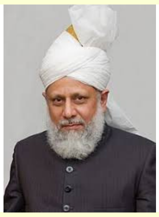
یہ ماورائے آئین مطالبہ کس بیرونی ہاتھ کی شہ پر کیا جا رہا ہے۔ آج جب اس بحران میں پاکستان کو سب سے زیادہ اتحاد کی ضرورت تھی، یہ

اختلاف اور فساد کس کے کہنے پر پیدا کیا جارہا ہے؟ اس کا مطلب کیا ہوگا؟ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ضلع خوشاب میں پاکستان کے آئین کی عملداری قائم نہیں ہے۔ اور جس علاقہ میں کسی ملک کے آئین کی عملداری قائم نہ ہو وہ علاقہ اس ملک کا حصہ نہیں رہتا۔ یہ ملک توڑنے کی سازش نہیں تو اور کیا ہے۔ پہلے سوات اور سابق قبائلی علاقہ میں دہشت گردوں کا اقتدار قائم کر کے انہیں پاکستان سے عملی طور پر علیحدہ کرنے کی سازش کی گئی اور اب جبکہ یہ سازش ناکام ہوگئی یہی کوشش پنجاب کے اضلاع شروع کی جارہی ہے۔

یہ پہلی مرتبہ نہیں ہے کہ احمدیوں کے خلاف اس قسم کے خلاف آئین مطالبات پیش کیے جارہے ہیں۔ جب 1974 میں احمدیوں کے خلاف دوسری آئینی ترمیم منظور کرنے کے لئے کارروائی ہورہی تھی تو 5 ستمبر کی کارروائی میں ایک ممبر ملک سلیمان صاحب نے قومی اسمبلی میں یہ مطالبہ کیا تھا کہ احمدیوں کی جائیدادیں ضبط کرلی جائیں۔ اور 3 ستمبر کی کارروائی میں ایک اور ممبر جمال محمد کوریجہ صاحب نے گالیاں دینے کے بعد کہا تھا کہ ان کو پاکستان سے نکال دینا چاہیے۔

اور 6 ستمبر کی کارروائی کے دوران ایک اور ممبر نعمت اللہ شنواری صاحب نے کہا تھا کہ ہم قبائلی علاقہ کے لوگوں کو اجازت دی جائے کہ وہ احمدیوں کے خلاف جہاد شروع کردیں۔ اس طرح خود اسمبلی کے اندر آئین پاکستان کی توہین کرتے ہوئے ممبران اسمبلی نے احمدیوں کی قتل و غارت کے اعلانات کیے تھے۔ لیکن یہ یاد کرانا ضروری ہے کہ پھر اسی قبائلی علاقہ سے دہشت گردی کی وہ منظم وبا اٹھی جس میں ستر ہزار پاکستانیوں کا خون بے دردی سے بہایا گیا (نوٹ: یہ سلسلہ بند نہیں ہوا)۔ جب کسی ایک گروہ کے بنیادی حقوق سلب کرنے کی اجازت دی جاتی ہے تو پھر کسی کے بنیادی حقوق محفوظ نہیں رہتے۔

(بشکریہ ہم سب مورخہ یکم اگست 2022۔)



نماز اور خلافت کا گہرا تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں۔

”ہمیشہ یاد رکھیں کہ خلافت کے ساتھ عبادت کا بڑا تعلق ہے اور عبادت کیا ہے؟ نماز ہی ہے۔ جہاں مومنوں سے دلوں کی تسکین اور خلافت کا وعدہ ہے وہاں ساتھ ہی اگلی آیت میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (النور: 57) کا بھی حکم ہے۔ پس تمکنت حاصل کرنے اور نظام خلافت سے فیض پانے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو۔ کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس انعام کے بعد اگر تم میرے شکر گزار بنتے ہوئے میری عبادت کی طرف توجہ نہیں دو گے تو نافرمانوں میں سے ہوگے۔ پھر شکر گزاری نہیں۔ ناشکر گزاری ہوگی اور نافرمانوں کے لئے خلافت کا وعدہ نہیں ہے۔ بلکہ مومنوں کے لئے ہے۔ پس یہ انتباہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اپنی نمازوں کی طرف توجہ نہیں دیتا کہ نظام خلافت کے فیض تم تک نہیں پہنچیں گے۔ اگر نظام خلافت سے فیض پانا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرو کہ یَعْبُدُوْنَنِیْ (النور: 56) یعنی میری عبادت کرو۔ اس پر عمل کرنا ہوگا۔ پس ہر احمدی کو یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا جو خلافت کی صورت میں جاری ہے۔ فائدہ تب اٹھا سکیں گے جب اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔“

(خطبات مسرور جلد پنجم ص 150,151)

اسلام کی فتح عظیم



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت مباہلہ میں ڈوئی کی ہلاکت

(سید شمشاد احمد ناصر۔ مبلغ امریکہ)

اس آخری زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آپ کے غلام صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی۔ بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا تا آپ پیاسی روحوں کے لئے آبِ بقا مہیا فرمائیں۔ اور جیسا کہ سنت اللہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو بھی آئے گا اسکے ساتھ دنیا ٹھٹھا کرے گی اس کی مخالفت کرے گی۔ لیکن انجام کار خدائی وعدہ کے مطابق کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ۔ ترجمہ: خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ہی ہمیشہ غالب رہے ہیں۔ ان چند سطور میں خاکسار صداقت اسلام کو بیان کرنے کے لئے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کا ایک نشان مباہلہ کا ذکر کرنے لگا ہے۔

یہ تو ظاہر ہی ہے جو بھی خدا کی طرف سے آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت دعا کا بھی نشان عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ آپ کی قبولیت دعا اور صداقت اسلام اور اسلام کی فتح عظیم کے لئے یہ حیرت انگیز واقعہ جو دنیا کی نگاہ میں بہت عجیب تھا رونما ہوا میری مراد اس سے ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی کو حضور علیہ السلام کی دعوت مباہلہ اور اس کے نتیجہ میں ڈوئی کی ہلاکت کے نشان کا بیان ہے۔

ڈاکٹر ڈوئی کون تھا؟

سب سے پہلے خاکسار ڈاکٹر ڈوئی کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہے۔

تاریخ احمدیت میں ڈاکٹر ڈوئی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

سکاٹ لینڈ کا ایک شخص جان الیگزینڈر ڈوئی (1847ـ1907) تھا جو بچپن میں اپنے والدین کے ساتھ آسٹریلیا چلا گیا جہاں 1872ء کے قریب وہ ایک کامیاب مقرر اور پادری کی حیثیت سے پبلک کے سامنے آیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے یہ اعلان کیا کہ یسوع مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے سے بیماروں کو شفا دینے کی قوت پیدا ہوجاتی ہے اور یہ طاقت اس زمانہ میں اسے بھی عطا کی گئی ہے۔ 1888ء میں وہ امریکہ کی نئی دنیا میں اپنے خیالات پھیلانے کے لئے سان فرانسسکو آگیا۔ سان فرانسسکو کے قرب وجوار اور دوسری مغربی ریاستوں میں کامیاب جلسے کرنے کے بعد اس نے 1893ء میں شکاگو میں اپنی خاص سرگرمیاں شروع کردیں ایک مکان کرایہ پر لیا جس کا نام ''زائن روم'' رکھا۔ ایک اور بلڈنگ میں ''زائن پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس'' کھولا۔ اور ایک اخبار ''لیوز آف ہیلنگ'' کے نام سے جاری کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں امریکہ کے طول وعرض میں اسے بڑی شہرت حاصل ہوئی اور اس کے ماننے والوں میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔ ڈوئی نے یہ کامیابی دیکھ کر 22 فروری 1896ء کو ایک نئے فرقہ کی بنیاد رکھی اور اس کا نام ''کرسچن کیتھو لک چرچ'' رکھا۔ 1899ء یا 1900ء میں اس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا اور اس فرقہ کو ''کرسچن کیتھولک اپاسٹلک چرچ'' کا نام دے دیا۔

اپنی ترقی کی رفتار تیز کرنے کے لئے اس نے ایک صیحون نامی شہر کی بنیاد رکھی اور ظاہر کیا کہ مسیح اسی شہر میں نازل ہوگا۔ اس طریق سے اس کے مریدوں کی تعداد بھی بڑھ گئی اور مالی آمد میں یہاں تک اضافہ ہوا کہ سال کے شروع میں اسے دس لاکھ ڈالر اپنے مریدوں سے نئے سال کے تحفہ کے طور پر ملنے لگا اور وہ ملک میں شہزادوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ انہی ترقیات کو دیکھ کر اس نے اپنے اخبار ''لیوز آف ہیلنگ'' میں لکھا۔ ''اگر یہ ترقی اس طرح جاری رہی تو ہم بیس 20 سال کے عرصے میں ساری دنیا کو فتح کرلیں گے''۔

ڈاکٹر ڈوئی اسلام کا بدترین دشمن

ڈوئی کی باتیں اور تقاریر، اسلام دشمنی سے بھرپور تھیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ جھوٹا اور مفتری خیال کرتا تھا۔ بلکہ اپنی خباثت اور گندی گالیوں سے اپنی تقاریر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتا تھا اور کہتا تھا کہ



اسلام کو ضرور ہلاک ہونا چاہیئے۔

یہ باتیں وہ نہ صرف اپنی تقاریر میں بیان کرتا بلکہ اپنے اخبار میں بھی شائع کرتا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں نشان 196 کے تحت لکھا آپ فرماتے ہیں:۔

واضح ہو کہ یہ شخص جس کا نام عنوان میں درج ہے۔ (ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی امریکہ کا جھوٹا نبی) اسلام کا سخت درجہ پر دشمن تھا اور علاوہ اس کے اس نے جھوٹا دعویٰ پیغمبری کا کیا اور حضرت سیّد النبیّین واصدق الصادقین وخیر المرسلین وامام الطیّبین جناب تقدّس مآب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب اور مفتری خیال کرتا تھا اور اپنی خباثت سے گندی گالیاں اور فحش کلمات سے آنجناب کو یاد کرتا تھا۔ غرض بُغض دینِ متین کی وجہ سے اُس کے اندر سخت ناپاک خصلتیں موجود تھیں اور جیسا کہ خنزیروں کے آگے موتیوں کا کچھ قدر نہیں ایسا ہی وہ توحیدِ اسلام کو بہت ہی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور اس کا استیصال چاہتا تھا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا جانتا تھا اور تثلیث کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے اتنا جوش رکھتا تھا کہ میں نے باوجود اس کے کہ صدہا کتابیں پادریوں کی دیکھیں مگر ایسا جوش کسی میں نہ پایا چنانچہ اس کے اخبار لیبوز آف ہیلنگ مؤرخہ 19ردسمبر 1903ء اور 14رفروری 1907ء میں یہ فقرے ہیں۔

''میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جاوے اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اے خدا اسلام کو ہلاک کردے''

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔''اور پھر اپنے پرچہ اخبار 12ردسمبر 1903ء میں اپنے تئیں سچا رسول اور سچا نبی قرار دے کر کہتا ہے کہ ''اگر میں سچا نبی نہیں ہوں تو پھر رُوئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو خدا کا نبی ہو۔''

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کے میرے دل کو دُکھ دینے والی ایک یہ بات تھی جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ وہ نہایت درجہ پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اور میں اس کا پرچہ اخبار لیبوز آف ہیلنگ لیتا تھا اور اُس کی بد زبانی پر ہمیشہ مجھے اطلاع ملتی تھی۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 504۔505)

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے ڈوئی کو مباہلہ کا چیلنج

جب ڈوئی اپنی شوخیوں اور بے باکیوں میں یہاں تک پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کا ایک زبردست جوش پیدا کیا۔ چنانچہ حضورؑ نے ستمبر 1902ء کو ایک مفصل اشتہار لکھا جس میں حضورؑ نے تثلیث پرستی پر تنقید کرنے اور اپنے دعویٰ مسیحیت کا تذکرہ کرنے کے بعد تحریر فرمایا۔

''حال میں ملک امریکہ میں یسوع مسیح کا ایک رسول پیدا ہوا ہے جس کا نام ڈوئی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ یسوع مسیح نے بحیثیت خدائی دنیا میں اس کو بھیجا ہے تا سب کو اس بات کی طرف کھینچے کہ بجز مسیح کے اور کوئی خدا نہیں .... اور بار بار اپنے اخبار میں لکھتا ہے کہ اس کے خدا یسوع مسیح نے اس کو خبر دی ہے کہ تمام مسلمان تباہ اور ہلاک ہو جائیں گے اور دنیا میں کوئی زندہ نہیں رہے گا بجز ان لوگوں کے جو مریمؑ کے بیٹے کو خدا سمجھ لیں اور ڈوئی کو اس مصنوعی خدا کا رسول قرار دیں۔''

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ''سو ہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ وہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیش گوئی نہ سناویں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کردیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا مانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی مانتا ہوں۔ اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔ چاہیئے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے۔ اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کروں گا اور ان شاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے راہ نکل آئے گی۔

میں نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے کی۔ اس سبقت کو دیکھ کر غیور خدا نے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا۔ اور یاد رہے کہ میں اس ملک میں معمولی انسان نہیں ہوں میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا ڈوئی انتظار کر رہا ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس برس کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا اور وہ میں ہی ہوں۔ صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لئے ظاہر ہو چکے۔ ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے۔“

پھر فرمایا: ”اگر ڈوئی اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور درحقیقت یسوع مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائے گا۔ کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے لیکن اگر اس نے نوٹس کا جواب نہ دیا یا اپنے لاف وگزاف کے مطابق دعا کر دی۔ اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہوگا۔ مگر یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندہ کے پھاڑنے سے ہو اور ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو۔ آمین۔“

حضرت اقدسؑ نے یہ اشتہار براہ راست ڈوئی کو بھجوا دیا لیکن ڈوئی نے اس طریق فیصلہ کی طرف بھی ذرا توجہ نہ کی بلکہ حضور کو براہ راست اس کا جواب تک نہ دیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اسلام کے خلاف پہلے سے زیادہ بدزبانی شروع کر دی۔ چنانچہ اپنے ستمبر 1902ء کے پرچہ میں لکھا کہ:۔

”میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں یہاں تک کہ وہ دن آ جائے کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹا دیا جائے۔“

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 242-243)

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مباہلہ کے چیلنج کو امریکہ کے اخبارات میں بھی شائع کرایا اور اس کی اشاعت وسیع پیمانے پر ہوئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آپ کی دعوت مباہلہ کی دھوم امریکہ و یورپ ہر جگہ مچ گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی صفحہ 505 تا 508 پر 32 اخبارات کا ذکر فرمایا ہے جن میں حضور علیہ السلام کی دعوت مباہلہ اور آپ کے چیلنج کا ذکر



غزل

عبدالصمد قریشی

شب تاریک کے پردوں سے سحر ہو جائے
میرے مولیٰ میرے گلشن پہ نظر ہو جائے
دور ہو جائیں مرے گھر سے بلائیں ساری
اس کا ہر شہر محبت کا نگر ہو جائے
کاش احساس کی راہوں کو سنوارے کوئی
دل کی گلیوں سے ہواؤں کا گزر ہو جائے
ختم ہو جائیں سبھی کذب و ریا کی باتیں
حسن و احساں ہے کیا سب کو خبر ہو جائے
نفرت و قہر کی رسموں کو مٹانے کے لئے
اس کا ہر پیرو جواں سینہ سپر ہو جائے
کوئی تدبیر کریں دورِ خزاں اب جائے
اس گلستاں پہ بہاروں کا اثر ہو جائے
اے میرے دیس تیری مانگ ستارے سے سجے
تیرا ہر ذرہ حسین لعل و گہر ہو جائے

ہے نیز فرمایا کہ یہ اخبار صرف وہ ہیں جو ہم تک پہنچے ہیں۔ اس کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں اخباروں میں یہ ذکر ہوا ہوگا۔ چند اخبارات کے نام یہ ہیں۔

(1) شکاگو انٹر پریٹر 28/جون 1903ء۔ عنوان کیا ڈوئی اِس مقابلہ میں نکلے گا؟ دونوں تصویریں پہلو بہ پہلو دے کر لکھتا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں ڈوئی مفتری ہے اور میں دعا کرنے والا ہوں کہ وہ اُسے میری زندگی میں نیست و نابود کر دے اور پھر کہتے ہیں کہ جھوٹے اور سچے میں فیصلہ کا یہ طریق ہے کہ خدا سے دعا کی جاوے کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے۔

(2) ٹیلیگراف 5/جولائی 1903ء۔ مرزا غلام احمد صاحب پنجاب سے

ڈوئی کو چیلنج بھیجتے ہیں کہ اے وہ شخص جو مدعیٔ نبوت ہے آ۔ اور میرے ساتھ مباہلہ کر۔ ہمارا مقابلہ دعا سے ہوگا اور ہم دونوں خدا تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ ہم میں سے جو شخص کذّاب ہے وہ پہلے ہلاک ہو۔

(3) ارگوناٹ سان فرانسسکو یکم دسمبر 1902ء۔عنوان انگریزی اور عربی (یعنی عیسائیت اور اسلام) کا مقابلہ دعا۔ مرزا صاحب کے مضمون کا خلاصہ جو ڈوئی کو لکھا ہے یہ ہے کہ تم ایک جماعت کے لیڈر ہو اور میرے بھی بہت سے پیرو ہیں۔ پس اس بات کا فیصلہ کہ خدا کی طرف سے کون ہے ہم میں اس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے خدا سے دعا کرے۔ اور جس کی دعا قبول ہو۔ وہ سچے خدا کی طرف سے سمجھا جاوے۔ دعا یہ ہوگی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اُسے پہلے ہلاک کرے۔ یقیناً یہ ایک معقول اور منصفانہ تجویز ہے۔

(4) نیویارک کمرشل ایڈورٹائزر 26/اکتوبر 1903ء۔ اگر ڈوئی اشارتاً یا صراحتاً اس چیلنج کو منظور کرے گا تو بڑے دکھ اور حسرت کے ساتھ ہلاک ہوگا اور اگر وہ اس چیلنج کو قبول نہ کرے گا تو بھی اس کے صیحون پر سخت آفت آئے گی۔

(جو دوست تفصیل کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہوں وہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتاب حقیقۃ الوحی میں سے تفصیل پڑھ سکتے ہیں۔)

ڈوئی کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعوت مباہلہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ اسلام سچا ہے اور عیسائی مذہب کا عقیدہ جھوٹا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وہی مسیح موعود ہوں جو آخری زمانے میں آنے والا تھا اور نبیوں کے نوشتوں میں اس کا وعدہ تھا۔ نیز حضور علیہ السلام نے یہ لکھا کہ ڈوئی اپنے دعویٰ رسول ہونے اور تثلیث کے عقیدہ میں جھوٹا ہے اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرے تو میری زندگی میں ہی بہت سی حسرت اور دکھ کے ساتھ مرے گا اور اگر مباہلہ بھی نہ کرے تب بھی وہ خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔

چنانچہ اس کے جواب میں بدقسمت ڈوئی نے دسمبر 1903ء کے کسی پرچہ میں اور نیز 26 ستمبر 1903ء وغیرہ کے اپنے پرچوں میں اپنی طرف سے یہ چند سطریں انگریزی میں شائع کیں۔ جن کا ترجمہ ذیل میں ہے۔

’’ہندوستان میں ایک بے وقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا اور کہ تو کیوں اس شخص کا جواب نہیں دیتا مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا اگر میں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو میں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔‘‘

یہ وہ متکبرانہ رویہ تھا جو ڈوئی نے دکھایا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

’’میں ہمیشہ اسبارہ میں خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا تھا اور کاذب کی موت چاہتا تھا چنانچہ کئی دفعہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تو غالب ہوگا اور دشمن ہلاک کیا جائے گا اور پھر ڈوئی کے مرنے سے قریباً پندرہ 15 دن پہلے خدا تعالیٰ نے اپنی کلام کے ذریعہ مجھے میری فتح کی اطلاع بخشی جس کو میں اس رسالہ میں جس کا نام ہے ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ اس کے ٹائٹل پیج کے پہلے ورق کے دوسرے صفحہ میں ڈوئی کی موت سے قریباً دو ہفتہ پہلے شائع کر چکا ہوں اور وہ یہ ہے:۔

تازہ نشان کی پیشگوئی

خدا فرماتا ہے کہ میں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی وہ تمام دنیا کے لئے ایک نشان ہوگا (یعنی ظہور اس کا صرف ہندوستان تک محدود نہیں ہوگا) اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہوگا چاہئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے۔ کیونکہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کرے گا تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اس کی طرف سے ہے مبارک وہ جو اس سے فائدہ اُٹھاوے‘‘

(20/فروری 1907ء)

مباہلہ کے نتیجہ میں ڈوئی کی ذلت آمیز اور عبرتناک موت اور ہلاکت

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی اور مباہلہ کا چیلنج۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ قادیان کی ایک چھوٹی سی بستی میں بیٹھ کر آپ نے امریکہ کے ڈوئی کو یہ چیلنج دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی اشاعت کے سامان تمام دنیا خصوصاً امریکہ

اور یورپ میں کر دیئے یہ بھی خدا ہی کا کام تھا۔کوئی انسان ہرگز ایسا نہ کر سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کو خدا تعالیٰ نے سنا اور اس جھوٹے نبی کو ذلت آمیز اور عبرتناک سزا۔اور اس کے سارے کاموں پر تباہی آئی۔اس کی تفصیل تاریخ احمدیت یوں بیان کرتی ہے:۔

ڈوئی کی اخلاقی موت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئی کے مطابق ڈوئی کے خدائی قہر کی زد میں آنے کی اولین صورت خود اس کے ہاتھوں یہ پیدا ہوئی کہ اس کی پیدائش ناجائز نکلی اور وہ ولد الحرام ثابت ہوا۔ یہ حقیقت اخبار ''نیویارک ورلڈ'' کے ذریعہ سے منکشف ہوئی جس نے ڈوئی کے سات خطوط شائع کئے جو اس نے اپنے باپ ''جان مرے ڈوئی'' کو اپنی ناجائز ولدیت کے بارہ میں لکھے تھے۔ جب ملک میں اس امر کا چرچا ہونے لگا تو خود ''ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی'' نے 25ستمبر 1904ء کو اعلان کیا کہ وہ چونکہ ڈوئی کا بیٹا نہیں اس لئے ''ڈوئی'' کا لفظ اس کے نام کے ساتھ ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔

فالج کا حملہ

اس اخلاقی موت کے ایک سال کے بعد یکم اکتوبر 1905ء کو اس پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ابھی اس کے اثرات چل رہے تھے کہ 19دسمبر 1905ء کو اس پر دوبارہ فالج گرا اور وہ اس سخت بیماری سے لاچار ہو کر صیحون سے ایک جزیرہ کی طرف چلا گیا۔



مریدوں کی کھلم کھلا بغاوت

جوں ہی ڈوئی نے صیحون سے باہر قدم رکھا اس کے مریدوں کو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نہایت ناپاک اور سیاہ کار انسان ہے۔وہ مریدوں کو شراب بلکہ تمبا کو نوشی سے بھی روکتا تھا مگر خود گھر جا کر مزے سے شراب پیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس کے پرائیویٹ کمرہ سے شراب برآمد ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے تعلقات بعض کنواری لڑکیوں سے تھے۔قریباً پچاسی لاکھ روپے کی اس کی خیانت بھی ثابت ہوئی کیوں کہ یہ روپیہ صیحون کے حساب میں کم تھا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ اس نے صرف بطور تحائف صیحون کی خوبصورت عورتوں کو دے دیا تھا۔ ان الزامات سے ڈوئی اپنی بریت ثابت نہ کر سکا۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ اپریل 1906ء کو اس کی کیبنٹ کے نمائندوں کی طرف سے ڈوئی کو تار دیا گیا۔کہ ہم تمہاری بجائے والوا کی قیادت کو تسلیم کرتے ہیں اور تمہاری منافقت، جھوٹ، غلط بیانیوں، فضول خرچیوں، مبالغہ آمیزیوں اور ظلم و استبداد کے خلاف زبردست احتجاج کرتے ہیں۔اس تار میں اسے متنبہ کیا گیا کہ اگر اس نے نئے انتظام میں کوئی مداخلت کی تو اس کے تمام اندرونی رازوں کا پردہ چاک کر دیا جائے گا اور اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

موت

اس نے یہ کوشش کی کہ عدالتوں کے ذریعہ صیحون پر اور روپے پر قبضہ حاصل کر لے مگر اس میں بھی اسے ناکامی ہوئی۔وہ صیحون کے شہر میں جہاں ہزاروں آدمی اس کے ادنیٰ اشارے پر چلتے تھے واپس آیا تو ایک بھی آدمی اس کے استقبال کے لئے موجود نہ تھا۔اس نے چاہا کہ اپنے مریدوں کے سامنے اپیل کر کے ان کو پھر اپنا مطیع کر لے مگر چاروں طرف سے اس کے لئے مایوسی ہی مایوسی تھی۔جسمانی طور پر اس کی حالت ایسی خراب ہوگئی کہ وہ خود اٹھ کر ایک قدم بھی نہ چل سکتا تھا بلکہ اس کے حبشی ملازم اسے ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جا رہے تھے۔ اسی حالت میں وہ دیوانہ ہو گیا اور بالآخر 9مارچ 1907ء کی صبح کو بڑے دکھ اور حسرت کے ساتھ دنیا سے کوچ کر گیا۔اور خدا کے مقدس مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ ''کہ وہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس دنیائے فانی کو چھوڑ دے گا''۔عبرتناک رنگ میں پورے ہو گئے۔

امریکہ اور یورپ کے پریس کا تبصرہ ڈوئی کی ہلاکت پر

ڈوئی کی ہلاکت کا نشان دنیا کی تاریخ میں ایک غیر معمولی نوعیت کا نشان تھا جس نے مغرب کی مادیت پرست دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور امریکہ اور یورپ کے بعض اخبارات کو تسلیم کرنا پڑا کہ محمدی مسیح کی پیشگوئی ایسی شان سے پوری ہوئی ہے جس پر وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

(1) چنانچہ ''شکاگو ٹریبیون'' (10 / مارچ 1907ء) نے لکھا:۔''ڈوئی کل صبح 7 بج کر 40 منٹ پر شیلو ہاؤس میں مر گیا۔اس وقت اس کے خاندان کا کوئی فرد بھی موجود نہ تھا۔''

''ڈوئی کے مرنے کے چند گھنٹے بعد ہی اس کی آراستہ و پیراستہ اقامت گاہ اور اس کے سارے سامان پر سرکاری ریسیور مسٹر جان ہارٹلے نے صیحون کے قرض خواہوں کے نام پر قبضہ کر لیا۔جب ڈوئی کی نعش صندوق میں پڑی ہوئی تھی اس وقت سرکاری کسٹوڈین مکان کے احاطہ میں جائداد کی نگرانی کرتا رہا۔

یہ خود مصنوعی پیغمبر کسی اعزاز کے بغیر بالکل کس مپرسی کے عالم میں مر گیا۔اس وقت اس کے پاس نصف درجن سے بھی کم وفادار پیرو موجود تھے جن میں باتنخواہ ملازمین من جملہ ایک حبشی کے شامل تھے۔اس کے بستر موت پر کوئی قریبی عزیز نہ آیا۔اس کی بیوی اور لڑکا جیمل مشی گن کے دوسری طرف والے مکان بین ملدوہی میں اس عرصہ میں مقیم رہے۔

وہ آدمی جس نے دوسروں کو شفا دینے کا پیشہ اختیار کیا وہ خود کو شفا نہ دے سکا۔اس کی غیر مطیع سپرٹ کو اس بیماری کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا جو اس کو قریباً دو سال سے دبوچے ہوئے تھی۔اس کا شفا دینے کا ایمان اس کے فالج اور دوسری پیچیدہ امراض کے سامنے بالکل بے طاقت ثابت ہوا۔'' (ترجمہ)

(2) رسالہ ''انڈی پینڈنٹ'' (14 / مارچ 1907ء) نے لکھا۔

''ڈوئی اپنی مذہبی اور مالی طاقت میں آنکھوں کو خیرہ کر دینے والے کمال تک پہنچا مگر پھر یک لخت نیچے آ گرا۔اس حال میں اس کی بیوی، اس اس کا لڑکا، اس کا چرچ سب اس کو چھوڑ چکے تھے۔اس نے اپنے مزعومہ پیغمبری مرتبہ کے لئے رنگا رنگ کا ایسا لباس بنایا ہوا تھا جو یوسف یا ہارون نے کبھی نہ پہنا ہوگا............شہر صیحون کے لئے اور اپنی ذاتی شان و شوکت کے لئے اس نے



ان اموال کو جو اس کی تحویل میں دیئے گئے ناجائز طور پر استعمال کیا۔ایسے آدمی سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے ناجائز کام کرنا بھی مناسب ہے کیوں کہ ان کو یہ زعم ہوتا ہے کہ ان کا نظریہ اخلاق دنیا کے مسلمہ نظریات سے بہت بلند ہے۔''

(3) امریکن اخبار ''ٹروتھ سیکر'' (15 / جون 1907ء) نے ''مرسلین کی جنگ'' کے عنوان سے اداریہ لکھا۔

''ڈوئی (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مفتریوں کا بادشاہ سمجھتا تھا۔اس نے نہ صرف یہ پیش گوئی کی کہ اسلام صیحون کے ذریعہ سے تباہ کر دیا جائے گا بلکہ وہ ہر روز یہ دعا بھی کیا کرتا تھا کہ ہلال (اسلامی نشان) جلد از جلد نابود ہو جائے۔جب اس کی خبر ہندوستانی مسیح کو پہنچی تو اس نے اس ایلیاء ثانی کو للکارا کہ وہ مقابلہ کو نکلے اور دعا کریں کہ ''جو ہم میں سے جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔'' قادیانی صاحب نے پیش گوئی کی کہ اگر ڈوئی نے اس چیلنج کو قبول کر لیا تو وہ میری آنکھوں کے سامنے بڑے دکھ اور ذلت کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کر جائے گا۔اور اگر اس نے چیلنج کو قبول نہ کیا تو تب اس کا اختتام صرف کچھ توقف اختیار کر جائے گا۔موت اس کو پھر بھی جلد پا لے گی اور اس کے صیحون پر بھی تباہی آ جائے گی۔یہ ایک عظیم الشان پیش گوئی تھی کہ صیحون تباہ جائے اور ڈوئی (حضرت) احمد (علیہ السلام) کی زندگی میں مر جائے۔''مسیح موعود'' کے لئے یہ ایک خطرے کا قدم تھا کہ وہ لمبی زندگی کے امتحان میں اس ''ایلیا ثانی'' کو بلائیں۔کیونکہ چیلنج کرنے والا ہر دو میں سے کم و بیش پندرہ سال زیادہ عمر رسیدہ تھا۔ایک ایسے ملک میں جو پلیگ اور مذہبی دیوانوں کا گھر ہو۔حالات اس کے مخالف تھے مگر آخر کار وہ جیت گیا۔''

(4) ''بوسٹن ہیرلڈ'' نے اپنے سنڈے ایڈیشن (مورخہ 23 / جون 1907ء) کے ایک پورے صفحے میں اس پیش گوئی کی تفصیلات درج کیں اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پورے قد کا بڑا فوٹو بھی شائع کیا اور مندرجہ ذیل دوہرے عنوان کے ساتھ اپنے مضمون کو شروع کیا۔''مرزا غلام احمد المسیح ایک عظیم الشان انسان ہے''۔''آپ نے پہلے ڈوئی کی حسرت ناک موت کی پیش گوئی کی اور اب طاعون طوفان اور زلازل کی خبر دیتے ہیں''۔''23 / اگست 1903ء کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے الیگزینڈر ڈوئی موسوم بہ ایلیا سوم کی موت کی پیش گوئی کی جو اس مارچ میں پوری ہوگئی۔'' نیز لکھا۔

’’یہ ہندوستانی صاحب مشرقی دنیا میں کئی برس سے مشہور ہیں۔ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ ہی وہ مسیح صادق ہیں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا۔ اور یہ کہ خداتعالیٰ نے آپ کو اپنی تائید سے نوازا ہے۔ امریکہ میں آپ کا تعارف 1903ء میں ہوا جب کہ آپ نے ڈوئی سے مقابلہ کیا........... آپ نے نہ صرف ڈوئی کی موت کی پیش گوئی کی تھی بلکہ یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ آپ کی زندگی میں مرے گا اور بڑی حسرت اور درد اور دکھ کے ساتھ مرے گا‘‘۔’’اس وقت ڈوئی 59 سال کا تھا اور یہ نبی 75 سال کا۔‘‘

’’ڈوئی ایسی حالت میں مرگیا کہ اس کے دوست اس کو چھوڑ چکے تھے اور اس کی جائداد تباہ ہو چکی تھی۔ اس کو فالج اور دیوانگی کا حملہ ہوا اور وہ ایسی حالت میں ایک دردناک موت مرا کہ اس کا صیحون اندرونی تفرقات سے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 246۔250)

یہ وہی خنزیر تھا

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس کی موت پر 17 اپریل 1907ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں اس عظیم الشان پیشگوئی کے ظہور اور ڈوئی کے مرنے کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے لکھا کہ:۔

پس میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔ اگر میں اُس کو مباہلہ کے لئے نہ بُلاتا اور اگر میں اُس پر بد دعا نہ کرتا اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام کی حقیّت کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھہرتا لیکن چونکہ میں نے صدہا اخباروں میں پہلے سے شائع کرا دیا تھا کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہوگا میں مسیح موعود ہوں اور ڈوئی کذّاب ہے اور بار بار لکھا کہ اس پر یہ دلیل ہے کہ وہ میری زندگی میں ذلت اور حسرت کے ساتھ ہلاک ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا۔ اس سے زیادہ کھلا کھلا معجزہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو سچا کرتا ہے اور کیا ہوگا؟ اب وہی اس سے انکار کرے گا جو سچائی کا دشمن ہوگا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔‘‘

(حقیقۃ الوحی صفحہ نمبر 515،516 روحانی خزائن جلد 22 ایڈیشن 2009ء)

مکرم محمد جاوید صاحب نے اس عنوان پر اپنا ایک مضمون لکھا اور جو الفضل ربوہ 9 مارچ 2000ء میں شائع ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب ڈوئی کی اس گستاخی کی اطلاع ملی تو آپؑ نے اللہ کے حضور اس فیصلے میں کامیابی کے لئے زیادہ توجہ اور الحاح سے دعائیں شروع کر دیں۔

ڈوئی کی اخلاقی موت اس طرح ہوئی کہ کچھ ہی عرصہ بعد ایک شخص نے خود کو ڈوئی کے بیٹے کے طور پر پیش کر دیا۔ 25 رستمبر 1904ء کو ڈوئی نے اس کا انکار کیا۔ قریباً ایک سال بعد یکم اکتوبر 1905ء کو ڈوئی پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ 19 ردسمبر کو دوسرا شدید حملہ ہوا اور وہ بیماری سے لاچار ہو کر صیحون سے ایک جزیرہ کی طرف چلا گیا۔ جونہی وہ صیحون سے نکلا تو مریدوں کو علم ہوا کہ وہ نہایت



غزل

آدم چغتائی

دنیائے درد کی یہ روایت عجیب ہے
احساس راہنما ہے محبت نصیب ہے
اس حسنِ بے مثال سے ہیں کیسی نسبتیں
اس نسبتوں سے ہر کوئی میرا رقیب ہے
یہ فاصلوں کی بات نہیں نسبتوں کی ہے
جتنا کوئی ہے دور اتنا قریب ہے
مژدہ دیا ہے جس کے لبوں نے حیات کا
وہ شخص ہی بہارِ چمن کا نقیب ہے
ہم نے وفورِ شوق میں کی ان سے دوستی
راہِ وفا میں عشق ہی اپنا حبیب ہے
ملتا ہے غم کسی کو، کسی کی مسرتیں
ہر شخص کا جدا جدا اپنا نصیب ہے
آدمؔ سفر کا کرب اُٹھا کر نہ غم کرو
کیا سوچنا کہ دن ہے کٹھن، شب مہیب ہے

ناپاک، شرابی اور تمبا کونوش انسان تھا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اُس نے ایک لاکھ سے زائد روپیہ صیحون کی خوبصورت عورتوں کو بطور تحائف دیدیا تھا۔ ڈوئی ان الزامات سے اپنی بریت ثابت نہ کر سکا۔ آخر اپریل 1906ء میں اس کی کونسل کے نمائندوں نے ہی اُس کو برطرف کر کے والوا کو اپنا قائد منتخب کرلیا۔ ڈوئی نے عدالتوں کے ذریعہ صیحون اور روپے پر قبضہ حاصل کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ جب وہ واپس صیحون آیا تو کوئی شخص بھی اُس کے استقبال کو موجود نہ تھا۔ جسمانی حالت ایسی تھی کہ خود ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا تھا اور اُس کے حبشی غلام اُسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جاتے تھے۔ اسی حالت میں وہ دیوانہ ہوگیا اور 9 ؍مارچ 1907ء کی صبح بڑی حسرت کے ساتھ دنیا سے کوچ کر گیا۔

اسی طرح الفضل 22 نومبر 2008ء میں ایک مضمون مکرم کریم ظفر ملک صاحب نے تحریر کیا جس میں یہ دلچسپ اور ایمان افروز بات بھی درج ہے۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ 1972ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب جب عالمی بینک میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے تو ایک دفعہ شکاگو تشریف لائے۔ خاکسار ان دنوں ILLINOIS سٹیٹ میں نیا نیا مقیم ہوا تھا اور بنک میں ملازم تھا۔ ایک دن محترم ڈاکٹر صلاح الدین شمس صاحب مرحوم کا فون آیا کہ حضرت میاں صاحب ZOIN آ رہے ہیں۔ اُسی روز ڈاکٹر صاحب ہمیں ایک بڑے Nursing Home میں لے گئے۔ اور ایک کمرہ میں لے جا کر ایک بوڑھے امریکی سے پوچھا کہ کیا تمہیں ڈاکٹر ڈوئی کے بارہ میں کچھ یاد ہے۔ تو اس نے برملا کہا کیوں نہیں میں خود اس کا پیروکار تھا اور ZOIN کا ہی رہنے والا ہوں۔ وہ ہمارا مذہبی رہنما تھا اور بہت اثر و رسوخ والا اور مالدار انسان تھا اور ہزاروں اس کے مرید تھے۔ اسی اثنا میں دوسرے بستر والا شخص بھی ہماری گفتگو میں شامل ہو چکا تھا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے استفسار پر کہ آخر اس کا کیا ہوا؟ تو کہنے لگا کہ انڈیا کے کسی قصبے میں ایک شخص کے ساتھ اس کی خط وکتابت شروع ہوگئی تھی۔ اس نے مسیح ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ پھر کافی دیر اُن میں خط وکتابت رہی اور اخبارات کی سرخیاں بھی بنتی رہیں۔ بالآخر ڈاکٹر ڈوئی بہت ہی بیچارگی اور رنج وغم کی حالت میں مر گیا۔

اُس امریکی نے سوال کیا کہ ہم کیوں اس سے یہ پوچھ رہے ہیں اور کیا ہم اس انڈیا والے مہدی کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔ تو خاکسار نے برملا حضرت صاحبزادہ صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا کہ ہاں یہ بزرگ انسان اُنہی کا پوتا ہے جنہوں نے ڈاکٹر ڈوئی کے اس طرح ہلاک ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ وہ امریکی تو جہاں حیران ہوا۔ مگر میری نظر جب حضرت میاں صاحب کے چہرے پر پڑی تو ان کا ایسا چہرہ خاکسار نے زندگی میں کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک نور کا پیکر انکساری سے آنکھیں جھکی ہوئیں اور یقیناً خدا تعالیٰ کے اس نشان سے انتہائی متاثر اور ان کا چہرہ اس طرح دکھائی دیا کہ خود چہرے کا نور حضرت اقدس کی سچائی کی گواہی دے رہا ہو۔

ڈوئی کی موت کا ذکر شکاگو کے ٹریبیون اخبار نے یوں کیا تھا: ’’ڈوئی کل صبح 7 بجکر 40 منٹ پر شیلو ہاؤس میں مر گیا اس کے خاندان کا کوئی فرد بھی موجود نہ تھا۔ یہ خود ساختہ پیغمبر بغیر کسی اعزاز کے اور بالکل کسمپرسی میں مر گیا‘‘۔

نشان فتح عظیم اور زائن جماعت

خدا تعالیٰ کے فضل سے حق کا بول بالا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا عظیم الشان نشان حضرت مسیح موعودؑ کی دعائے مباہلہ کا ذریعہ ظاہر فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب آخری زمانے میں مسیح موعود اور امام مہدی آئیں گے تو حکم وعدل ہوں گے۔ ان کے ذریعہ صلیبی عقائد کو پاش پاش کر دیا جائے گا نیز خنزیر کو بھی وہ قتل کریں گے۔ اس حدیث کے صحیح مصداق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہیں جنہوں نے زائن میں ڈوئی کے ساتھ مباہلہ کر کے اس خنزیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مباہلہ کے ذریعہ ہلاک کر کے دکھایا۔ کیوں کہ یہ خبیث باطن ہمارے پیارے آقا سید الانبیاء کو گالیاں دیتا اور نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹا سمجھتا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تبلیغ یہاں اس زائن میں پہنچی اور ڈوئی کی عبرتناک موت سے یہاں پر توحید باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بلند شان سے گاڑ دیا گیا اور اس کی آبیاری کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا فرمایا کہ امریکہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک مخلص اور فدائی جماعت قائم

ہوگئی۔خاکسار امریکہ میں کئی جماعتوں کی دن دگنی ترقی کا ذکر کرنے سے پہلے زائن کا ذکر کرتا ہے۔اس کے بعد امریکہ کی ترقی کی طرف آؤں گا۔ان شاءاللہ

کچھ زائن جماعت کے متعلق

1965ء تک یہاں جماعت نہ تھی۔شاید ہی یہاں کوئی احمدی آیا گیا ہو۔ جس وقت امریکہ میں صرف چند ایک مبلغین ہی کام کر رہے تھے۔یہاں پر سب سے پہلے مولوی شکر الٰہی صاحب تشریف لائے۔آپ 1945ء سے امریکہ میں خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ 1964ء میں مولوی شکر الٰہی صاحب نے شکاگو میں خدمت سرانجام دی اس کے بعد آپ زائن میں متعین ہوئے۔اس کے بعد مکرم ڈاکٹر صلاح الدین شمس صاحب مرحوم ابن حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب خالد احمدیت یہاں آ کر سیٹلڈ ہو گئے۔آپ محترم فلاح الدین شمس صاحب نائب امیر امریکہ کے بڑے بھائی تھے۔مکرم ڈاکٹر صلاح الدین شمس پیشہ کے لحاظ سے ایک ڈاکٹر تھے۔آپ نے ڈوئی کے ماننے والے کچھ بوڑھے لوگوں کا علاج بھی کیا تھا۔ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کی فیملیز اور بھائیوں کے علاوہ زائن کے ارد گرد کچھ لوگ تھے جن کو ملا کر زائن کی جماعت بنی اور یہ سب زائن ہی میں اکٹھے ہو کر نمازیں پڑھتے اور میٹنگز کرتے تھے۔

محترم علی رضا صاحب اور ان کی اہلیہ ناصرہ رضا صاحبہ اس علاقہ کی مقامی احمدیوں میں ایسے ہیں جنہوں نے یہاں تبلیغ کی۔اگرچہ یہ دونوں سینٹ لوئس سے تعلق رکھتے تھے۔ہر دو یہاں کے ہی اپنی وفات تک ہو کر رہ گئے تھے۔ محترم علی رضا صاحب نے 1947ء میں احمدیت قبول کی تھی۔آپ کی اہلیہ محترمہ ناصرہ رضا صاحبہ کی والدہ صاحب محترمہ طاہرہ رشیدہ صاحبہ سب سے زیادہ عمر پانے والی خاتون تھیں جو کہ 103 سال تک زندہ رہیں۔اس کے بعد تبلیغ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں احمدیت کی محبت پیدا کر دی اور سکول و کالج کے طلباء اور دیگر لوگ احمدیت میں داخل ہوئے جن میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں۔

فضل عمر صاحب۔احمد خالد صاحب۔محمد رشید صاحب۔بشیر محمود صاحب۔ صدیقہ محمود صاحبہ۔عالیہ رشید صاحبہ۔عبدالحکیم صاحب۔حمیدہ حکیم صاحبہ۔



غزل

رشیدؔ قیصرانی

چلو کہ چل کے یہ قصہ تمام کر آئیں
دلوں کی دھڑکنیں سب ان کے نام کر آئیں
سلام نذر کریں چاند بادشہ کے حضور
جبینِ شوق کو عالی مقام کر آئیں
جہانِ دید کا سارا نظام کر آئیں
چلو کہ لفظ کا جوہر کہیں تلاش کریں
چلو نگارِ سُخن سے کلام کر آئیں
چلو نگاہِ کرم کی کرامتیں دیکھیں
چلو بہشت میں اک شب قیام کر آئیں
چلو کہ راہِ طلب میں گنوا کے جاں اپنی
وصالِ یار کا کچھ اہتمام کر آئیں
چلو رشیدؔ کریں رقص کوئے یار میں ہم
محبتوں کا یہ دستور عام کر آئیں

ناصر حکیم صاحب۔حسن حکیم صاحب (صدر زائن رہے ہیں)۔فضل کریم صاحب۔عبدالکریم صاحب (یہ شکاگو جماعت کے بڑے عرصہ تک صدر جماعت رہے ہیں) بشیر داؤد صاحب۔مصطفیٰ عبداللہ صاحب۔قدیرہ عطاء صاحبہ۔عزیز ڈار صاحب۔ذکی ڈار صاحب۔حافظ ڈار صاحب۔فکیرہ احمد صاحبہ۔امینہ حکیم صاحبہ۔احمد نور الدین صاحب۔احمد خالد صاحب اور محمد صادق صاحب۔ان میں سے بعض احمدی احباب اپنی نمازوں،میٹنگز کے لئے احمدی گھروں میں اکٹھے ہوتے تھے۔نمازیں بھی وہاں ہی جماعت کے ساتھ پڑھنے،تبلیغ کے پلان بھی بناتے اور اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا۔نماز جمعہ کے لئے احباب جماعت نے کرایہ پر جگہ حاصل کرنی شروع کی یہ ایک ہوٹل تھا اور گرانڈ ایونیو اور جے نی سی سٹریٹ پر واقع تھا۔اب تو یہ ہوٹل وہاں نہیں رہا۔

زائن کی یہ جماعت واکیگن کی جماعت کہلاتی تھی۔ جو کہ آفیشل 1969ء میں بنی اور پھر اس میں عہدے داروں کا انتخاب مولوی شکر الٰہی صاحب نے کرایا۔ فضل عمر صاحب اس جماعت کے پہلے صدر بنے۔ اور عالیہ رشید صاحبہ صدر لجنہ منتخب ہوئیں۔ اس کے بعد یہاں کی احمدیہ کمیونٹی نے ریلوے سٹیشن کے قریب ڈاؤن ٹاؤن میں ایک جگہ اپنی تبلیغی، تربیتی سرگرمیوں کے لئے چنی۔

وسکانسن کے ساؤتھ ایسٹرن علاقہ کا ایک شہر Racine (رے سن) میں 1979ء میں یہ جماعت اکٹھی ہوئی تھی۔ جو بعد میں زائن کی جماعت کہلائی۔ یہ یاد رہے کہ شروع شروع میں اس بڑے ملک امریکہ میں لوگ کوئی کہیں تو کوئی کہیں رہتا تھا۔ اور اب بھی ایسے ہی ہے لیکن اب جماعت بڑی ہوئی ہے۔ لیکن اس وقت کوئی ایک سٹیٹ میں تو دوسرا کسی اور سٹیٹ میں پھر جو نزدیکی شہر بنتا اس میں سب اکٹھے ہو جاتے تھے۔ پھر خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور آہستہ آہستہ احمدیوں کی تعداد تبلیغ کے ذریعہ بڑھنے لگی اور شہروں میں لوکل طور پر جماعتیں قائم ہوئیں جب یہ سب لوگ رے سن (Racine) میں اکٹھے ہونے لگے تو یہاں پر مکرم ابوبکر صاحب پہلے صدر منتخب ہوئے۔ اس کے بعد دوسرے لوگ صدر بنے لیکن اس وقت بھی مکرم ابوبکر صاحب ہی زائن جماعت کے صدر ہیں۔ اور آپ کی اہلیہ سسٹر Dhiya Bakr۔ صدر لجنہ اماء اللہ یو ایس اے ہیں۔ ابوبکر صاحب کے بعد مکرم ڈاکٹر صلاح الدین شمس صاحب صدر جماعت زائن منتخب ہوئے مکرم ڈاکٹر صلاح الدین شمس صاحب کے گھر پر نمازیں اور میٹنگز ہوتی رہیں۔ 1983ء میں جماعت نے یہاں پر مشن ہاؤس کے لئے ایک عمارت خریدی۔ یہ جگہ Gabriel Ave 2103 پر واقع ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے مکرم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ امریکہ کی قیادت میں ایک بڑی جگہ خریدی ہے۔ جس میں گذشتہ سال ایک بڑی مسجد کی تعمیر کے لئے سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ اس وقت تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

(نوٹ: یہ بھی یاد رہے کہ مولوی شکر الٰہی صاحب جماعت سے خلافت ثالثہ میں الگ ہو گئے تھے۔)

جماعت احمدیہ امریکہ کی ترقی کی موجودہ صورت حال

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ امریکہ دن رات خلافت کے زیر سایہ ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اس وقت جماعت امریکہ کی ترقی کی مختصر سی جھلک پیش کرتا ہوں۔

تعداد جماعت۔ 64۔ نوٹ اس سے قبل جماعتوں کی تعداد 74 بیان کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جماعتیں کم ہو گئی ہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو بڑی شہروں کی جماعتوں میں مدغم کر دیا گیا ہے۔ مثلاً لاس اینجلس، شکاگو، سان فرانسسکو، نیو یارک، میری لینڈ، ورجینیا کی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں میں شامل ہو گئی ہیں۔ اس لئے تعداد میں کمی ہے لیکن تعداد کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کے فضل سے تعداد بڑھی ہے۔ الحمدللہ۔

تعداد مساجد۔ سن 2020ء تک مساجد کی تعداد 56 ہے۔

تعداد مشن ہاؤسز۔ 60۔ اس میں 4 جگہیں کرایہ پر حاصل کی ہوئی ہیں۔

مبلغین کی تعداد۔ 2020ء تک 35 تھی۔ لیکن اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اس سے زیادہ ہو چکی ہے۔

زائن جماعت میں نئی مسجد ''فتح عظیم'' کا سنگ بنیاد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے 10 جولائی 2021ء کو زائن بینٹن ٹاؤن شپ ہائی سکول (Zion Benton Township High School) کے ایڈوٹوریم میں ایک عالی شان اور پروقار تقریب کا آغاز ہوا۔ جس میں ہمارے نائیجیرین بھائی مکرم حافظ مبارک احمد صاحب کوکوئی نے پرسوز آواز میں تلاوت قرآن کریم کی۔ اس کے بعد مکرم جنید لطیف صاحب نے تقریب کا تعارف کرایا۔ اور مکرم ابوبکر صاحب صدر جماعت زائن نے سب کو خوش آمدید کہا۔ مکرم فلاح الدین شمس صاحب نائب امیر امریکہ نے اس موقعہ پر زائن مسجد کے بارے میں تفصیلات بیان کیں۔

مکرم انور محمود خان صاحب نے جو ہمارے نیشنل سیکرٹری تحریک جدید ہیں نے اس مسجد کی تعمیر کے لئے مالی قربانیوں کا ذکر کیا ہے کہ یہ رقم کس طرح حاصل ہوئی اور احباب جماعت کے ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ اس کے بعد کانگرس کے ممبر جو الینائس سٹیٹ کے ڈسٹرکٹ 8 سے تعلق رکھتے ہیں نے

جماعت احمدیہ کی خدمات اور مسجد کی تعمیر پر جماعت کو مبارک باد دی۔اس کے بعد زائن کے میئر نے تقریر کی۔اور جماعت احمدیہ کی تاریخی خدمات کو سراہا اور خصوصاً زائن کے حوالہ سے مسجد کی تعمیر کو سراہا۔ان کے بعد Mr. Joyce Mason اور پولیس کے انچارج لیک کونٹی الیناس نے تقاریر کیں۔

اس موقعہ پر ممبر آف کانگرس Ms Gwen Moore کا پیغام خط کی صورت میں مکرم جنید لطیف صاحب نے پڑھ کر سنایا۔اور پھر سب سے آخر میں مکرم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ امریکہ نے تقریر فرمائی۔سب کا اس خوشی اور بابرکت تقریب میں شامل ہونے پر شکریہ ادا کیا۔اور اسلام میں مسجد کی اہمیت کو بیان کیا۔یہاں پر ممبر آف کانگرس مس گی ون مور کے خط اور ترجمہ دیا جا رہا ہے۔

اس موقعہ پر ممبر آف کانگرس مس گیون مُور (Gwen Moore) نے اپنے پیغام میں کہا۔

”یہ میرے لئے اعزاز کی بات ہے کہ میں امریکہ کی احمدیہ مسلم کمیونٹی کو 10 جولائی 2021ء کو زائن الینوائے میں پہلی بامقصد مسجد کی تعمیر کے لئے سنگ بنیاد رکھنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔جس طرح آپ نے صیحون میں پہلی بامقصد مسجد کی تعمیر کی بنیاد رکھی بالکل اسی طرح مذہبی کمیونٹیز،شہر ملواکی کو برقرار رکھنے کی ہی بنیاد ہیں۔کسی بھی خاندان،کمیونٹی اور یہاں تک کہ فرد کی مضبوطی کی جڑ مذہبی استقامت اور عزم میں ہی پیوست ہیں۔

یہ اسلامی کمیونٹی، ملواکی شہر کی سب سے بڑی اور مضبوط ترین مذہبی برادریوں میں سے ایک ہے۔خاص طور پر میرے کانگریشنل ڈسٹرکٹ میں مجھے مختلف قوموں کے بہت سے مسلمانوں کی نمائندگی کرنے پر فخر ہے۔میرے ضلع کی احمدیہ مسلم کمیونٹی اور ملک بھر کی باقی تمام احمدیہ مسلم جماعتیں ان اقدار کی عکاسی کرتی ہیں جن کے لئے ہم بحیثیت قوم ہر روز کوشش کرتے ہیں۔جیسے پڑوسیوں سے محبت،شہری کے فرائض،اور مصیبت میں مضبوط ایمان۔

میں احمدیہ مسلم کمیونٹی کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے اپنے چوتھے کانگریشنل وومن ہونے کے طور پر نمائندگی کا موقع دیا۔میں خاص طور پر آپ کے نیشنل امیر مرزا مغفور احمد کو بھی سراہنا چاہوں گی۔جو ہم میں آج موجود ہیں۔میں آپ کے عالمی سربراہ مرزا مسرور احمد صاحب کی قیادت کو بھی خراج

غزل



خواجہ عبدالمومن

جب سے وہ مل گیا ہے یار مجھے\
اس کی قربت لگی حصار مجھے

ہر طرف بے سکوں لمحے ہیں\
دنیا رکھتی ہے بے قرار مجھے

بات جب مسکرا کے کی اُس نے\
پھر خزاں بھی لگی بہار مجھے

چھوڑ کر چل دیا اچانک وہ\
کر گیا آج دلفگار مجھے

دُور کردے نہ تیری نظروں سے\
کوئی لمحہء ناگوار مجھے

دیکھ مت اس طرح مجھے مومنؔ\
خاکساروں میں کر شمار مجھے

۞۞۞۞۞۞۞

تحسین پیش کرتی ہوں۔جنہوں نے اس ملک کی 60 سے زائد جماعتوں سمیت پوری دنیا میں احمدیہ مسلم کمیونٹی کی ترقی کی قیادت کی ہے۔انہوں نے عالمی امن اور بین المذاہب شراکت داری کے لئے انتھک جدوجہد کی ہے۔ان تمام لوگوں کے لئے اونچی آواز بننے کے لئے انتھک جہدوجہد کی ہے۔ان لوگوں کے لئے اونچی آواز بننے کے لئے آپ کا شکریہ جو اپنے لئے اور تمام لوگوں کے امن اور بہبود کے لئے نہیں بول سکتے۔

وسکانسن 4th کانگریشنل ڈسٹرکٹ کی جانب سے میں اور میرا عملہ پہلی بامقصد تعمیر شدہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

گیون مُور ممبر آف کانگرس

مکرم ڈاکٹر محمود احمد صاحب ناگی کولمبس سے اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں جو الحکم کی اشاعت میں ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کی مباہلے کی دعا کے نتیجے میں ڈاکٹر ڈوئی 1907ء میں ایک اذیت ناک بیماری میں مبتلا ہو کر اُنسٹھ برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ سچائی کا بول بالا ہوا۔ ایوننگ امریکن شکاگو (Evening American Chicago) نے 9 مارچ 1907ء کی اشاعت میں ڈاکٹر ڈوئی کی کہانی کے خلاصہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں قلم بند کیا:۔

فتح عظیم اور المناک ناکامی نے ڈاکٹر ڈوئی کی زندگی کو داغدار کیا۔ اس نے چند بڑے کام انجام دیئے لیکن اس کے برعکس بدنامی کا باعث بننے والے کام اچھے کاموں سے کئی گنا زیادہ تھے۔ اس نے ایک عقیدہ روشناس کرایا لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس نے ایک شہر بسایا اور وہ اسی شہر سے دربدر کیا گیا۔ اس نے لاکھوں ڈالرز کی جائیدادیں بنائیں لیکن وہ شخص غربت کے اندھیروں میں ڈوب گیا۔ طاقت کے نشہ نے جو وقت اسے بخشی اسی نے ہی اسے خوار کیا۔ اس کے مریدوں کی تعداد ہزاروں میں تھی لیکن جب وہ لقمہ اجل بنا تو سوائے چند وفاداروں کے سب اسے چھوڑ گئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے اب اسلام کی تبلیغ اور ترقی کے لئے زائن شہر میں ایک الشان کمپلیکس تعمیر کر رہے ہیں۔ اس جگہ پر ایک مسجد تعمیر ہوگی جس کا نام ''مسجد فتح اسلام'' رکھا گیا ہے۔ اس کمپلیکس کے سنگ بنیاد کی تقریب مورخہ 10 جولائی 2021ء تک پائے تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ یہ منصوبہ 8 ایکڑ راضی پر مشتمل ہے۔ اور لیوز ایوینو (Lewis Avenue) اور ستائیس سٹریٹ (27th Street) پر واقع ہے۔ اس منصوبے کی لاگت کا تخمینہ 50 لاکھ ڈالر لگایا گیا ہے۔ عمارت کا ڈیزائن جدید اور روایتی طرزِ تعمیر کا شاہکار ہوگا جو عمارتیں تعمیر ہوں گی۔ ان کا رقبہ تقریباً 13000 مربع فٹ ہوگا۔ مرکزی جگہ پر نماز کے لے ایک بڑا ہال اور کمیونٹی روم (Community Room) بنے گا جبکہ باورچی خانہ تہ خانے میں بنے گا۔ اسلامی طرز کا ایک مینار اس کمپلیکس کی شان کو دوبالا کر دے گا۔ تمام عمارتیں تین ایکڑ رقبہ پر محیط ہوں گی جبکہ بقیہ سات ایکڑ اراضی دوسرے کاموں کے لئے استعمال ہوگی۔ کافی بڑا حصہ گرین ایریا (Green Area) ہوگا۔ اس کے علاوہ اس کمپلیکس کا ایک ضروری جز و ایک دوسرے ہال کی تعمیر ہے۔ جس میں تاریخی نوعیت کی دستاویز اور تصاویر کا اہتمام کیا جائے گا۔ یہ قیمتی نوادرات امریکی تاریخ احمدیت کو اجاگر کریں گے۔

سنگِ بنیاد کی تقریب زائن بینٹن ٹاؤن شپ سکول (Zion Benton Township School) میں منعقد ہوئی جس میں جماعت احمدیہ کے سرکردہ عہدیدار، کانگرس کے چند شرکاء، کاونٹی (County) کے مقتدر اربابِ اختیار اور مقامی قانون نافذ کرنے والے احباب خاص طور پر مدعو کئے گئے تھے۔

زائن شہر کے میئر بلی میکینی (Billy McKinney) نے تقریب کے آغاز میں سپاس نامہ پیش کیا۔ امیر جماعت احمدیہ امریکہ مکرم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب اس تقریب کے روحِ رواں اور کلیدی مقرر تھے انہوں نے اپنی تقریر میں کہا:۔

''اسلام میں مسجد کا مقام صرف خدا کے گھر کا ہی نہیں جہاں مسلمان باجماعت عبادت کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں بلکہ یہ جگہ امن وسلامتی اور اسلامی اخوت کے لئے مخصوص ہے۔ یہ مسجد احمدیہ جماعت زائن کو ایک خدائے واحد کی پرستش کی ذمہ داری اور اس کی مخلوق کی دیکھ بھال یاد دلاتی رہے گی۔''

ظہرانے کے بعد کئی مہمانوں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد احباب نے کمپلکس اور مسجد کی بنیادوں میں اینٹیں رکھیں۔ تقریب کے آخر میں احمدیہ مسلم کمیونٹی زائن کے صدر مکرم ابوبکر نے اپنی ٹیم کے احباب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے انتھک محنت سے اس منصوبے کے لئے دن رات کام کیا۔

مسجد کا نام مسجد فتح عظیم

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس مسجد کا نام ''مسجد فتح عظیم'' عطا فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اس خوشی اور بابرکت موقعہ پر تمام جماعت احمدیہ کو مبارکباد پیش ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ 10 جولائی 2021ء کو جو تقریب ہوئی اس سارے پروگرام کا انعقاد ہمارے نیشنل سیکرٹری امور خارجیہ مکرم امجد محمود خان صاحب اور ان کی ٹیم کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین

اس تقریب کے بعد مکرم امیر صاحب صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب تمام احباب کی معیت میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھے جانے کی جگہ کی جگہ پر تشریف لے گئے۔ اور سنگ بنیاد رکھا۔ امید ہے یہ مسجد اس سال کے پہلے چوتھائی حصہ میں

ان شاء اللہ مکمل ہوگی۔ اور ہم انتظار کرتے ہیں کہ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس کا خود افتتاح فرمائیں گے۔ آمین

اس تقریب میں خاکسار کو بھی شامل ہونے کی سعادت ملی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

زائن سے متعلق معلومات اور فوٹو زمکرم ناصر الدین شمس صاحب ابن مکرم ڈاکٹر صلاح الدین شمس صاحب مرحوم جو حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کے پوتے ہیں نے مہیا فرمائیں۔ فَجَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا۔

خاکسار دوبارہ یہ بات دہرانا چاہتا ہے کہ لوگوں کو اندازہ ہی نہیں کہ ڈوئی کتنا مشہور، امیر اور طاقتور انسان تھا۔ پوری دنیا اس کو جانتی تھی اور سیاستدان بھی اس کی تائید کرتے تھے۔ وہ ایک ایسا بافراست انسان تھا جس پر مذہبی حکومت کو قائم کرنے کے لئے اعتماد کیا جاتا تھا۔ وہ پرانے عہد نامہ کے قوانین کا سخت پیرو کار تھا۔ اس نے اپنے نمائندگان کو سور کا گوشت کھانے، شراب نوشی اور تمبا کو نوشی کرنے سے سخت منع کر رکھا تھا اس کو یہ بھی لگتا تھا کہ تمام بیماریاں روحانی علاج سے ٹھیک ہوسکتی ہیں اور وہ ان کے لئے میڈیکل کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

اپنے نقطہ نگاہ سے جب اس نے زائن شہر کی منصوبہ بندی کی تو اس نے زمین کا ایک بڑا پلاٹ خریدا جو مشی گن جھیل پر تھا اور دو بڑے شہروں (شکا گو اور ملواکی) کے درمیان میں تھا اور ٹرین اسٹیشن اس سے آدھے راستے پر واقع تھا۔ اس نے شہر کو یونین جیک برطانیہ کے جھنڈے کی طرف پر وضع کیا اور اس نے گرجا گھر کو بالکل مرکز میں رکھا جہاں دونوں صلیبیں ملتی تھیں اور ہر گلی کا نام بائبیل سے رکھا۔ یعنی اس شہر کو مسیح کی دوسری آمد کے استقبال کے لئے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ ڈوئی کو یقین تھا کہ وقت قریب ہے اور یہ پیشگوئی اس نے 1902ء میں کی تھی کہ یہ 25 سال کے اندر اندر ہوگا۔ شائد اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ خود کو ایلیا کہتا تھا جو آخری دنوں میں مسیحا کے ظاہر ہونے کا راستہ ہموار کرے گا۔

ہاں اس شخص نے غرور و تکبر سے مسیح محمدی کے بارے میں کہا تھا۔

''ہندوستان کا ایک بے وقوف محمدی مسیح مجھے بار بار لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو کیوں اس شخص کو جواب نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ مَیں ان مچھروں اور مکھیوں کو جواب دوں گا۔ اگر مَیں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو مَیں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 509)

پس یہ وہی مسیح محمدی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہے کہ جس کی دعا سے یہ شخص نابود اور ذلت کی موت سے مرا۔ اور اس طرح توحید باری تعالیٰ، اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند ہو کر ایک ''فتح عظیم'' کا نشان بن گیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

غزل

فہمیدہ منیر

قتل اور خون کا اک تانتا بندھا تھا لوگو!
کل جو گلزار تھا اب دشتِ بلا تھا لوگو!

شاہ رگ کاٹ دی اور رشتۂ جاں توڑ دیا
تم خدا ہو یہ تمہیں کس نے کہا تھا لوگو!

یوں مسلماں تو کبھی ظلم نہیں رکھتے روا
کیوں ہمارے لئے یہ ظلم روا تھا لوگو!؟

موت پر ان کی گلستانوں کے دل داغ ہوئے
دشت خاموش تھے سناٹا پڑا تھا لوگو!

لوگ ہنستے ہوئے کیوں جان پہ یوں کھیل گئے
سر کٹا دینے کا اک عزم تھا لوگو!

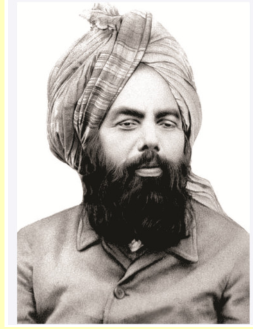
جھانک کر اپنے نہاں خانۂ دل میں دیکھو
قُفل اور وہ بھی بہت زنگ لگا تھا لوگو!

آہ جب لوٹ کے آئے گی تو جل جاؤ گے
بے زبانوں کا تو ہتھیار دُعا تھا لوگو!

تم کو پچھتاوے کی اک آگ میں جلنا ہوگا
وقت بتلائے گا کیا کس نے کیا تھا لوگو!

مرنے والوں سے عقیدت کا سماں تو دیکھو
آفتاب اپنی جگہ رُک سا گیا تھا لوگو!

چند باتیں میرے دل کی تمہیں سننا ہو نگی
دردِ دل میں نے بہت روز سہا تھا لوگو!



احمدیت کے بارے میں برداشت کی روایت کیوں ختم ہوئی؟

ڈاکٹر ساجد علی



ڈاکٹر صوفی محمد ضیاالحق صاحب گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے صدر شعبہ تھے۔ وہ عربی زبان، بالخصوص عباسی عہد کی عربی کے بہت جید عالم تھے۔ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود صوفی صاحب لکھتے نہیں تھے۔ جب کبھی طالب علم ان سے استفسار کرتے کہ آپ لکھتے کیوں نہیں ہیں تو صوفی صاحب بڑے مزے کا جواب دیا کرتے تھے۔ فرماتے قرآن حکیم میں اللہ نے کہا ہے اقرا۔ اللہ نے پڑھنے کا حکم دیا ہے، لکھنے کا نہیں اور میں پڑھ رہا ہوں۔ ایسے محترم اساتذہ کی باتیں ہم جیسے نالائق شاگردوں کا بہت بڑا سہارا ہوتی ہیں۔ دوست احباب اور شاگرد جب کبھی مجھ سے لکھنے کا تقاضا کرتے تو میں صوفی صاحب کا یہ جواب سنا کر جان چھڑا لیا کرتا تھا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بعض دوستوں کی انگیخت اور وجاہت مسعود صاحب کی عنایت سے کچھ لکھنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہم سب پر میری تحریریں تقریباً پانچ برس سے شائع ہو رہی ہیں۔ اس اشاعت برقی کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ قاری کے ردعمل سے فوری طور پر آگاہ ہو جاتے ہیں۔ میں ان تمام قارئین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے بہت حوصلہ افزا ردعمل دیا۔ اس کے باوجود بعض اوقات یہ احساس ہوتا ہے کہ بعض قارئین کی نظر سے ردعمل دیتے وقت تحریر کا بنیادی نکتہ نظر انداز ہو جاتا ہے۔ ہم سب پر میری ایک تحریر بعنوان احمدیت: برداشت سے عدم برداشت تک شائع ہوئی تھی۔ اس تحریر میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا کہ باوجودیکہ ختم نبوت اسلام کا اساسی عقیدہ ہے، کیا وجہ تھی کہ مرزا صاحب کی وفات کے تیس برس بعد تک بھی بڑے بڑے علما احمدیوں کو مسلمانوں کا فرقہ تسلیم کرتے رہے۔ یہی وہ بات تھی جو کمنٹس میں نمایاں نہ ہو سکی۔ اس وقت تک احمدیوں کے خلاف جو تحریریں چھپتی تھیں وہ ویسی ہی ہوتی تھیں جیسا کہ باقی مسلمان فرقے آپس میں کافر کافر کھیلتے تھے۔ میں کوئی محقق نہیں بس آوارہ خوانی کی کچھ عادت ہے۔ ایک دن ڈاکٹر اختر النسا کی کتاب اقبال اور زمیندار مل گئی۔ ڈاکٹر صاحبہ کی کتاب کی غرض و غایت علامہ اقبال کے متعلق زمیندار اخبار میں جو کچھ شائع ہوتا رہا، اسے جمع کرنا ہے۔ انہیں احمدیوں یا ان کے عقائد سے کوئی واسطہ نہیں۔ تاہم مطالعہ کرتے وقت مجھے کچھ صفحات پر چونکنا پڑا کیونکہ مجھے پہلی بار یہ معلوم ہو رہا تھا کہ سن 1935 بلکہ اس کے بعد بھی بڑے بڑے علما اور اسلام کے علم بردار صحافی احمدیوں کا شمار مسلمانوں میں ہی کرتے رہے ہیں۔ میں ان کی کتاب سے اس بات کے چند شواہد پیش کرنا چاہتا ہوں۔

18 فروری 1912 کو اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں مسٹر گوکھلے کے مسودہ لازمی تعلیم کی حمایت میں ہونے والے جلسے میں احمدیان لاہور کے مشہور مبلغ خواجہ کمال الدین نے یہ قرارداد پیش کی: مسلمانوں کا یہ عام جلسہ جبر کے اس عام اُصول کی بڑے زور سے تائید کرتا ہے جو مسٹر گوکھلے نے اپنے مسودہ قانون تعلیم ابتدائی میں اختیار کیا ہے، اس لیے کہ یہ اصول، اسلام کے تابع ہونے کے علاوہ اس ملک کے باشندوں کی مادی اور اخلاقی فلاح کا ممد ہے۔ (ص16)

25 اپریل 1920 کو امریکہ میں مسلمان مبلغین کے داخلے پر پابندی کے خلاف ایک جلسہ کا اعلان کیا گیا۔ اس جلسے کے داعیان میں علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خان کے ساتھ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کا نام بھی درج ہے۔ بلکہ ان کا نام پہلے نمبر پر ہے۔ (ص 99) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کا تعلق احمدیان قادیان کے ساتھ تھا۔ وہ لاہور میں مسلمانوں کی تمام ثقافتی، سیاسی اور تعلیمی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔ اپنی وفات (1936) تک انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے رکن رہے۔ وفات سے نو دس دن پہلے انجمن کی میٹنگ میں ان کا ختم نبوت کی تشریح پر کچھ اختلاف ہوا تھا لیکن اس کے



باوجود ان کو انجمن سے نکالا نہیں گیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیلات ڈاکٹر جاوید اقبال کی کتاب زندہ رود جلد سوم کے صفحات 559-60 پر مندرج ہیں۔

22 جنوری 1927 کو بعض آریہ سماجی اخبارات مثلاً پرتاپ اور ملاپ کے مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کا جواب دینے کے لیے ایک جلسہ عام کا اعلان شائع ہوا جس کے داعیان کے اسما کی فہرست میں ماسٹر فقیر اللہ صاحب، سیکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا نام بھی موجود ہے۔

(صفحہ 100)

جب سوامی شردھانند کا قتل ہوا تو مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے پروپیگنڈے میں بہت تیزی آ گئی جس کا جواب دینے کے لیے 22 جنوری 1927 کو موچی دروازے میں فرزندان توحید کا اجتماع ہوا۔ زمیندار اخبار کی رپورٹ کے مطابق ''اس جلسے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ تمام فرقوں کے مسلمان اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کفر کے مقابلے میں اسلام کی عزت کی حمایت کے لیے دوش بدوش اور پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے تھے۔ دیوبندی، حنفی، حزب الاحناف، شیعہ، احمدی، اہل حدیث، جدید تعلیم یافتہ؛ غرض تمام طبقوں اور فرقوں کے مسلمان موجود تھے۔'' ص 106۔

29 جنوری 1927 کو مسلمانان لاہور کے جلسے کا اعلان شائع ہوا۔ اس جلسے کی صدارت علامہ اقبال نے کرنا تھی اور مقررین میں مولانا غلام مرشد اور مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کے اسما درج تھے۔ ص 101۔۔ سماجی آریہ اخبارات مثلاً ملاپ اور پرتاپ نے مسلمانوں کے خلاف جو پروپیگنڈہ شروع کر رکھا تھا اس کا جواب دینے کے لیے 22 مارچ 1927 کو باغ بیرون موچی دروازہ میں ایک جلسہ عام کا اعلان شائع ہوا جس میں امید ظاہر کی گئی تھی کہ اس میں ہر طبقے کے مسلمان شریک ہوں گے۔ اس جلسے کے داعیان میں یہ لوگ شامل تھے: علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان، مولانا احمد علی وغیرہم کے ساتھ ماسٹر فقیر اللہ، سیکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا نام بھی شامل تھا۔

(صفحہ 100)

4 مارچ 1927 کو اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں مرزا بشیر الدین محمود نے سائنس اور مذہب کے موضوع پر تقریر کی۔ صدارت علامہ اقبال نے کی۔

(ص 23)

13 مئی 1927 کو لاہور کے ہندو، سکھ اور مسلمان نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی، مسلمانوں کے نمائندوں میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کا نام بھی درج ہے۔ ص 108

انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ تیس مارچ تا یکم اپریل 1923 کو منعقد ہوا۔ اس میں جن علما نے خطاب کرنا تھا ان کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں:

سید سلیمان ندوی، مولوی ابوالوفا ثنا اللہ امرتسری، مولوی اصغر علی صاحب روحی، مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور اور مولوی احمد علی امام مسجد دروازہ شیرانوالہ، لاہور۔ ان ناموں میں سب سے دلچسپ نام مولانا ثنا اللہ امرتسری کا ہے۔ وہ مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ مناظرے کرتے رہے تھے بلکہ مرزا صاحب کی زندگی کا آخری مناظرہ انہی کے ساتھ ہوا تھا۔ اس بنا پر انھیں فاتح قادیان کا لقب دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود مرزا صاحب کی وفات کے پندرہ برس بعد بھی امیر جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ جلسے سے خطاب کرنے میں انہیں کوئی عار نہیں تھی مولانا ظفر علی خان کی 1926 کی نظم کا ایک مصرعہ ہے:

مجھ سے ناراض رضائی بھی ہیں، مرزائی بھی۔

مرزا صاحب کی وفات کو ایک سو تیرہ برس گزر چکے ہیں۔ ظاہر ہے احمدیوں نے اس عرصے میں کوئی نیا دعویٰ تو نہیں کیا ہوگا۔ چلئے اچھا ہوا کہ قومی اسمبلی نے انھیں غیر مسلم بھی قرار دے دیا۔ اس کے باوجود ہم ان کو گولی کا نشانہ بنا رہے ہیں، ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کر رہے ہیں۔ میرا سوال صرف یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کی وفات کے تیس برس یا اس سے زائد عرصہ تک بھی مسلمان احمدیوں کے ساتھ امن و آشتی سے رہ رہے تھے، بھلے ان کے خلاف فتوے بازی بھی ہوتی رہتی تھی۔ اب ایسا کیا ہو گیا ہے کہ ہم ان کے ساتھ امن سے رہنے بلکہ ان کا وجود بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

(بشکریہ ہم سب)

ربوہ میں خادم رضوی کے نام کا نعرہ نہ لگانے پر قتل

(از الم نگار)

گیارہ اگست کو پوری قوم نے قائداعظم کی اس تقریر کی یاد میں دن منایا جس میں آپ نے فرمایا تھا آپ آزاد ہیں۔ آپ اپنے گرجوں مندروں، مساجد یا جو بھی آپ کی عبادت کی جگہ ہے وہاں جانے کے لئے آزاد ہیں۔ آپ کا عقیدہ یا مسلک کیا ہے حکومت کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ لکھنے والوں نے اس تقریر پر کالم لکھے۔ جنہیں میڈیا پر بولنے کی آزادی ہے انہوں نے اس تقریر کے مندرجات کے بارے میں اچھی اچھی باتیں کہیں۔ سیاستدانوں نے بیانات دے کر اپنے عزم کا اعلان کیا کہ ہم قائد کے ارشادات کو کبھی فراموش نہیں کریں گے۔

دو دن رہ گئے ہیں۔ دو روز بعد پوری قوم نے یوم آزادی منانا ہے۔ وطن عزیز کی آزادی کو 75 سال ہو رہے ہیں۔ 12 اگست کی صبح کو ربوہ کے ایک 62 سال کے شہری نصیر احمد صاحب ربوہ کے بس اڈے پر کھڑے تھے۔ اسی اڈے کے قریب قبرستان بھی ہے۔ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ وہ جلد اپنے فوت شدہ عزیزوں سے ملنے والے ہیں۔ اس پر مدرسہ کا ایک فارغ التحصیل شخص حافظ شہزاد حسن سیالوی ان کے سامنے آیا اور مطالبہ کیا کہ لبیک یا رسول اللہ اور تحریک لبیک کے بانی خادم حسین رضوی صاحب کے حق میں نعرے لگاؤ۔ یقینی طور پر انہوں نے بے یقینی کے عالم میں اس شخص کو دیکھا ہوگا اور یہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں گے کہ یہ کون ہے اور کیا مطالبہ کر رہا ہے؟ بیشتر اس کے کہ نصیر احمد صاحب کچھ کہہ پاتے اس شخص نے چاقو سے پے در پے وار کر کے نصیر احمد صاحب کو قتل کر دیا۔ یہ بہیمانہ قتل کرتے ہوئے یہ شخص نعرے مار رہا تھا مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوْهُ یعنی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اسے قتل کر دو۔

اس شخص اور نصیر احمد صاحب کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ کس نے یہ توہین کی؟ کب کی؟ کس نے فرد جرم عائد کی کہ خدانخواستہ ایسی کوئی توہین کی گئی ہے؟ کس نے فیصلہ کیا کہ ایسا کوئی فعل سرزد ہوا ہے۔ ان تفصیلات میں جانے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ بس ایک الزام لگایا اور موقع پر قتل کر دیا۔ نصیر احمد صاحب کی بیوہ اور ان کی تین بیٹیوں کے ان سوالات کا جواب کون دے گا؟ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ان کے شوہر اور ان کے باپ کو کس پاداش میں دن دیہاڑے قتل کیا گیا۔ اس حرکت کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ توہین مذہب کا الزام لگا کر ملک میں فسادات کا ماحول پیدا کیا جائے۔ ورا س وقت جب کہ پاکستان ایک شدید ترین بحران سے گذر رہا ہے صرف ملک کے دشمن ہی یہ خواہش کر سکتے ہیں کہ پاکستان میں فسادات شروع ہو جائیں۔

یہ کوئی انفرادی واقعہ نہیں ہے جس میں ایک احمدی کو مذہبی اختلاف کی وجہ سے قتل کیا گیا ہو۔ ملک میں ایسا ماحول پیدا کیا گیا ہے کہ اس بات کو ایک معمول سمجھ لیا گیا ہے کہ جس سے کوئی اختلاف ہو یا کوئی حساب برابر کرنا ہو اس پر توہین مذہب کا الزام لگا کر ایف آئی آر درج کرا دو یا اس سے بھی بڑھ کر خود مدعی پولیس وکیل اور عدالت کا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس پر حملہ کر دو اور یہ عذر پیش کر دو کہ میرے نزدیک یہ توہین مذہب کا مرتکب ہوا تھا۔ پولیس کے بھی ہاتھ پاؤں پھول جائیں گے۔ کوئی وکیل مقدمہ لڑنے کو تیار نہیں ہوگا۔ کبھی کوئی جج سماعت سے معذرت کرے گا یا ایک کے بعد دوسری تاریخ دیتا جائے گا۔

کیا یہ رجحان بڑھ رہا ہے یا اس میں کمی آ رہی ہے؟ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے 2021 کے بارے میں جو رپورٹ جاری کی ہے، اس کے مطابق یہ رجحان بڑھ رہا ہے۔ اور سب صوبوں کی نسبت پنجاب میں سب سے زیادہ توہین مذہب کے مقدمات قائم کئے جا رہے ہیں۔ گذشتہ سال کے دوران پنجاب میں قائم ہونے والے ایسے مقدمات کی تعداد 426 تھی۔ سندھ میں یہ تعداد 113، خیبر پختون خواہ میں 33، بلوچستان میں 5، اسلام آباد میں 8

تھی۔ یہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ اس قسم کے مقدمات سب سے زائد پنجاب میں قائم کئے جا رہے ہیں۔ اور بدقسمتی سے نصیر احمد صاحب کا قتل بھی صوبہ پنجاب میں ہوا ہے۔

یہ سلسلہ صرف ایف آئی آر کٹوانے تک محدود نہیں ہے۔ اس قسم کے الزامات لگانے والے اپنے آپ کو ہر قسم کے قانون سے بالا تر سمجھتے ہیں۔ گذشتہ سال چارسدہ میں ایک شخص پر قرآن مجید کے اوراق جلانے کا الزام تھا چنانچہ اسے گرفتار کرلیا گیا۔ مشتعل ہجوم نے پولیس سٹیشن کا محاصرہ کر کے مطالبہ کیا کہ اس شخص کو ہمارے حوالے کرو۔ جب انکار کیا گیا تو اس ہجوم نے پولیس سٹیشن کو آگ لگا دی۔ اور محض 8 سال کے ہندو بچے پر بھی اس قسم کا الزام لگا کر پرچہ کٹوایا گیا۔ اس پس منظر میں مناسب ہوگا اگر کم از کم صوبہ پنجاب کے نو منتخب وزیر اعلیٰ اس مسئلہ کے بارے میں اپنی حکومت کا موقف بیان کریں کہ پنجاب حکومت اس قسم کے واقعات کی روک تھام کے لئے کیا اقدامات اٹھائے گی۔ (اللہ اللہ! محترم الم نگار بتوں سے کلام کی توقع باندھتے ہیں۔ بھائی، پنجاب کا موجودہ عدالتی وزیر اعلیٰ مذہبی ناخواندگی اور غیر رواداری کا نمونہ ہے۔ و۔مسعود)

اگر صاحبان اقتدار کا خیال ہے کہ یہ سلسلہ صرف احمدیوں تک محدود رہے گا یا یہ کہ صرف کچھ مسیحی احباب اس قسم کے الزامات کا نشانہ بنیں گے تو بہتر ہوگا کہ اس غلط فہمی کو ترک کر دیا جائے۔ گذشتہ سال جن شہریوں پر اس قسم کے مقدمات قائم کئے گئے ان میں سے پچاس فیصد سے زائد سُنیوں کے مختلف مسالک یا شیعہ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اگر سختی سے اس قسم کے واقعات کی روک تھام نہ کی گئی تو کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں رہے گا۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ قاتل نے پہلے مقتول سے مطالبہ کیا کہ خادم حسین رضوی صاحب کے حق میں نعرہ لگاؤ اور پھر چاقو کے وار شروع کر دیئے۔ اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ قاتل کی ہمدردیاں تحریک لبیک کے ساتھ ہیں۔ جیسا کہ خادم حسین رضوی صاحب نے اپنی تقاریر میں بار بار ذکر کرتے رہے تھے تحریک لبیک پر نظریاتی طور پر سب سے زیادہ اثر احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ہے۔ اور کوئی بھی انٹرنیٹ پر جا کر دیکھ سکتا ہے کہ احمد رضا خان بریلوی صاحب نے اپنی کتب حسام الحرمین اور رد الرفضہ میں دیوبندی وہابی اور شیعہ احباب پر بالکل ویسے ہی فتوے لگائے گئے ہیں جیسا کہ احمدیوں پر لگائے گئے تھے۔ ان حقائق کی موجودگی میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سلسلہ صرف احمدیوں تک محدود رہے گا اور وطن عزیز کی تاریخ بھی اس بات کی گواہ ہے کہ ایسے سلسلے کبھی کسی ایک مسلک تک محدود نہیں رہتے۔ آخر کار یہ آگ سارے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

آج سے کئی دہائیاں قبل ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے ایک کتاب "اقبال اور ملا" تحریر فرمائی تھی۔ اس کے ایک اقتباس پر یہ کالم ختم کرتا ہوں

''پاکستان کی ایک یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے مجھ سے حال ہی میں بیان کیا کہ ایک ملائے اعظم اور عالم مقتدر سے جو کچھ عرصہ ہوا بہت تذبذب اور سوچ بچار کے بعد ہجرت کر کے پاکستان آ گئے ہیں۔ میں نے ایک اسلامی فرقہ کے متعلق دریافت کیا انہوں نے فتویٰ دیا ان میں جو غالی ہیں وہ واجب القتل ہیں اور جو غالی نہیں ہیں وہ واجب التعزیر ہیں۔ ایک فرقہ کے متعلق پوچھا جس میں کروڑ پتی تاجر بہت ہیں۔ فرمایا وہ سب واجب القتل ہیں۔۔۔۔ ہیں تو وہ بھی واجب القتل مگر اس وقت علی الاعلان کہنے کی بات نہیں۔ موقع آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ انہیں میں سے ایک دوسرے سربراہ عالم دین نے فرمایا کہ ابھی تو ہم نے جہاد فی سبیل اللہ ایک فرقے کے خلاف شروع کیا ہے۔ اس میں کامیابی کے بعد انشاءاللہ دوسروں کی خبر لی جائے گی۔''

پوری قوم کو یوم آزادی مبارک ہو۔ رہا نصیر احمد صاحب کا خون توفیضؔ نے کیا خوب کہا تھا

پکارتا رہا بے آسرا یتیم لہو
کسی کو بہر سماعت نہ وقت تھا نہ دماغ
نہ مدعی نہ شہادت حساب پاک ہوا
یہ خون خاک نشیناں تھا رزق خاک ہوا

(بشکریہ ہم سب 12 اگست 2022)

واذ کر فی الکتاب اسماعیل (اورتو قرآن کے مطابق اسماعیل کا بھی ذکر کر)



(انجینئر محمود مجیب اصغر)

واذ کر فی الکتاب اسماعیل انه کان صادق الوعد و کان رسول نبیا و کان یامر اهله بالصلواة والزکواةو کان عند ربه مرضیا O

(سورۃ مریم آیت 55-56)

اورتو قرآن کے مطابق اسماعیل کا بھی ذکر کر وہ بھی یقیناً سچے وعدوں والا تھا اور رسول اور نبی تھا اور اپنے اہل کو نماز اور زکواۃ کی تاکید کرتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ وجود تھا (تفسیر صغیر)

مبشر اولاد

فبشرنه بغلام حلیم (الصفات:102)

حضرت اسماعیل علیہ السلام ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ھاجرہ علیہا السلام کے موعود بیٹے اور خدا کے نبی تھے جن کی 49 ویں پشت سے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے جن کے لئے یہ کائنات معرض وجود میں آئی تھی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سورۃ الشعراء آیت 218-220 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

" خدا پر توکل کر جو غالب اور رحم کرنے والا ہے وہی خدا جو تجھے دیکھتا تھا کہ جب تو تخم کے طور پر راست بازوں کی پشتوں میں چلا آتا تھا یہاں تک کہ اپنی والدہ آمنہ معصومہ کے پیٹ میں پڑا" (تفسیر مسیح موعود جلد 6 صفحہ 374)

حضرت ھاجرہ علیہا السلام

ان الصفا والمروۃ من شعآئراللہ (سورہ البقرہ:159)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں" ھاجرہ نام ایک عورت تھی جو میری تحقیق کے مطابق ملک مصر کی ایک شہزادی تھی ابراہیم کی کرامتوں کو دیکھ کر بادشاہ نے اپنی لڑکی ابراہیم کے نکاح میں دے دی نوجوان اور خوبصورت اور باکرہ تھی اس وقت ابراہیم کی عمر 84 سال تھی جبکہ وہ حاملہ ہوئی... پہلی بی بی نے اسے نکلوادیا اس پر اللہ سے اس کا مکالمہ ہوا کہ کیوں نکلی؟ آپ نے عرض کیا کہ بڑی بی بی رہنے نہیں دیتی خدا نے فرمایا واپس جاؤ اور اس کی فرمانبردار ہو کر رہو اس صبر کے بدلے میں ہم تمہیں ایک لڑکا دیں گے جس کی اولاد تمام جہان کی موجب ہدایت ہوگی اور آسمان کے تارے اور ریت کے ذرے گننے آسان ہوں گے مگر تیری اولاد کو کوئی نہ گن سکے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا.....

" (حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 274)

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور اس پر توکل کرتے ہوئے اپنے اکلوتے بچے کو ایک ایسے مقام پر چھوڑ دیا جو اس وقت کلیۃ غیر آباد تھا بلکہ اس وقت آبادی کے قابل بھی نہیں تھا کیونکہ وہاں پانی نہیں تھا اور بظاہر حالات اس جگہ دونوں ماں بیٹے یعنی حضرت اسماعیل اور حضرت ھاجرہ علیہما السلام کا زندہ رہنا ناممکن تھا"

(خطبات ناصر جلد رہم صفحہ 120)

" ایک لمبے عرصے تک حضرت ھاجرہ اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے تکلیف برداشت کی ※ ایسے حال میں والدہ ہر وقت موت کو اپنے سامنے دیکھنا اور بچے کے دل میں یہ احساس پیدا ہونا کہ کوئی اس کا وارث ہے یا نہیں اور یہ بھی کہ اسے اس تکلیف سے کوئی بچانے والا ہے یا نہیں یہ ایک ایسی قربانی تھی جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی ایسی حالت میں ان کا توکل صرف اللہ تعالیٰ پر تھا" (خطبات ناصر جلد دہم صفحہ 208)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی عراق میں پیدا ہوئے اور کلدانی شہر اور میں رہے آپ کے والد کا نام آزر بن ناجور تھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دراصل آپ کے چچا تھے اور عرب لوگ چچا کو باپ کہہ لیا کرتے تھے کوفے کے علاقے کی ایک بستی کوثی سے تعلق رکھتے تھے کوثی، بابل یا ورکاء میں پیدا ہوئے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا واقعہ کوثی میں ہی ہوا اس جلانے کے والے ہنگامہ کے فرو ہونے کے بعد جزیرہ کے شمالی علاقے حران میں چلے گئے، پھر وہاں سے فلسطین چلے گئے آپ کے ساتھ آپ کی بیوی سارہ اور بھتیجا لوط علیہ السلام بھی تھے حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھی پھر قحط سالی کی بناء پر چرواہے بادشاہوں (ہیکسوس) کے دور میں مصر منتقل ہو گئے پھر حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ جنوبی فلسطین میں لوٹ آئے اور محبت اور رشتہ داری قائم رکھتے ہوئے الگ الگ رہائش رکھی تا کہ ہر ایک کو اپنے مویشیوں کے لئے گھاس اور پانی مل سکے حضرت ابراہیم علیہ السلام بئر سبع میں اور حضرت لوط علیہ السلام بحیرہ مردار کے جنوب میں رہنے لگے جسے بحیرہ لوط کہا جاتا ہے

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دوسری زوجہ ھاجرہ کے ساتھ مکہ مکرمہ گئے انکے ساتھ ان کے شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو دونوں کو اس بے آب وگیاہ وادی میں ٹھہرا کر واپس چلے گئے پھر وہاں زمزم کا چشمہ پھوٹ پڑا اور کداء کے راستے سے بنو جرھم آ کر آباد ہو گئے

حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین کے شہر الخلیل (حبرون) میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے (اطلس القرآن)

حضرت اسماعیل کی پیدائش

اطلس القرآن کے مطابق حضرت ھاجرہ جب حاملہ ہوئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی کو رشک ہوا تو ھاجرہ مجبوراً حبرون سے صور (لبنان کی بندرگاہ) کی طرف چلی گئیں اور وہاں ایک چشمے پر اسماعیل پیدا ہوئے اور انہوں نے فرشتے کی بشارت کے مطابق بیٹے کا نام اسماعیل رکھا یہ "اسمع" اور "ایل" سے مرکب ہے "ایل" عبرانی میں "اللہ" کے مترادف ہے اور عربی کے "اسمع" اور عبرانی کے "شماع" کے معنے ہیں "سن" چونکہ ان کی ولادت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی اس لئے یہ نام رکھا گیا انگریزی میں اسے اشمائیل (Ishmael) لکھتے ہیں

اسماعیل کی پیدائش پر ان کی سوتیلی ماں سارہ دونوں ماں بیٹے کو کسی اور جگہ چھوڑ کر آنے کا تقاضا کرنے لگیں تو حکم الٰہی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کو وادی غیر ذی زرع (سرزمین مکہ) چھوڑ گئے

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ سے ایک معاہدہ کیا تھا کہ ہم تیری ہر بات مان لیں گے چنانچہ ھاجرہ بی بی کے لڑکا پیدا ہوُا تو جناب سارہ کو کسی سبب سے دکھ ہوا جس پر انہوں نے کہا کہ اے ابراہیم موجب اپنے وعدہ کے اس لڑکے اور اس کی ماں کو ایسے جنگل میں چھوڑ آ جہاں سے ہمیں ان کی کوئی خبر نہ آئے انبیاء ایسے معاہدات خدا کے حکم سے کرتے ہیں چنانچہ وہ اپنے بچے اور بیوی کو اسی کے حکم سے جنگل میں چھوڑ آئے''

(حقائق القرآن جلد دوم صفحہ 445)

بے آب وگیاہ وادی

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع (سورۃ ابراہیم آیت 38) ان الصفا والمروۃ من شعآئر اللہ (سورۃ البقرہ آیت 159)

یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ھاجرہ اپنے بیٹے اسماعیل کے ساتھ چھوڑ دی گئیں (حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 375) صفا اور مروہ (مکہ میں) دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ھاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں سعی (بھاگ دوڑ) کرتی رہی تھی

حضرت ابراہیم کی دعا

ربنآ انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم ربنا لیقیموا الصلواۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات علھم یشکرون

(سورۃ ابراہیم آیت 38)

"جب حضرت ابراہیم ھاجرہ اور اسماعیل کو وادیٔ مکہ میں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو انہوں نے تھوڑی دور جا کر پیچھے نظر ڈالی اور خدا کے حضور یوں دعا کی کہ:

اے ہمارے رب! میں نے اپنی نسل کے ایک حصے کو اس غیر آباد بنجر وادی میں تیرے عزت والے گھر کے پاس بسایا ہے اے ہمارے رب! میں نے یہ

کام اس لئے کیا ہے کہ تا وہ تیری عبادت کو قائم کریں اور تیرے لئے ان کی زندگی وقف ہو پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف جھکا دے اوران کو اچھے اچھے ثمرات کا رزق عطا کرتا کہ وہ تیرے شکر گزار ہوں"

(سیرۃ خاتم النبیین　مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے)

زم زم کا معجزہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں

"..جب حضرت ھاجرہ　کا زاد ختم ہو گیا تو لوازمات بشری کے ماتحت ان کو اپنے بیٹے کے متعلق سخت فکر پیدا ہوا اور وہ ادھر ادھر پانی کی تلاش میں پھریں، مگر پانی کی ایک بوند تک نہ ملی اور بچے کی حالت پیاس سے جلد جلد ابتر ہوتی گئی آخر ھاجرہ سے اسماعیل کی حالت زار　نہ دیکھی گئی اس لئے وہ وہاں سے اٹھیں تا کہ اپنے بچے کی پیاس کی موت نہ دیکھیں اور آسمان کی طرف منہ کر کے روئیں اور پانی کی تلاش میں پھر ادھر ادھر بھاگیں اور اردگرد کے علاقہ پر اچھی طرح نظر ڈالنے کی غرض سے صفا کی پہاڑی پر چڑھ گئیں لیکن وہاں سے بھی جب کوئی چیز نظر نہ آئی تو بھاگتی ہوئی مروہ کی پہاڑی پر آئیں وہاں سے پھر دوڑتی ہوئیں صفا کی طرف گئیں اور اس طرح انہوں نے ایک نہایت گھبراہٹ اور بیتابی کی حالت میں ان پہاڑوں پر سات چکر لگائے اور ساتھ ساتھ زار و قطار روتی بھی جاتی تھیں اور اللہ سے دعا بھی کرتی جاتی تھیں مگر نہ تو کوئی پانی کا پتہ ملتا تھا اور نہ ہی کوئی آدمی نظر آتا تھا　آخر جب ھاجرہ کا کرب انتہا کو پہنچ گیا تو ساتویں چکر کے بعد ھاجرہ کو ایک غیبی آواز سنائی دی کہ" اے ھاجرہ اللہ نے تیری اور تیرے بچے کی آواز سن لی ہے"...وہاں ایک خدائی فرشتہ کو کھڑا پایا...حضرت ھاجرہ آگے بڑھیں تو جس جگہ وہ ایڑی مار رہا تھا وہاں انہوں نے ایک چشمہ پایا...ھاجرہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی اس نے فوراً اپنے بچے کو پانی دیا اور اس خوف سے کہ پانی ضائع نہ ہو جاوے اس کے اردگرد　پتھر رکھ دئے اور اسے ایک حوض کی صورت میں بنا دیا....

حضرت عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ خدا ھاجرہ پر رحم کرے اگر وہ اس پانی کو نہ روکتی تو وہ ایک بہنے والا چشمہ ہو جاتا"

(سیرۃ خاتم النبیین صفحہ 67)

The Zam Zam Well dates back to the days of Ismail Ibn Ibrahim, may peace be upon them,...

The well miraculously gave out to water when Ibrahim's son, Ismail, was thirsty and crying in the desert with his mother,Hajar.

Historical documents indicate that the arrival of Ismail to Mecca in the year of his birth, around 1910 BC, happens to the year when Zamzam appeared . Between today and the day Zamzam first appeared is approx 4000 years as per the Hijri calendar. (Wiki pediA)

حضرت ھاجرہ کی دعا

" جناب ھاجرہ علیہا السلام کو ایک بڑا ابتلاء پیش آیا جس کا اشارہ ان باتوں سے ہؤا ۔ ولنبلونكم بشيء من الخوف والجوع و نقص من الاموال والا نفس والثمرت (سورۃ البقرہ آیت 156) اور انعام دیں گے ہم تم کو بدلہ میں تھوڑے سے خوف اور بھوک اور مالوں کے اور جانوں کے اور پھلوں کے نقصان کے اور ان پانچوں پر　امنا ھاجرہ نے انا لله وانا اليه راجعون　کہا ہم سب اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف جانا ہے پس اپنے دو اقوال سے صبر و استقلال اور ایمان کا اظہار فرمایا اس واسطے اللہ تعالیٰ کریم و رحیم نے اس کی اولاد کو آمنھم من خوف　امن دیا ان کو عظیم الشان ڈر سے ۔ اطعمهم من جوع (سورۃ قریش آیت 5) کھانا دیا ان کو بھوک سے اور بلدہ و بلدہ مبارک فرما کر کثرت اموال و انفس و ثمرات اور الصبر　کا نعم الاجر صلوات و رحمت عطا فرما کر　اولاد کو ہدایت یافتہ فرمایا''

(نورالدین بحوالہ حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 271)

حضرت ابراہیم کا خواب

فلما بلغ معه السعي قال يبني اني اری في المنام اني اذبحك فانظر ماذا تری قال يابت افعل ما تؤمر ستجدني ان شآء الله من الصابرين فلما اسلما و تله للجبين وناديته ان يا ابراهيم قد صدقت الرءيا انا كذالك نجزي الحسنين ان هذا لهو البلو المبين فدينه بذبح عظيم (سورۃ الصفات: 103-108)

پھر جب وہ لڑکا (اسماعیل) اپنے باپ (ابراہیم) کے ساتھ تیز چلنے کے قابل ہو گیا اس نے کہا اے میرے بیٹے میں نے تجھے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں تجھے ذبح کر رہا.....

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں

"انبیاء اور رسل کو جو بڑے بڑے مقام ملتے ہیں وہ ایسی معمولی باتوں سے نہیں مل جاتے جو نرمی اور آسانی سے پوری ہو جائیں بلکہ ان پر بھاری ابتلاء اور امتحان وارد ہوئے جن میں وہ صبر و استقلال کے ساتھ کامیاب ہوئے تب خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو بڑے بڑے درجات نصیب ہوئے دیکھو حضرت ابراہیم پر کیسا بڑا ابتلاء آیا اس نے اپنے ہاتھ میں چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے اور اس چھری کو اپنے بیٹے کی گردن پر اپنی طرف سے پھیر دیا مگر آگے بکرا تھا ابراہیم امتحان میں پاس ہوا اور خدا نے بیٹے کو بھی بچا لیا تب خدا تعالیٰ ابراہیم پر خوش ہوا کہ اس نے اپنی طرف سے کوئی فرق نہ رکھا یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ بیٹا بچ گیا ورنہ ابراہیم نے اس کو ذبح کر دیا تھا اس واسطے اس کو صادق کا خطاب ملا اور توریت میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم تو آسمان کے ستاروں کی طرف نظر کر کیا تو ان کو گن سکتا ہے ※ اسی طرح تیری اولاد بھی نہ گنی جائے گی تھوڑے سے وقت کی تکلیف تھی وہ تو گزر گئی اس کے نتیجہ میں کس قدر انعام ملا آج تمام سادات اور قریش اور یہود اور دیگر اقوام اپنے آپ کو ابراہیم کا فرزند کہتے ہیں،" (تفسیر مسیح موعود جلد 7 صفحہ 157)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں

"اس خواب کے اصل معنے یہ تھے کہ تجھے مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر آنے والا ہوں جو ایک قسم کی موت ہے اور یہ تعبیر لفظا پوری ہوئی گو چھری سے ذبح کرنا لفظاً پورا نہ ہوا" (تفسیر صغیر)

ذبح عظیم (زندگی کا ہر سانس خدا کی راہ میں قربان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں

" حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک رؤیا دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں چنانچہ اس خیال سے کہ اللہ کی راہ میں جان دینے کے بارہ میں گریز نہ سمجھا جائے، انہوں نے پہلے تو اپنے بیٹے سے یہ پوچھا کہ تیری رائے کیا ہے کیونکہ نیک اعمال دوسروں پر ٹھونسے نہیں جاتے جب اسماعیل علیہ السلام بھی خدا کی راہ میں جان دینے کے لئے راضی ہو گئے تو انہوں نے اپنے بیٹے کو لٹایا اور اس کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے تب خدا نے فرمایا کہ جس قسم کی قربانیوں کے لئے میں تمہارا امتحان لینا چاہتا ہوں ان کے لئے میں نے تمہیں تیار پایا اور مستعد دیکھا میں تم سے یہ قربانی نہیں مانگتا کہ تم اپنے بیٹے کی جان دیدو جان کی بجائے میں اپنی راہ میں تمہاری زندگی کا ہر سانس مانگتا ہوں تم اسماعیل علیہ السلام کو ایک بے آب و گیاہ ریتلے میدان میں چھوڑ آؤ اور پھر دیکھو میری قدرت دنیا کو کیا نظارہ دکھاتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے، صرف اس عزم پر قائم رہتے ہوئے کہ جتنی بھی زندگی ہے اس کا ہر سانس خدا تعالیٰ پر قربان ہوگا، وہاں چھوڑ آئے اور حضرت اسماعیل وہاں رہنے کے لئے تیار ہو گئے اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر ڈالتی تو جو زندگی کا ہر سانس عملا خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار تھا دنیا اس کی اس عظیم قربانی کا نظارہ نہ دیکھتی جس نے بنی نوع انسان کے لئے ایک اسوہ بننا تھا اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس وقت ذبح کر دیا جاتا تو یہ مطالبہ جو تھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد نسلا بعد نسل اپنی زندگیاں خدا کی راہ میں قربان کرنے والی ہوں، اس کا موقع ہی نہ ملتا نہ نسل پیدا ہوتی اور نہ ان کی قربانی کا کوئی سوال پیدا ہوتا اس واسطے خدا تعالیٰ نے ایک ذبح عظیم کے لئے اس چھوٹی سی قربانی کو ترک کروایا اور ایک ریتلے میدان میں جس میں نہ پانی تھا اور نہ کھانے کی کوئی اور چیز تھی وہاں ان کو اپنی والدہ کے ساتھ چھوڑ دیا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت نے وہاں پانی کے سامان بھی پیدا کر دیئے اور کھانے کے سامان پیدا کر دیئے محض کھانے پینے کے سامان ہی پیدا نہیں کئے بلکہ دنیا جہان کی نعمتیں ان کے لئے مہیا کر دیں، دنیا جہان کے دلوں کی محبت کا اسے مرکز بنا دیا اور صرف اس دنیا کے ثمرات ہی نہیں بلکہ ان کو وہ روحانی ثمرات بھی بھی مہیا کئے گئے ...اور اس طرح حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہا السلام دنیا کے لئے ایک اسوہ بنے" (خطبات ناصر جلد دہم) یہی وہ موت ہے جس کے منبع سے ابدی حیات کا چشمہ پھوٹا یہی وہ ذبح عظیم ہے جس کی مثال حضرت ابراہیم

علیہ السلام اور ان کی اولاد کے ذریعے قائم کی گئی اور پھر جب حضرت محمد ﷺ کے وقت میں عشق، الٰہی فدائیت جان نثاری انتہا کو پہنچی تو ایک ایسی قوم تیار ہوئی جو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے عشق اور محبت رکھنے والی تھی" (خطبات ناصر جلد رہم)

تعمیر بیت اللہ

واذبوانا لابراھیم مکان البیت (سورۃ الحج آیت 27)

یعنی یاد کر کہ جب ہم نے ابراہیم کو دوبارہ بنانے کے لئے وہ مکان دکھلایا جہاں ابتداء میں بیت اللہ تھا (تفسیر مسیح موعود جلد 6 صفحہ 117)

واذیرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم (سورۃ البقرہ آیت 128)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی روایت کے مطابق کعبہ کی سب سے پہلی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں رکھی گئی گر پھر مرور ایام سے وہ بے نشان ہو گیا

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے وحی الٰہی سے اس جگہ کو کھودا تو سابق تعمیر کی بنیادیں نظر آئیں اور انہی پر بیت اللہ کی تعمیر نو کی گئی جلد ہی یہاں ایک شہر آباد ہو گیا جو سب سے زیادہ حرمت والا ہے جس کا نام پہلے بکہ اور اب مکہ ہے۔

سلمان ندوی کہتے ہیں یہ مقدس شہر ایک مرد ضعیف (ابراہیم علیہ السلام) کا بنا کردہ، ایک نوجوان پیغمبر (اسماعیل علیہ السلام) کی ہجرت گاہ اور ایک یتیم نبی (محمد ﷺ) کی جائے ولادت ہے

بیت اللہ کے عظیم الشان مقاصد

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند جلیل حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی والدہ حضرت ھاجرہ سمیت ایک عظیم مقصد کے لئے وادی غیر ذی زرع میں آباد کیا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو کشفی طور پر وہ جگہ دکھائی تھی جہاں ابتداء میں کعبہ تھا اور جس کے آثار مٹ چکے تھے اس تعمیر نو کے پس پردہ 23 عظیم مقاصد تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیش نظر تھے اور قرآن کریم میں متفرق طور پر پھیلے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو الہاما بتایا تھا" جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے وہ بڑا عقلمند ہے کیونکہ اس کو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے" (تذکرہ) اللہ تعالیٰ نے آپ کے تیسرے خلیفہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے قرآن کریم میں بیان فرمودہ مقاصد تعمیر بیت اللہ کو یکجا کر کے 1967ء مختلف خطبات جمعہ کے ذریعے پیش کرنے کی توفیق دی جو کتابی شکل میں بھی بعنوان

"تعمیر بیت اللہ کے تیئیس (23) عظیم الشان مقاصد" کے عنوان سے چھپے تھے

سورۃ آل عمران آیات 97-98 اور البقرہ آیات کی تلاوت کر کے فرمایا..

بیت اللہ کے ساتھ بہت سی اغراض اور بہت سے مقاصد وابستہ ہیں، جن کا ذکر قرآن کریم میں ہمیں نظر آتا ہے اور جن کا تعلق حقیقۃ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے ہے....

پہلی غرض وضع للناس میں بیان ہوا ہے۔ دوسری مبارك میں

تیسرے ھدی للعالمین میں چوتھے آیات بینات

پانچویں مقام ابراہیم چھٹے من دخلہ کان آمنا

ساتویں وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا

آٹھویں جعلنا البیت مثابۃ للناس نویں وامنا

دسویں **واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی** گیارھواں مقصد **طھرابیتی** بارھواں مقصد **طائفین** تیرھواں مقصد **عاکفین**

چودھواں مقصد الرکع السجود پندرھواں مقصد رب اجعل ھذا ابلدا

سولھواں مقصد وارزق اھلہ من الثمرات سترھواں مقصد ربنا تقبل منا

اٹھارویں مقصد السمیع انیسواں مقصد العلیم

بیسواں مقصد **ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لك** اکیسواں مقصد **وارنا مناسکنا** بائیسواں مقصد **وتب علینا** اور تیئیسواں مقصد **ربنا وابعث فیھم رسولا منھم** میں بیان کیا گیا ہے....

(تعمیر بیت اللہ کے تیئیس عظیم الشان مقاصد خطبات حضرت امیر المومنین حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث امام جماعت احمدیہ...)

حقیقت یہ ہے کہ تعمیر بیت اللہ کے تمام مقاصد رسول کریم ﷺ کی بعثت

کے ذریعے پورے ہوئے جس طرح ابتداء میں خانہ کعبہ انسانیت کا مرکز تھا، آخری اور اکمل دور میں بھی خدا کا یہ گھر وحدت انسانی کا مرکز بننا مقصود تھا اور انبیاء کے سردار کی بعثت کے لئے بیت اللہ کو منتخب کیا گیا تا کہ وحدت انسانی کا نبی اور وحدت اور وحدت انسانی کا قبلہ دونوں ایک جگہ جمع ہو جائیں اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ کعبہ کو مبارک بنائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ بیت اللہ مبارک بن گیا اور اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ یہاں ایک ایسی ہدایت بھیجے جو ھدی للعالمین ہو شریعت کے کمال کی وجہ سے بھی اور اپنے افاضہ کے لحاظ سے بھی اور یہ وعدہ بھی قرآن کریم کے ذریعہ پورا ہوا

حضرت اسماعیل کی اولاد

ابن ہشام زیر عنوان" اولاد اسماعیل اور ان کی والدہ کا نسب" لکھتا ہے:

زیاد بن عبداللہ بکائی نے محمد بن اسحاق المطلبی کی روایت سے بیان کیا ہے کہ

اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے بارہ لڑکے تھے

1۔نابت 2۔قیذر 3۔اذبل 4۔مبشا 5۔مسمعا 6۔ماشی 7۔دما 8۔ادر 9۔طیما 10۔یطور 11۔نبش 12۔قیذما

ان کی ماں رعلۃ،مضاض بن عمرو جرہمی کی بیٹی تھی......

اسماعیل کی عمر اور مدفن

ابن اسحاق نے جرھم کو یقطن بن عیبر بن شالخ کا بیٹا بتایا ہے ابن اسحاق کی روایت کے مطابق اسماعیل علیہ السلام کی عمر حسب روایت عام ایک سو تیس سال تھی، اس کے بعد آپ کا انتقال ہوا (خدا آپ پر رحمت و برکات نازل فرمائے) اور آپ مقام حجر (حطیم) میں اپنی والدہ ھاجرہ کے پاس دفن کئے گئے"

(سیرت النبی کامل مرتبہ ابن ہشام جلد اول صفحہ 22،23)

اطلس القرآن تالیف دکتور شوقی ابو خلیل کے مطابق" ذبیح اللہ کے بارہ بیٹے اور ایک بیٹی بشامہ یا محلاۃ تھی......ان میں نابت اور قیدار بہت مشہور ہوئے..

رحمۃ للعالمین کے مصنف نے قریش مکہ کو عدنان کے واسطے سے قیدار بن اسماعیل کی اولاد بتایا ہے جب کہ امام بخاری کی تاریخ الکبیر میں عدنان کو نابت



غزل

ثاقب زیروی

رعنائیاں ہر سو بکھریں گی گیسوئے سحر لہرانے دو
پُرنور سویرا پھوٹے گا یہ ظلمت شب ڈھل جانے دو
تم اپنے وفا پہ دیوانو! بھولے سے بھی حرف نہ آنے دو
جو تم کو برائی دیتے ہیں تم اُن کو پیار خزانے دو
یہ سچے عشق کی باتیں ہیں خوش بختی کی معراج ہے یہ
وہ لطف مجسم جب بھی کہے جانوں کے بھی اب نذرانے دو
دل خوف خدا سے خالی ہیں ہوتی ہے تجارت مذہب کی
مذہب کے اجارہ داروں کو آئینہ ذرا دکھلانے دو
ہم جورو جفا کے خوگر ہیں بدلیں گے نہ اپنی خوئے وفا
ہم پیار کی شمعیں جلائیں گے نفرت کو زور لگانے دو
ناموس دیں کا تحفظ بھی اس دور میں اک خطا ٹھہری
یہ قاضی شہر کا فتویٰ ہے اس جرم کے ہرجانے دو

❁❁❁❁❁❁❁

کی اولاد بتاتے ہیں (اطلس القرآن صفحہ 98)

واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا پھر ان کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قریش کو منتخب فرمایا پھر قریش میں بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں مجھے منتخب فرمایا"

(محمد رسول اللہ تالیف محمد رضا قاہرہ صفحہ 14)

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید

اللھم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید

❁❁❁❁❁❁❁



محترم ثاقب زیروی صاحب کی علمی، ادبی اور دینی شخصیت

آپ کی شخصیت ادب وصحافت کے ساتھ ساتھ خدا سے محبت اور جماعت سے گہری وابستگی کا مرکب تھی

مکرم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب



زمانہ طالب علمی میں ثاقب زیروی صاحب کے ساتھ غائبانہ تعارف ہفت روز ''لاہور'' کے ذریعہ ہوا تھا۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی لائبریری میں لاہور رسالہ ہر ہفتہ پڑھنے کا موقع مل جاتا تھا۔ اس کے اداریوں اور مضامین کے مطالعہ سے محترم ثاقب صاحب کی بااصول شخصیت اور زورِ قلم سے واقفیت ہوتی گئی جو رفتہ رفتہ ارادتمندی کی شکل اختیار کر گئی۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر ان کی پرسوز اور دلکش آواز میں نظم سننے کا موقع بھی مل جاتا تھا۔

لنڈن میں خاکسار نے ''لاہور'' بذریعہ ہوائی ڈاک منگوانے کا بندوبست کر لیا۔ انہی دنوں الجزائر کی جنگ آزادی سے متعلق ایک نہایت ہی رقت آمیز اور اثر انگیز کتاب کا اردو ترجمہ کر کے محترم ثاقب صاحب ایڈیٹر ہفت روز لاہور کو بھجوا دیا جو انہوں نے ایک عمدہ نوٹ کے ساتھ شائع کر دیا۔ اس طرح سالہا سال کا عرصہ بیرون ملک گزارا اس میں وقتاً فوقتاً ''لاہور'' کے لئے لکھنے کی توفیق ملتی رہی اور اس میں ''لاہور'' کی علمی ادبی خدمت بجالانے کا جذبہ بھی شامل تھا۔

غالباً 1980ء کی بات ہے کہ خاکسار موسم گرما کی تعطیلات کے سلسلہ میں مڈل ایسٹ سے پاکستان آیا اور لاہور میں مقیم رہا محترم ثاقب صاحب سے بالمشافہ ملاقات کے لئے خاکسار اپنے ایک عزیز کے ساتھ ان دنوں بیڈن روڈ پر واقع دفتر ''لاہور'' پہنچا۔ محترم ثاقب صاحب کو اپنا نام بتایا تو بہت تپاک سے ملے۔ اس ملاقات میں ان سے بے شمار باتیں کیں اور سنیں۔ اس کے بعد تو خاکسار جب بھی تعطیلات گرما میں پاکستان آتا۔ ثاقب صاحب سے ملاقات اپنے لاہور کے پروگرام کا ایک ضروری حصہ ہوتی۔ ان ملاقاتوں اور باتوں کے ذریعہ ایک تو محترم ثاقب زیروی صاحب سے بفضلہ تعالیٰ دلی تعلقات بڑھتا چلا گیا۔ اور دوسرے ان کی باکمال شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے خاکسار کو آگاہی ہوتی گئی۔

احمدیت کی تربیت کا اثر

محترم ثاقب صاحب نے ایک ملاقات میں بتایا کہ ان کی شاعرانہ صلاحیت کو احمدیت کی محبت اور خدمت میں لگانے کا باعث ان کی والدہ محترمہ کی نصیحت بنی۔ انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ان کی جوانی کا زمانہ تھا ایک روز ان کی والدہ محترمہ نے فرمایا: کہ تم اپنی شاعرانہ استعداد کو حضرت مسیح موعود کی زندگی کے ایمان افروز واقعات اور تعلیمات کو منظم کرنے میں لگاؤ۔ اس کا نتیجہ ثاقب صاحب کے پراثر منظوم کلام کی صورت میں نکلا جو برصغیر کی تقسیم سے پہلے ''دورِ خسروی'' کے عنوان سے قادیان دار الامان سے شائع ہوا تھا محترم ثاقب صاحب نے بتایا کہ انہوں نے اس مرقع کا نام ''شاہنامہ احمدیت'' رکھا تھا لیکن جب حضرت مصلح موعود کو اس مجموعے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا نام ''دورِ خسروی'' ہونا چاہئے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد ہوئی۔ محترم ثاقب صاحب کی دینی اور نیک تربیت وخصلت کا تذکرہ برصغیر کے معروف اور جید صحافی اور میدان صحافت میں ثاقب صاحب کے استاد عبدالمجید سالک صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

''ثاقب کی تربیت مذہبی ماحول میں ہوئی، اُن کی طبیعت میں شرافت و سعادت، شرم حضوری اور دیانت فکر وعمل کی بنیادیں گہری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں نوجوانی اور جوانی کے دونوں زمانوں میں کبھی نفسی بے راہروی یا فکری آوارگی کا شکار نہیں ہونا پڑا اور وہ ہمیشہ ایک بندھے ٹکے اسلوب زندگی پر کاربند رہے ہیں۔ چنانچہ اُن کی شاعری کو دیکھئے، فکر میں جدت تو ہے ابتذال نہیں، دین اور حمیت دین تو ہے ملائیت نہیں، عشق تو ہے لیکن فسق کا شائبہ تک نہیں، غریبوں کی مصیبتوں پر آنسو ہیں، موجودہ نظام عدم مساوات کے خلاف طیش ہے لیکن کمیونزم نہیں۔ یہی اعتدال کا راستہ اور صراط مستقیم ہے اور مجھے ہرگز اندیشہ نہیں کہ اب ثاقب اپنی ادبی زندگی کے کسی موڑ پر بھی اس صراط مستقیم سے

گمراہ ہوں گے''۔

(ثاقب کا تعارف تحریر عبدالمجید سالک از شہاب ثاقب صفحہ 8 مطبوعہ 1959ء)

محترم ثاقب صاحب بفضلہٖ تعالیٰ شب زندہ دار اور عبادت گزار شخصیت تھے۔ آپ نے 1992-6-19 کو خاکسار کو جو مکتوب لکھا اس کے یہ الفاظ میرے لئے وجد آفرین ہیں

''رات آپ سے خواب میں ملاقات ہوئی تو مَیں نے عرض کیا کہ آپ رکوع وسجود میں تین دفعہ کی بجائے سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ پانچ دفعہ پڑھا کریں۔ نہیں معلوم اس بات کا کیا محل تھا؟ شائد اس لئے کہہ دیا کہ یہ میرا معمول ہے۔''

اسّی کی دہائی میں ایک ملاقات میں محترم ثاقب صاحب نے ہفت روزہ ''لاہور'' کے سلسلہ میں محنت شاقہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ رات کے دس بجے تک کا وقت اپنے گھر میں مختلف احباب کے ساتھ تبادلہ خیال اور گفت وشنید میں گزارتے ہیں کیونکہ باخبر رہنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ فرمایا کہ اس کے بعد ''لاہور'' کے لکھنے کا کام کرتا ہوں جو عموماً فجر تک جاری رہتا ہے۔ اور پھر نماز فجر پڑھ کر سوتا ہوں'' خاکسار ثاقب کی اس قدر محنت اور جفاکشی پر حیران رہ گیا۔ ان کا رات بھر کام کرنے اور نماز فجر ادا کر کے سونے کا واقعہ میں آج کل کے نوجوانوں کا سناتا ہوں تا کہ ان کے اندر بھی نماز کا اہتمام اور ذوق وشوق زندہ رہے۔ کام، کام اور کام کا یہ عالم تھا کہ ایک جگہ خود تحریر کرتے ہیں کہ مجھے گیارہ گھنٹے مسلسل لکھنے کا تجربہ تو ہے۔ اس پر خود انہی کا یہ شعر یاد آ رہا ہے

نئی راہیں نئی دشواریاں ہیں پھر بھی چلنا ہے
جنہیں اکسیر بننا ہے انہیں بھٹی میں جلنا ہے

خواجہ ناظم الدین کا قدردانی کرنا



گورنر جزل خود ناظم الدین جو قائداعظم کے ساتھی نوابزادہ لیاقت علی خان کے بعد پاکستان کے دوسرے وزیراعظم بنے، ثاقب صاحب سے بہت التفات سے پیش آتے تھے۔ لاہور میں ایک محفل مشاعرہ منعقد ہوئی۔ جس میں خواجہ ناظم الدین مار مہمان خصوصی تھے۔



غزل

عطاء المجیب راشدؔ

خُلوص دل سے جو خالی ہو دوستی کیا ہے
دلوں کو نور نہ بخشے وہ روشنی کیا ہے
ہجوم یاس میں اِک وہی سہارا ہے
اگر وہ تھام لے مجھ کو تو پھر کمی کیا ہے
سجی ہوئی ہے یہ کائنات جس کے طفیل
دلوں میں وہ نہیں بستا تو زندگی کیا ہے
نصیب جس کو ہو غلامی ہو شاہِ بطحاؐ کی
نظر میں اُس کی بھلا تاج و سروری کیا ہے
خوشا نصیب جنہیں مل گیا وصال حبیب
وہی سکھاتے ہیں دنیا کو عاشقی کیا ہے
خدا کی راہ میں مر کر جو ہوگئے زندہ
انہیں کے دم سے کھلے راز سرمدی کیا ہے
لہُو کے قطروں سے بنتی ہے آبشارِ حیات
ہر ایک شہید بتاتا ہے بندگی کیا ہے
یہ حسنِ ذوق مرے دوستوں کا ہے راشدؔ
''وگرنہ شعر مرا کیا ہے شاعری کیا ہے''

ثاقب صاحب نے اس موقعہ پر اپنی نظم ''میرا جواب'' جو انہوں نے ایک شاعر دوست کے جامِ مئے پیش کرنے کے جواب میں کہی تھی اپنے منفرد اور پُردرد ترنم میں پڑھی۔ خواجہ صاحب اس نظم سے بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے ثاقب صاحب سے فرمائش کر کے تین بار نظم اسی مشاعرہ میں سنی۔ اس نظم کا ایک بند ملاحظہ کیجئے۔

یہ رنگ چھوڑ چھاڑ کر، یہ جام توڑ تاڑ کر
یہ نقش سب بگاڑ کر، یہ میکدے اجاڑ کر
نئی زمیں بناؤں گا، نیا جہاں بساؤں گا

ثاقب صاحب نے فرمایا

''خواجہ صاحب مجھ پر بہت مہربان تھے۔ میں جب بھی کراچی میں جاتا خواجہ صاحب کا ارشاد ہوتا کہ میں ان کے ہاں قیام کروں۔ ایک دفعہ خواجہ صاحب نے ڈھاکہ میں عظیم الشان مشاعرہ کا اہتمام کیا جس میں مجھے اپنے مہمان کے طور پر بلایا۔ بعدازاں گرانقدر مشاہرہ پیش کیا۔ پھر میری چند چیزیں خریدنے کی خواہش پر اپنا ایک آدمی ساتھ بھیجا جسے ہدایت دی کہ جو چیز مَیں خریدوں بالکل وہی چیز اُن کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کے لئے بھی خریدی جائے۔ جب مَیں نے واپس آ کر یہ چیزیں حضورؓ کی خدمت میں پیش کیں تو حضورؓ نے حیرت سے فرمایا: ''میری تو خواجہ صاحب سے ایسی کوئی واقفیت نہیں''۔ مَیں نے عرض کیا: ''خواجہ صاحب کو تو آپ سے واقفیت ہے!''۔

دینی غیرت وجرأت

جنرل ضیاء الحق کا دور کس قدر بھیانک اور ظاہرداری پر مبنی تھا یہ بات ملک کے انصاف پسند باخبر حلقے خوب جانتے ہیں۔ اس سلسلہ میں نمونۃً انگریزی اخبار ''دی نیوز'' میں صاحب علم وقلم طلعت حسین کے مضمون کا ایک حصہ درج کرتے ہیں۔

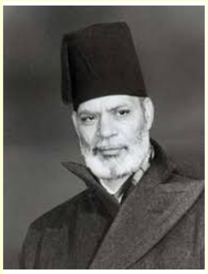
''درحقیقت ضیاء کا سارا دور حکومت مذہب کو سیاسی مقاصد کے لئے ہنگامہ خیز اور شرمناک طور پر استعمال کرنے کا دور تھا۔ اس نے اتنی سیاسی زیادتیاں کی ہیں کہ کسی اور ملک میں جہاں سیاست میں مذہب کے مقام کی نسبت ہمارے ہاں کے مقابل پر کم ابہام (Confusion) ہوتا اور جہاں قانون بکاؤ مال نہ ہوتا وہاں وہ اس کا جھتہ ساری عمر جیل میں بندھے رہتے تب بھی ایسے جرم کا کفارہ نہ کر پاتے۔ اسلامی عدل کی منطق کو سر کے بل اوندھا کر دیا گیا۔ غریب مصیبت میں گرفتار ہوئے اور چور خوب پھلے پھولے یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہوا۔''

(روزنامہ دی ڈان 4 جنوری 1988ء صفحہ 7)

ہاں تو ثاقب صاحب نے 1984ء کی ایک ملاقات پر بتایا (جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان تھے) ''پچھلے دنوں ایوان صدر میں بعض شعراء کی لسٹ تیار کی گئی جنہیں صدر صاحب نے ان کے امتیازی کام اور مقام کی وجہ سے تمغوں اور مراعات سے نوزنا تھا۔ ان کے سیکریٹری نے مجھے پیغام بھیجا کہ آپ کا نام بھی اس لسٹ میں شامل ہے۔ آپ ضرور شمولیت اختیار کریں۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر سیکریٹری صاحب نے زور دے کر کہا کہ آپ کا نام لسٹ میں چھٹے نمبر پر ہے جو کہ امتیازی بات ہے لیکن میں نے پھر جواب دیا کہ مجھے اس تقریب میں آنے کی ضرورت نہیں۔''

ایک واقعہ یہ بھی سنایا کہ ''مجھے ضیاء الحق نے تین بار دعوت دی کہ میرے پاس آؤ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے جواب بھجوایا کہ میں جماعت کا کوئی عہدیدار یا نمائندہ نہیں ہوں۔ اس لئے میرے ساتھ کوئی مصلح آمیز نہیں ہو سکتی۔ باقی رہی جماعت تو وہ کبھی تمہارے در پر نہیں آئے گی۔''

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان کی شفقت



حضرت چوہدری صاحب سے محترم ثاقب صاحب کو اور حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو ثاقت صاحب سے دلی انس تھا۔ ایک ملاقات پر حضرت چوہدری صاحب کے ذکر پر ثاقب صاحب نے کہا ''وہ شخص روحانیت میں اعلیٰ مرتبہ رکھتا ہے۔ ہم تو ان سے استفادہ کرتے ہیں۔''

حضرت چوہدری صاحب کی شدید علالت کے دنوں میں ایک موقع پر ثاقب صاحب نے بتایا ''میں ان چند لوگوں میں سے ہوں جن کے متعلق چوہدری صاحب فرماتے ہیں کہ کہ ملاقات وعیادت کے لئے آپ کے آنے کی وجہ سے میری بیماری کم ہو جاتی ہے۔'' محترم حمید اللہ ظفر صاحب نے ثاقب زیروی صاحب سے متعلق اپنے مضمون مطبوعہ الفضل 2 مئی 2002ء) میں وہ واقعہ کافی حد تک تفصیل سے تحریر کر دیا ہے جو ذوالفقار علی بھٹو کے ظالمانہ حکم پر پولیس کی جانب سے محترم ثاقب صاحب اور جناب م،ش، کے ساتھ پیش آیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے دونوں دوستوں کی باقاعدہ گرفتاری کی کی نوبت ٹل گئی۔ اس واقعہ کا اگلا حصہ بھی ہے اور یہ سارا واقعہ محترم ثاقب صاحب نے خاکسار کو سنایا تھا۔ ثاقب صاحب اور م،ش صاحب گرفتاری کے آرڈر اور گرفتاتی کے واقعہ کا باعث ثاقب صاحب کے مرتب کردہ ''روزنامچہ'' کی لاہور

میں قسط وار اشاعت بنا۔ یہ حقائق اور اعداد و شمار بھٹو کا ہضم نہ ہو سکے۔ اگلا حصہ یہ ہے کہ جب متعلقہ SHO نے محترم ثاقب صاحب اور جناب م۔ش صاحب کو بتایا کہ اسے فون پر ہدایت ملی ہے کہ دونوں صاحبوں کو گرفتار نہ کیا جائے تو ثاقب صاحب واپس اپنے دفتر لوٹ گئے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی ہدایت پر کار ڈرائیور کئی مرتبہ دفتر کا چکر لگا گیا ہے۔ ثاقب صاحب نے کہا کہ ''دفتر میں بیٹھے مجھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ وہ ڈرائیور پھر آ گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ الحمد للہ گرفتاری نہیں ہوئی بعد میں ڈرائیور نے پیغام دیا کہ حضرت چوہدری صاحب نے آپ کو پیغام بھیجا ہے کہ رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں اور یہ کہ وہ ڈرائیور خود ان کو لینے کے لئے شام کے وقت پہنچ جائے گا۔'' ثاقب صاحب کہنے لگے جب میں کار ڈرائیور کے ساتھ شام کو حضرت چوہدری صاحب کی کوٹھی پر پہنچا تو میں حیران رہ گیا کہ حضرت چوہدری صاحب بالکل خلاف معمول کمرے سے باہر سخت بے چینی کی حالت میں ٹہل رہے تھے مجھے دیکھتے ہی گلے لگا کہ میں رات بھر سو نہیں سکا اور اللہ تعالیٰ کے حضور التجائیں کرتا رہا کہ الٰہی ثاقب نے صرف یہی تو کیا تھا کہ جو مظالم تیری جماعت کے لوگوں پر ہوئے ہیں۔ ان کو بیان کر دیا۔'' ثاقب صاحب کہنے لگے۔''جب میں نے چوہدری صاحب کے چہرہ پر نگاہ ڈالی تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔''

روزنامچہ کیا تھا۔؟

اب روزنامچہ کی کچھ تفصیل سنئے۔ ثاقب صاحب نے بتایا کہ'1974ء میں بھٹو حکومت کے طول عرض میں احمدیوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ قیمتی املاک جلائی گئیں اور بہت سے بے گناہ احمدیوں کو گرفتار کر لیا گیا اور جھوٹے مقدمات میں ملوث کیا گیا۔ ایسے جھوٹے مقدمات کی FIR کی کاپیاں حاصل کر کے ریکارڈ تیار ہوتا گیا۔ ثاقب صاحب فرمانے لگے۔'' میں نے اس سارے ریکارڈ کو بغور پڑھا اور کھنگال کر بے شمار خونچکاں اور بے رحم واقعات کی تفصیلات معلوم کیں جس سے دل و دماغ پر بہت بوجھ پڑا۔ آخر میں نے ان سب دلدوز واقعات کو تاریخ وار ترتیب دینے کا فیصلہ کیا۔ اور بڑی محنت اور چھان پھٹک سے یہ کام مکمل کر ڈالا۔ اور کئی قسطیں تیار کر لیں۔

محترم ثاقب نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا''لاہور'' کے لئے قسطوں کی تیاری کے بعد میں نے سوچنا شروع کیا کہ عنوان کیا دیا جائے۔ بہت سوچنے کے بعد میں فیصلہ کیا کہ اب بقیہ رات آرام میں گزاری جائے۔ عنوان کے متعلق پھر سوچیں گے۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تشریف لائے ہیں اور دریافت فرماتے ہیں'' کیا وہ روزنامچہ مکمل ہو گیا؟'' ثاقب صاحب کہنے لگے کہ میں بیدار ہوا تو اس مبارک شخصیت سے عنوان مل چکا تھا۔ سو میں نے ''روزنامچہ'' کے عنوان سے وہ قسطیں لاہور میں شائع کرنی شروع کر دیں۔

جمالی خاندان کی دلی وابستگی

جمالی خاندان کے بزرگ اور قائداعظم کے معتمد ساتھی میر جعفر خان جمالی کے ساتھ ملاقات اور پھر مثالی اور دلی تعلقات کی پہلی وجہ ثاقب زیروی صاحب کے اثر انگیز آواز اور دل آویز شاعری ہی تھی۔ محترم ثاقب زیروی نے ایک ملاقات میں یہ داستان بھی تفصیل سے سنائی۔ فرمانے لگے۔'' دراصل جمالی خاندان کے دو نوجوان لاہور کے ایف ایس سی کالج (غالباً اسی ادارہ کا نام ہے) کے طالب علم تھے۔ وہ میرے کلام کو بہت پسند کرتے تھے اور میرے ہاں آ کر شوق سے سنتے تھے۔ ایک بار موسم گرما کی تعطیلات کے موقع پر کہنے لگے کہ ہمارے ہاں ہر سال ایک بہت بڑی تقریب ہوئی ہے۔ آپ بھی بلوچستان ہمارے ہاں آئیں۔ اس تقریب میں شامل ہوں۔ میں نے حامی بھر لی۔''

پھر خاندان کے رئیس جعفر خان جمالی کے ساتھ ثاقب صاحب کا اخوت اور بھائی چارے کا رشتہ کیسے قائم ہوا۔ اس سلسلہ میں ثاقب صاحب نے بتایا'' میرے سائیں (ثاقب صاحب میر جعفر خان جمالی کو فرط اکرام و محبت سے میرے سائیں کہہ کر بلاتے تھے) کی وفات تک سالوں پر پھیلی ہوئی رفاقت کے دوران مجھے ایک واقعہ بھی ایسا یاد نہیں آتا کہ ان کے س اتھ دلی تعلقات میں کبھی کھچاؤ پیدا ہوا ہو۔''

ہم سے دیوانے کہیں کہ ترک وفا کرتے ہیں
جان جائے کہ رہے بات نباہ کرتے ہیں

میر جعفر جمالی کا جو مندرجہ بالہ سطور میں ذکر کیا ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس عظیم السان کے فرزندوں کا ذکر کیا جائے۔ جنہوں نے اپنے با اصول باپ کی نجابت اور شرافت سے خوب حصہ لیا ہے۔ محترم ثاقب زیروی نے اس سلسلہ میں بیان کیا کہ "یہ خاندان قدیمی مسلم لیگی تھا۔ بھٹو کی پیپلز پارٹی کی کامیابی کے بعد میرے سپرد یہ کام ہوا کہ میں جمالی برادران (میرے سائیں کے صاحبزادوں) کو پیپلز پارٹی میں شامل ہونے پر آمادہ کروں۔ چنانچہ یہ لوگ پیپلز پارٹی میں شامل ہونے پر آمادہ کروں۔ چنانچہ یہ لوگ پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے اور ذوالفقار علی بھٹو نے میر سائیں کے بیٹے تاج محمد جمالی کو اپنی کابینہ میں شامل کر لیا۔

یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب تاج محمد جمالی بھٹو صاحب کے کابینہ میں شامل تھے۔ جب بھٹو صاحب (1974ء میں) جماعت احمدیہ کے خلاف ہو گئے تھے۔ محترم ثاقب صاحب نے بتایا لاہور میں ایک شادی کی تقریب کے موقع پر مرکزی وزیر تاج محمد جمالی مجھے ملنے آئے۔ بعد میں اس ملاقات کی وجہ بھٹو صاحب اس سے ناراض ہوئے کہ ثاقب کو کیوں ملے ہو اس شیر دل سپوت نے بھٹو کو جواب دیا کہ "میں اس بات سے رک نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ بات تو ہمارے والد (میر جعفر خان جمالی صاحب) کے وصیت نامے میں درج ہے کہ ثاقب میرے بھائی ہے اور وہ خاندان کے اہم معاملات میں فیصلہ کرنے کا مجاز ہوگا۔ آپ کی کابینہ میں مجھے لانے والے یہی لوگ تو ہیں ورنہ میں آپ کی پارٹی اور کابینہ میں کیوں شامل ہوا۔

اس راز سے واقف نہیں نفرت کے پجاری
دنیا میں ہے اک چیز محبت کی زباں بھی

خلفائے احمدیت سے فدائیت کا تعلق

محترم ثاقب زیروی صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فدائی احمدی اور خلافت کے سچے پرستار تھے۔ یہ ان کی نیت کا اخلاص اور خوش بختی تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع بھی آپ سے بہت شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ثاقب صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ حضور نے دفتری عملہ کو ہدایت کی ہوئی تھی کہ ثاقب مزدور پیشہ مصروف آدمی ہے۔ (یک رکنی صحافت کا علمبردار) یہ جونہی ملاقات کے لئے اطلاع کر دیا کرو۔



پھر برسا برس تک جماعت کے جلسہ سالانہ کی سٹیج پر ثاقب زیروی صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا منظوم کلام دلنشین کلام اپنے دلپذیر ترنم میں پڑھنے کا موقع ملا۔ حضرت مصلح موعود کی وفات پر ثاقب صاحب نے جو قطعہ رقم کیا اس کو پڑھ کر آج بھی آنکھوں سے آنسو جھلکنے لگتے ہیں

ہونٹوں پہ آہ سرد جبینوں پہ غم کی دھول
آنکھوں میں سیل اشک چھپائے ہوئے چلا
دن ڈھل گیا تو درد نصیبوں کا قافلہ
کاندھوں پہ آفتاب اٹھائے ہوئے چلا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ساتھ ثاقب صاحب کو گہرا اور قدیمی تعلق تھا۔ فرمانے لگے کہ "جب حضرت مصلح موعود کی محبت میں اپنی وہ نظم کہی جس کا پہلا شعر یہ ہے

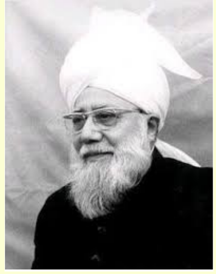
ساغر بادہ عرفان پلا دے ساقی
میرے سوئی ہوئی تقدیر جگا دے ساقی

تو میں نے اس زمانے میں ہماری جماعت میں اس نظم میں بطور استعارہ ہونے والے مختلف شاعرانہ الفاظ کا کوئی خاص رواج نہیں تھا۔ اس نظم کو حضرت مصلح موعود کی موجودگی میں سٹیج پر پیش کرنے کا موقع مجھے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے عنایت کیا تھا۔

اس عقیدت پھر نظم کا آخری شعر یہ ہے

اپنے ثاقبؔ کو جو احساس کی دولت بخشی
تجھ کو اس لطف کی اللہ جزا دے ساقی

جناب ثاقب زیروی صاحب نے ایک دفعہ یہ واقعہ سنایا "میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں شیروانی کا ایک کپڑا بطور تحفہ پیش کیا۔ بعد میں



حضور نے فرمایا میں آج کلا دبیز اور بھاری کپڑے کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا آپ سے دریافت کرنا ضروری ہے کہ اگر آپ رضامند ہوا تو میں یہ قیمتی کپڑا کسی عزیز کو تحفۃً دے دوں'' ثاقب صاحب نے عرض کیا حضور ضرور دے دیں اس طرح تحفہ آگے دینے کے مسئلہ سے بھی آگاہی ہوگئی۔''

جون 1982ء وہ اندوہ ناک مہینہ ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا وصال ہوا۔ ثاقب صاحب سے ملاقات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی وفات کا ذکر ہوا تو ثاقب صاحب کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔ وہ اپنے سفید رومال سے آنکھیں ملتے ہوئے کرب سے کہنے لگے۔ ''مجھے تو ابھی تک سکون کی کوئی صورت نظر نہیں آتی''۔ میں نے عرض کیا حضور آپ سے سلوک بھی تو خاص تھا'' کہنے لگے میرے ساتھ حضور کا نہایت ہی دیرینہ خاص سلوک تھا۔ نہایت ہی پیار کرنے والا وجود تھا۔''

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا ذکر ہوا تو ثاقب صاحب کہنے لگے ان کی صحت اچھی نہیں، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی وفات کا ان پر بہت اثر ہوا ہے۔ چوہدری صاحب کے ذکر پر مزید فرمانے لگے ''وہ شخص کمال کا کام کرنے والا ہے 90 سال کی عمر ہے۔ اب بھی ہر روز چھ گھنٹے کام کرتے ہیں۔ ایک وقت کھانا کھاتے ہیں۔ آج کل حضرت مسیح موعود کی کتب کا ترجمہ کر رہے ہیں۔''

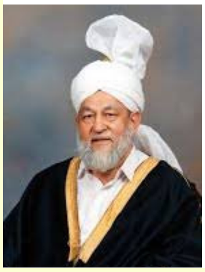
محترم ثاقب صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی غمناک یاد میں کئی نظمیں بھی لکھیں۔ ایک دل میں اترنے والا خوبصورت شعر

ثاقب یہ کرم بھی کیا کم ہے ناصر جو لیا طاہر بخشا
ورنہ دیوانے مر جاتے سر ٹکرا کر دیواروں سے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا جانفزا خط

1985ء میں خاکسار مڈل ایسٹ سے مستقل طور پر وطن واپس لوٹ آیا اور کچھ عرصہ بعد ثاقب صاحب سے ملاقات کے لئے ان کے دفتر حاضر ہوا۔

لاہور رسالہ پر مقدموں کا ذکر چلا تو فرمانے لگے ''رسالہ زبردستی نکالے جا رہا ہوں۔ حکومت مدت سے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ میں پچھلے دنوں بہت پریشان تھا۔ ایک دن گھر پہنچا تو پتہ چلا کہ حضور کا خط آیا ہے۔ میں نے پڑھ کر بہت تقویت اور حوصلہ محسوس کیا اور گھر میں ذکر کیا کہ آج اس خط کی بڑی ضرورت تھی''۔ یہ کہہ کر محترم ثاقب صاحب نے اپنے ذاتی کاغذات میں سے حضور انور کا وہ خط دکھایا۔ حضور نے خط کے شروع میں تحریر فرمایا تھا



''پیارے بھائی ثاقب صاحب'' یہ مبارک خط شفقت اور دعا بھرے الفاظ پر مشتمل تھا۔ پڑھ کر وجد آ گیا۔۔

اٹھی ہے کچھ اس ڈھنگ سے وہ چشم کرم آج
میخوار بھی سیراب ہوئے تشنہ دہاں بھی

ہفت روز ''لاہور''

محترم ثاقب صاحب نے اپنے رسالہ پر شروع سے ہی اس قدر محنت کی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ شروع کے سالوں میں ہفت روزہ ''لاہور'' اپنے حجم کے لحاظ سے آج کل کے لاہور کی نسبت کافی ضخیم تھا۔ لاہور کے ایک ابتدائی کاتب منشی لال دین کو بہت یاد کرتے تھے۔ ان دونوں نے ''لاہور'' کی تیاری اور لکھائی پر بے حد وحساب محنت کی ہے اور لاہور ثاقب صاحب کے لئے ایک متاع عزیز تھی۔ وہ اسے ایک مشن تصور کرتے تھے۔ جولائی 1985ء کی ملاقات میں کہنے لگے ''لاہور پر کئی مقدمات ہیں۔ 27 جولائی کو مقدمہ کی پیشی ہے۔ دعا کریں۔ پھر کہا ''اب مجھے لکھنے کا اتنا شوق نہیں، بہت لکھا ہے لیکن کچھ اصول اور وضعداری بھی ہوتی ہے ''لاہور'' کا ایک خاص حلقہ ہے۔ ان لوگوں کو پسند اور خواہش کا احترام بھی لازم ہے۔''

میں نے کئی ملاقاتوں میں چائے کی پیالی اور نمک پارے ہی ان کا لنچ دیکھا اور اس میں شرکت کا لطف اٹھایا۔ لاہور کے لئے کام کی لگن میں ان کو پورے لنچ کی بھی فکر نہیں ہوتی تھی۔ اپنی وفات (13 جنوری 2002ء) سے کچھ عرصہ پہلے ایک ملاقات کے دوران کہنے لگے بیک وقت ''لاہور'' کے تین شماروں پر کام ہو رہا ہوتا ہے۔ ایک پریس میں جانے کیلئے تیار ہوتا ہے۔ دوسرا کمپوزنگ

کے عمل سے گزر رہا ہوتا ہے اور تیسرا اگھر پر مسودہ کی صورت میں تیار ہوتا ہے۔''

لاہور کا ایک یادگار اداریہ

یوں تو "لاہور'' کے ادارے ہمیشہ بڑے جاندار بلکہ زوردار ہوتے تھے لیکن اس وقت مجھے ایک خاص اداریہ یاد آرہا ہے۔ یہ کوئی 1964ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ نئے سال کے پہلے شمارے میں ثاقب صاحب نے ایک غیر معمولی اداریہ لاہور نئے سال کی دہلیز پر تحریر کیا۔ یہ بار بار پڑھنے کے لائق تھا۔ اس میں انہوں نے صاف ستھری اور بااصول صحافت کی مشکلات کا ذکر کیا اور لاہور کو پیش آنے والے مسائل کا ذکر کیا اور لاہور'' کو پیش آنے والے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے ادارے کے آخری حصہ میں لکھا کہ ''ہمارے ارادے میں کوئی جھول نہیں۔''

یہ اداریہ اتنا حقیقت افروز اور اثر انگیز تھا کہ ان دنوں مجید نظامی صاحب نے ایک خوبصورت نوٹ کے ساتھ اسے من وعن نوائے وقت میں شائع کیا۔ اس نوٹ میں انہوں نے ثاقب صاحب کو درویش صفت صحافی قرار دیا تھا خاکسار نے یہ بات ایک بار ثاقب صاحب کو ایک خط میں لکھ دی تھی۔ اور یہ خط انہوں نے لاہور میں شائع کر دیا تھا۔

"لاہور، علمی اور ادبی لحاظ سے ہمیشہ بلند پایہ ہفت روزہ رہا ہے محترم کی وفات پر ان کے ایک دیرینہ اور مخلص دوست اور نوائے وقت میں لکھنے والے معروف صحافی جناب محمد شریف فاروق کا ایک مضمون بعنوان'' ثاقب زیروی کی یاد میں'' نوائے وقت مورخہ 18 مارچ 2002ء میں شائع ہوا ہے۔ اس میں ثاقب صاحب کے ہفت روز لاہور کے متعلق لکھتے ہیں۔

''جب بھی موقع میں لاہور'' کا حق ادا کرتا۔ اس کا علمی ادبی معیار نہایت بلند تھا بالخصوص اس کے عربی تراجم اور مسلمان خلفاء سلاطین شخصیات اور عربی ادبیات اور مزاحیہ کالم اور بعض اوقات اساتذہ کے کلام کا انتخاب قابل داد ہوتا........................میں نے فیصلہ کیا کہ اس کا باقاعدہ مطالعہ ہونا چاہئے۔ لاہور میں مال روڈ پر'' کلاسیک'' کے ہاں میں نے ''لاہور'' کی خریداری کا مستقل آرڈر دے دیا کہ لاہور کے پرچے جمع کرتے جایا کریں۔ میں جب بھی لاہور آیا کروں گا تمام جمع شدہ رسالے حاصل کرلوں گا۔ چنانچہ سالہا سال تک ایسا ہی ہوتا رہا۔۔۔ کوئی نصف صدی کا تعلق 13 جنوری کو ان کی وفات سے اپنے اختتام کو پہنچا اگر مجھے'' لاہور نہ ملتا تو ثاقب صاحب کی وفات کی خبر بڑی تاخیر سے ملتی۔''

(نوائے وقت مورخہ 18 مارچ 2002ء صفحہ 7)

ثاقب صاحب کی سحر انگیز آواز اور شاعری

جناب محمد شریف فاروق اپنے متذکرہ مضمون کے پہلے کالم میں ثاقب صاحب کی حیرت انگیز زاٹھان کے متعلق لکھتے ہیں

''ان کا پہلا عوامی تعارف قیام پاکستان کے بعد انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ سے ہوا۔ اس کی صدارت گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین نے کی۔ یہ دَور بھارت سے ہزاروں لاکھوں لٹے پٹے اور کٹے پھٹے مہاجرین کی بے محابا آمد کا تھا۔ ان میں غالب اکثریت ان لوگوں کی تھی جو بری طرح تباہ حال تھے۔ ثاقب زیروی نے چھوٹی بحر میں ایک دل ہلا دینے والی نظم پڑھی۔ ثاقب مرحوم کی سحر انگیز آواز اور ترنم نے پورے مجمع کو مسحور کر کے رکھ دیا۔ پورا مجمع گوش برآواز اور ان کی آواز کی جادوگری کا شکار تھا...... ایک گوشہ نشین شاعر ثاقب زیروی نے منظر عام پر آکر قیامت بپا کردی...... اگلے روز پورے لاہور میں ثاقب کی نظم کا طوطی بول رہا تھا۔ تمام لاہور میں دھوم مچ گئی۔ دھوم مچنے کا مطلب تمام پاکستان گوش برآواز ہوگیا۔ یہ نظم اضطراب انگیز دَور کی سچی عکاس تھی۔''

خدائے قدوس وبرتر ثاقب باصدا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنت میں دائمی راحت عطا فرمائے آمین۔ انہوں نے اپنے دل میں جو محنت عمل اور اعلیٰ اقدار کی جوت جگائی تھی اسے آخر دم تک جگائے اور جلائے رکھا۔ وہ زندگی کے آخری دن تک'' لاہور'' کے پچاس سالہ جاذب دل نظر'' انتخاب نمبر'' کی تیاری میں مصروف رہے۔ انہوں نے جو پیغام عام دوسروں کو دیا تھا۔ اسے خود بھی نباہ کر دکھا یا دیا

ٹھوکریں کھا کر بہر گام سنبھلتے رہنا
دوستو! تم کو قسم ہے یونہی چلتے رہنا

(بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 17 جولائی 2002ء صفحہ 3)

رشتوں میں محبت کیسے پیدا کریں؟

(ادارہ)

اس کیلئے چالیس تیر بہدف نسخے ہیں.آیئے پڑھتے ہیں.

1.ایک دوسرے کو سلام کریں۔(مسلم:54

2.ان سے ملاقات کرنے جائیں۔(مسلم:2567)

3.ان کے پاس بیٹھنے اٹھنے کا معمول بنائیں۔۔(لقمان:15)

4.ان سے بات چیت کریں۔(مسلم:2560)

5.ان کے ساتھ لطف ومہربانی سے پیش آئیں۔(سنن ترمذی:1924،)

6.ایک دوسرے کو ہدیہ وتحفہ دیا کریں۔(صحیح الجامع:3004)

7.اگر وہ دعوت دیں تو قبول کریں۔(مسلم:2162)

8.اگر وہ مہمان بن کر آئیں تو ان کی ضیافت کریں۔(ترمذی:2485،)

9.انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔(مسلم:2733)

10. بڑے ہوں تو ان کی عزت کریں ۔(سنن ابو داؤد: 4943،سنن ترمذی:1920،صحیح)

11. چھوٹے ہوں تو ان پر شفقت کریں۔(سنن ابو داؤد: 4943،سنن ترمذی:1920،صحیح)

12.ان کی خوشی وغم میں شریک ہوں۔(صحیح بخاری:6951)

13.اگر ان کو کسی بات میں اعانت درکار ہو تو اس کام میں ان کی مدد کریں ۔(صحیح بخاری:6951)

14.ایک دوسرے کے خیر خواہ بنیں۔(صحیح مسلم:55)

15.اگر وہ نصیحت طلب کریں تو انہیں نصیحت کریں۔(صحیح مسلم:2162)

16.ایک دوسرے سے مشورہ کریں۔(آل عمران:159)

17.ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں۔(الحجرات:12)

18.ایک دوسرے پر طعن نہ کریں۔(الھمزہ:1)

19.پیٹھ پیچھے برائیاں نہ کریں۔(الھمزہ:1)

20.چغلی نہ کریں۔(صحیح مسلم:105)

21.آڑے نام نہ رکھیں۔(الحجرات:11)

22.عیب نہ نکالیں۔(سنن ابوداؤد:4875،صحیح)

23.ایک دوسرے کی تکلیفوں کو دور کریں۔(سنن ابوداؤد:4946،صحیح)

24.ایک دوسرے پر رحم کھائیں۔(سنن ترمذی:1924،صحیح)

25.دوسروں کو تکلیف دے کر مزے نہ اٹھائیں۔(سورہ مطففین)

26.ناجائز مسابقت نہ کریں۔مسابقت کر کے کسی کو گرانا بری عادت ہے۔ اس سے ناشکری یا تحقیر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔(صحیح مسلم:2963)

27.نیکیوں میں سبقت اور تنافس جائز ہے جبکہ اس کی آڑ میں تکبر، ریا کاری اور تحقیر کارفرما ہو۔(المطففین:26)

28.طمع، لالچ اور حرص سے بچیں۔(التکاثر:1)

29ایثار وقربانی کا جذبہ رکھیں۔(الحشر:9)

30.اپنے سے زیادہ آگے والے کا خیال رکھیں۔(الحشر:9)

31.مذاق میں بھی کسی کو تکلیف نہ دیں۔(الحجرات:11)

32.نفع بخش بننے کی کوشش کریں۔(صحیح الجامع:3289،حسن)

33.احترام سے بات کریں۔بات کرتے وقت سخت لہجے سے بچیں۔(آل عمران:159)

34.غائبانہ اچھا ذکر کریں۔(ترمذی:2737،صحیح)

35.غصہ کو قابو میں رکھیں۔(صحیح بخاری:6116)

36.انتقام لینے کی عادت سے بچیں۔(صحیح بخاری:6853)

37. کسی کو حقیر نہ سمجھیں۔(صحیح مسلم:91)

38. اللہ کے بعد ایک دوسرے کا بھی شکر ادا کریں ۔(سنن ابو داؤد: 4811،صحیح)

39.اگر بیمار ہوں تو عیادت کو جائیں۔(ترمذی:969،صحیح)

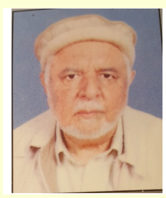
40. اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو جنازے میں شرکت کریں ۔(مسلم: 2162)

غزل

(آدم چغتائی)



جیسے ہو سحر خاصہ تیری تحریر کا
وجد آور ہے بیاں ہر پہلوئے تقریر کا
کوئے بلبل میں رچا ہے نغمہ تیرے نام کا
کس کو سودائے دل مضطر ملا دلگیر کا
تن سے گزرا من سے گزرا سوز دل میں گم ہوا
دیکھئے دلکش ہے کتنا درد تیرے تیر کا
رنگ میں رنگا کیا ہے کب سے دیوانہ ترا
کیا کرے گا لے کے رنگ وہ واعظ بے پیر کا
مشکلات دہر میں تیری عطا سے بچ گئے
اب کہاں جذبہ عدو میں ذات کی تسخیر کا
جانب منزل رواں ہے آشتی کا کارواں
اور ہمت آفریں ہے ہر قدم شبیر کا تُونے ہی
انمول کر ڈالا ہے آدمؔ کا سخن
ورنہ اس میں حوصلہ کب تھا کسی تحریر کا



سید طالع احمد شہید

خواجہ عبدالمومن

اے شہید دین احمد تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام
پیارے طالع یاد رکھیں گے تمہیں ہم سب مدام
ارض غانا تیرے خوں سے جگمگائے گی سدا
تیرا خوں ضائع نہ ہو گا اے مسیحا کے غلام



غزل

ثاقب زیروی

شورشِ زہد بپا ہے میں کہاں آنکلا
ہر طرف مکر و ریا ہے میں کہاں آنکلا
نہ محبت میں حلاوت نہ عداوت میں خلوص
نہ تو ظلمت نہ ضیا ہے میں کہاں آنکلا
چشم خود بیں میں نہاں حرص زر و گوہر کی
کذب کے لب پہ دُعا ہے میں کہاں آنکلا
راستی لحظہ بہ لحظہ ہے رواں ہے سوئے دروغ
صدق پابند جفا ہے میں کہاں آنکلا
دن دہاڑے ہی دوکانوں پہ خدا بِکتا ہے
نہ حجاب آور نہ حیا ہے میں کہاں آنکلا
یاں لیا جاتا ہے بالجبر عقیدت کا خراج
کیسی بے درد فضا ہے میں کہاں آنکلا
خنداں زن سفلگی ہے اسکی ہر سلوٹ میں
یہ جو سر سبز قبا ہے میں کہاں آنکلا
دلنوازی کی ہواؤں کے پھریروں کے تلے
جانے کیا رینگ رہا ہے میں کہاں آنکلا
عجز سے کِھلتی سمٹتی ہوئی باچھوں پہ نہ جا
ان کے سینوں میں دغا ہے میں کہاں آنکلا
یہ ہے مجبور مریدوں کی ارادت کا خمار
یہ جو آنکھوں میں جلا ہے میں کہاں آنکلا
قلب مومن پہ سیاہی کی تہیں اتنی دبیز
ناطقہ سہم گیا ہے میں کہاں آنکلا
الغرض یہ وہ تماشا ہے جہاں خوف خدا
چوکڑی بھول گیا ہے میں کہاں آنکلا



رُوح کے متعلق نظریہ اسلام

عاصی صحرائی

روح کے متعلق سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا کون ہے۔اور دراصل اسی سوال کا جواب روح کی زندگی اور اس کی قوتوں کا فیصلہ کر دے گا۔کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اس کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں۔اور یہ خود بخود پیدا ہوئی اور اپنے آپ زندہ ہے۔تو پھر یہ مان لینا بھی قرین قیاس ہے کہ اس کے اندر بے پناہ قوتیں ہیں۔وہ جو چاہے کر سکتی ہے اور جب چاہے بڑے سے بڑا کام انجام دے سکتی ہے۔لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس کی پیدائش کسی اور ہستی کے حکم سے ہے اور اس کی زندگی اور موت اور عملی قوتوں کا اختیار کسی بالا ہستی کے قبضہ اقتدار میں ہے تو لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ روح کی طاقتیں محدود ہیں۔اور اس کی زندگی موت کا فیصلہ اس کے اپنے ہاتھ میں نہیں۔جب آنحضرت ﷺ سے اس بارہ میں استفسار کیا گیا تو خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں جواب دیا

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ اَمْرِ رَبِّيْ

(سورۃ اسرائیل آیت 86)

یعنی اے رسول لوگ تجھ سے روح کے بارہ میں سوال کرتے ہیں تو ان سے کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے (پیدا ہوئی ہے)

قرآن کریم کے اس جواب نے روح کو ایک مخلوق اور پابند چیز کا درجہ دے دیا ہے۔کیونکہ اس کی زندگی عمل کی حدود متعین کرنے والی ہستی موجود ہے۔لہذا سب سے پہلا اختلاف جو اسلام دوسرے نظریات سے روح کے بارہ میں رکھتا ہے وہ اس کی پیدائش کا ہے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوگا کہ روح کی پیدائش کس طرح ہوئی تو اس کا جواب قرآن کریم نے اس آیت میں دیا ہے۔(سورۃ المومنون آیت 13 تا 15) یعنی ہم نے انسان کو گیلی مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔پھر اس کو ایک قرار گاہ میں نطفہ کے طور پر رکھا۔پھر نطفہ کو ترقی دے کر ایسی شکل کر دی کہ وہ چمٹنے والا وجود بن گیا۔پھر اس چمٹنے والے وجود کو ایک بوٹی بنا دیا۔پھر اس بوٹی کو ہم نے ہڈیوں کی شکل میں تبدیل کر دیا۔پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا اور پھر اس وجود کو ایک نئی مخلوق کی صورت میں بنا کھڑا کیا۔پس لوگو دیکھو کہ تمہارا خدا کیسا بابرکت اور کیسا بہترین خالق ہے(سورۃ مومنون آیت 13۔15)ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم اور روح کی پیدائش کو نہایت لطیف رنگ میں اس کے مختلف مدارج کی تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے اوّلاً ان آیات میں جسم کی پیدائش کو مٹی کے خلاصہ سے لے کر نطفہ اور پھر ڈھیلے ڈھالے لوتھڑے اور پھر پیوست بوٹی اور پھر گوشت پوست کے خول تک درجہ بدرجہ مکمل کرنا بیان کیا گیا ہے۔اس کے بعد روح کی پیدائش کو اسی جسم میں سے خلقاً اٰخر (یعنی ایک نئی پیدائش) کے الفاظ سے ذکر کرتے ہوئے اور اس کے ساتھ منشانہٗ (یعنی بنا کھڑا کیا) کا لفظ رکھ کر اشارہ کیا گیا ہے۔کہ انسان میں روح ہی ہے جو انسان کو دوسرے جانداروں سے ممتاز کرتی ہے۔گویا جسم روح ہی کا ایک ترقی یافتہ جوہر ہے۔جو انسانی جسم کی تکمیل کے بعد اس کے اندر سے ایک نئی اور رافع مخلوق کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ہم نے قرآن کریم کی رو سے اب تک دہ باتیں بیان کی ہیں۔اول۔یہ کہ روح کا خالق و مالک خدا تعالیٰ ہے۔

دوم۔روح جسم ہی کا ایک ترقی یافتہ جوہر ہے جو اندر ہی پیدا ہوتا اور ترقی کرتا اور انسانی جسم کو ایک جلا بخشتا ہے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ روح کی زندگی کس قدر ہے؟ کیا وہ جسم کی موت کے ساتھ ہی مر جاتا ہے۔یا اِس جسم کے بعد بھی زندہ رہتی ہے؟۔روح مخلوق ہے اس لئے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس پر فنا بھی آنی چاہیے۔ہمارا جواب یہ ہے کہ روح واقعی فنا پذیر ہے کیونکہ جو چیز اپنی صفات کو چھوڑتی ہے اس کو فانی کہا جائے گا۔کیونکہ کوئی دوا اپنی تاثیر بالکل چھوڑ دے تو ہم کہیں گے کہ دوا مر گئی ہے۔ایسا ہی روح میں یہ امر ثابت ہے کہ

بعض حالات میں وہی اپنی صفات چھوڑ دیتی ہے۔ بلکہ اس پر جسم سے بھی زیادہ تغیرات وارد ہوتے ہیں۔ان ہی تغیرات کے وقت جب کہ روح اپنی صفات سے دور ہٹ جاتی ہے تو کہا جاتا ہے۔ کہ روح مرگئی۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے صرف ان انسانی روحوں کو جسم سے الگ ہونے کے بعد زندہ قرار دیا ہے۔جن میں وہ صفات موجود تھے جو کہ اصل غرض وغائت ہے۔یعنی خدا تعالیٰ کی کامل محبت اور اسکی کامل اطاعت جو انسانی روح کی جان ہے۔جب کوئی مدح خدا تعالیٰ کی محبت سے پُر ہو کر اور اس کی راہ میں قربان ہو کر دنیا سے جاتی ہے تو اسی کو زندہ روح کہا جاتا ہے۔باقی سب مُردہ روحیں ہیں۔روح کا اپنی صفات سے الگ ہونا اس کی موت ہے۔ چنانچہ خواب کی دنیا میں یہی ہے۔جسم انسانی خواب کی حالت میں گویا مرا ہوا ہوتا ہے۔اس کے ساتھ روح بھی مر جاتی ہے۔یعنی اپنی وہ صفات جو بیداری کی حالت میں تھیں انہیں چھوڑ دیتی ہے۔اسی کا نام موت ہے۔ ورنہ یوں تو انسانی جسم مرنے کے بعد بھی بالکل فنا نہیں ہو جاتا صرف زندگی کی صفات کا تعطّل اسے موت کا نام دیتا ہے۔اسی طرح روح کی موت سے مراد صفات کا معطل ہونا ہی ہے۔

قرآن کریم روح کا کوئی ذاتی اختیار تسلیم نہیں کرتا۔روحیں خدا تعالیٰ کے اذن سے پیدا ہوتی اور اسی کے حکم سے فنا ہوتی ہیں چنانچہ سورۃ الزمر میں فرمایا۔(الزمر آیت 43) یعنی خدا تعالیٰ جانوں کو جب ان کی موت کا وقت آتا ہے اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے۔یعنی وہ جانیں بے خود ہو کر الٰہی تصرف اور قبضہ میں اپنی موت کے وقت آجاتی ہیں۔اور زندگی کی خود اختیاری اور خود شناسی ان سے جاتی رہتی ہے۔اور موت ان پر وارد ہو جاتی ہے۔یعنی بکلی وہ روحیں نیست کی طرح ہو جاتی ہیں۔اور صفات حیات زائل ہو جاتی ہے۔اور ایسی روح جو دراصل مرتی نہیں مگر مرنے کے مشابہ ہوتی ہے وہ روح کی وہ حالت ہے کہ جب انسان سوتا ہے تب وہ حالت پیدا ہوتی ہے۔اور ایسی حالت میں بھی روح خدا تعالیٰ کے قبضہ اور تصرف میں آجاتی ہے۔اور ایسا تغیر اس پر وارد ہو جاتا ہے کہ کچھ بھی اس کی دنیاوی شعور اور ادراک کی حالت اس کے اندر باقی نہیں رہتی۔غرض موت اور خواب دونوں حالتوں میں خدا کا قبضہ اور تصرف روح پر ایسا ہو جاتا ہے کہ زندگی کی علامت جو خود اختیاری اور خود شناسی ہے۔بکلی جاتی رہتی ہے۔پھر خدا ایسی روح کو جس پر درحقیقت موت وارد کر دی ہے۔واپس جانے سے روک رکھتا ہے۔اور وہ روح جس پر اس نے در حقیقت موت وارد نہیں کی پھر ایک مقررہ وقت تک دنیا کی طرف واپس کر دیتا ہے۔اس ہمارے کاروبار میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو فکر اور سوچ کرنے والے ہیں (الزمر آیت 43)۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جیسی جسم پر موت وارد ہوتی ہے ایسی ہی روحوں پر بھی آتی ہے۔لیکن قرآن سے ثابت ہے کہ ابرار اور اغیار اور برگزیدوں کی روحیں چند روز کے بعد پھر زندہ کی جاتی ہیں۔کوئی تین دن کے بعد،کوئی ہفتے کے بعد اور کوئی چالیس دن کے بعد۔اور یہ حیات ثانی نہایت آرام اور آسائش اور لذت کی ان کو ملتی ہے۔یہی حیات ہے۔جس کو حاصل کرنے کے لئے نیک بندے اپنی پوری قوت اور پوری کوشش اور پورے صدق وصفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں۔اورنفسانی تاریکیوں سے باہر آنے کے لئے پورا زور لگاتے ہیں اور خدا کی رضا جوئی کے لئے تلخ زندگی اختیار کرتے ہیں۔گویا مر ہی جاتے ہیں غرض جیسا کہ آیۃً موصوفہ بالا بیان فرما رہی ہے روح کو بھی موت ہے جیسا کہ جسم کو۔اگرچہ اس عالم کی نہایت مخفی کیفیتیں اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوتیں لیکن بلا شبہ عالم رویا یعنی خواب کا عالم اس عالم کے لئے ایک نمونہ ہے اور جو موت اس عالم میں روح پر وارد ہوتی ہے اس موت کا نمونہ عالم خواب میں بھی پایا جاتا ہے۔کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔کہ معاً آنکھ بند ہونے کے ساتھ ہی روح کی تمام صفات اُلٹ پلٹ ہو جاتی ہیں۔اور اس بیداری کا تمام سلسلہ فراموش ہو جاتا ہے۔اور تمام روحانی صفات اور تمام علوم جو ہماری روح میں تھے کالعدم ہو جاتے ہیں۔اور حالت خواب وہ نظارے روح کے ہمارے پیش نظر آ جاتے ہیں۔جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اب وہ ہماری روح کچھ اور ہی ہے۔ اور تمام صفات اس کے جو بیداری میں تھے کھوئے گئے ہیں۔اور یہ ایک ایسی حالت ہے جو موت کے مشابہ بلکہ ایک قسم کی موت ہے۔اور یہ قطعی اور یقینی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ موت جو جسم کی موت کے ساتھ روح پر وارد ہوتی ہے وہ ایسی موت کے ساتھ مشابہ ہے جو نیند کی حالت میں روح پر وارد ہوتی ہے مگر وہ موت اس موت کی نسبت بہت بھاری ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کُلّ شیئٍ ھَالِکٌ الاّ وجھَهُ یعنی ہر

ایک چیز معرض ہلاکت میں ہے۔اور مرنے والی ہے بجز خدا کی ذات کے۔کہ وہ موت سے پاک ہے۔

اور اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا۔ کُلُّ مَنۡ عَلَیۡهَا فَانٍ کہ یعنی ہر ایک جو زمین پر ہے آخر مرے گا۔پس جیسا کہ خدا نے اس آیت میں کہ خلق کل شیئٍ ہے۔لفظ کُل کے ساتھ جو احاطہ تامہ کے لئے آتا ہے ہر ایک چیز کو جو اس کے سوا ہے۔مخلوق میں داخل کر دیا۔ایسا ہی اس لفظ کل کے ساتھ اس آیت میں جو کُلّ شیئٍ ھَالِكٌ الاّ وجھَهُ ہے اور اس آیت میں کہ کُلُّ مَن عَلیھاَ فَاَنہ ہے ہر ایک چیز کے لئے بجز اپنی ذات کے موت ضروری ٹھہرا دی پس جیسا کہ جسمی تراکیب میں انحلال ہو کر جسم پر موت آتی ہے ایسا ہی روحانی صفات میں تغیرات پیدا ہو کر روح پر موت آجاتی ہے لیکن جو لوگ وجہ اللہ میں محو ہو کر مرتے ہیں۔وہ بباعث اس استیصال کے جو ان کو حضرت عزت سے ہوجاتا ہے دوبارہ زندہ کئے جاتے ہیں۔اور ان کی زندگی خدا کی زندگی کا ایک ظل ہوتی ہے۔اور پلید روحوں میں بھی عذاب دینے کے لئے ایک حس پیدا کی جاتی ہے مگر وہ نہ مردوں میں داخل ہوتے ہیں نہ زندوں میں جیسا کہ ایک شخص جب سخت درد میں مبتلا ہوتا ہے۔تو بدحواسی کی زندگی اس کے لئے موت کے برابر ہوتی ہے۔اور زمین و آسمان اس کی نظر میں تاریک دکھائی دیتے ہیں انہی کے بارہ میں خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔اِنَّهٗ مَنۡ یَّاۡتِ رَبَّهٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَ لَا یَحۡیٰی ''یعنی جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم ہو کر آئے گا اس کے لئے جہنم ہے۔وہ اس جہنم میں نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا''۔اور خود انسان جب کہ اپنے نفس میں غور کرے کہ کیونکر اس کی روح پر بیداری اور خواب میں تغیرات آتے رہتے ہیں۔تو بالضرور اسے ماننا پڑتا ہے کہ جسم کی طرح روح بھی تغیر پذیر ہے۔اور موت صرف تغیر اور سلب صفات کا نام ہے۔ورنہ جسم کے تغیر کے بعد بھی جسم کی مٹی تو بدستور رہتی ہے لیکن اس تغیر کی وجہ سے جسم پر موت کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے۔جیسا کہ وہ کہتا ہے۔وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ یعنی کیا تم اپنی جانوں پر غور نہیں کرتے۔اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسانی روح میں بڑے بڑے عجیب وغریب خواص اور تغیرات رکھے گئے ہیں۔کہ وہ اجسام میں نہیں۔اور روحوں پر غور کر کے جلد تر انسان اپنے رب کی شناخت کرتے ہیں۔جس قدر تغیرات اجسام پر آتے ہیں۔انسان زیادہ تر ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکا۔چونکہ جسمانی چیزیں جلد تر عادت میں داخل ہوجاتی ہیں۔لیکن روح کے تغیرات خاص کر مجاہدات کے وقت اور عالم کشف کی حالت میں ایسی عجیب ہیں کہ انسان کو گویا خدا تعالیٰ کا چہرہ دکھا دیتی ہیں۔اور معرفت کی منازل طے کرنے والے ہر ایک اپنے مرتبہ میں ترقی کرتے وقت محسوس کرتے ہیں کہ ان کی پہلی حالت روح کی گویا ایک موت تھی۔اور جو دوسری حالت میں روح کو علم اور ادراک کا حصہ نصیب ہوا۔جو وہ پہلی حالت میں ہرگز نہ تھا۔بلکہ ظاہری علوم کی تحصیل کرنے والے بھی اس بات کے قائل ہو سکتے ہیں کہ روح بچپن کی حالت میں کس نیند میں غرق تھی۔اور جب ان کو بہت علوم سے حصہ ملا تو کیسی نئی روشنی اس کے اندر آگئی۔ایک حدیث میں ہے کہ مَن عرف نفسهُ فقد عرف ربهُ جس نے اپنے نفس کو شناخت کر لیا اس نے اپنے رب کو شناخت کر لیا۔پھر ایک جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰی یعنی میں نے روحوں کو پوچھا کہ کیا میں تمہارا پیدا کرنے والا نہیں تو تمام روحوں نے یہی جواب دیا کہ کیوں نہیں۔اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ روحوں کی فطرت میں بھی نقش اور مرکوز ہے کہ وہ اپنے پیدا کنندہ کی قائل ہیں۔اور پھر انسان غفلت کی تاریکی میں پڑ کر اور پلید تعلیموں سے متاثر ہو کر کوئی دہریہ بن جاتا ہے اور کوئی آریہ اور اپنی فطرت کے مخالف اپنے پیدا کنندہ سے انکار کرنے لگتے ہیں۔ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے باپ اور ماں کی محبت رکھتا ہے۔یہاں تک کہ بعض بچے ماں کے مرنے کے بعد مر جاتے ہیں۔پھر اگر انسانی روحیں خدا کے ہاتھ سے نہیں نکلیں اور اس کی پیدا کردہ نہیں تو خدا کی محبت کا نمک کس نے ان کی فطرت میں چھڑک دیا ہے۔اور کیوں انسان جب اس کی آنکھ کھلتی ہے۔اور پردہ غفلت دور ہوتا ہے تو دل اس کا خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے۔اور محبت الٰہی کا دریا اس کے صحن سینہ میں بہنے لگتا ہے۔آخر ان روحوں کا خدا سے کوئی رشتہ تو ہوتا ہے۔جو ان کی محبت الٰہی میں دیوانہ بنا رہتا ہے۔وہ خدا کی محبت میں ایسے کھوئے جاتے ہیں۔کہ تمام چیزیں اس کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں۔سچ تو یہ ہے کہ وہ عجیب تعلق ہے ایسا تعلق نہ ماں کا ہوتا ہے نہ باپ کا۔پس اگر بقول آریوں کے روحیں خود بخود ہیں تو یہ تعلق کیوں پیدا ہوگیا اور کس نے یہ محبت اور عشق کی قوتیں خدا تعالیٰ کے ساتھ روحوں میں رکھ دیں۔یہ مقام سوچنے

کا مقام ہے۔اور یہی مقام ایک سچی معرفت کی کنجی ہے۔

اسلام کی تعلیم کے مطابق روح دراصل جسم ہی کا ایک ترقی یافتہ جوہر ہے۔جو انسانی جسم کی تکمیل کے بعد اس کے اندر سے ایک نئی اور ارفع مخلوق کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔اور آریہ سماج کی طرح یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ روح ایک بیرونی چیز ہے۔جو باہر سے آکر انسانی جسم کے اندر داخل ہو جاتی ہے۔پس جب روح انسانی جسم ہی کا ایک ترقی یافتہ حصہ ہے۔تو ظاہر ہے کہ اس کا تعلق جسم کے ساتھ جو اس کے لئے بطور بیج یا باپ کے ہے۔کبھی بھی کامل طور پر منقطع نہیں ہوسکتا۔اور کسی نہ کسی صورت میں ضرور قائم رہتا ہے۔اسی لئے حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں۔کہ انسان کے مرنے اور روح پرواز کر جانی اور اس کے جسم کے بظاہر کلی طور پر فنا ہوجانے کے بعد بھی اس کے جسم کے نہ نظر آنے والا حصہ جسے گویا ایٹم یا مالیکیول کہہ سکتے ہیں محفوظ رہتا ہے۔اور اس حدیث میں اس حصہ کو عجب الذنب یعنی ریڑھ کی ہڈی کے اسفل ترین حصہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔چنانچہ اسی وجہ سے مرنے والوں کی قبروں کے ساتھ ان کی روحوں کا کسی نہ کسی رنگ میں رابطہ تسلیم شدہ ہے۔اور اکثر اولیاء اور صلحاء کا تجربہ ہے کہ جب وہ کسی فوت شدہ بزرگ کی قبر پر جا کر توجہ سے دعا کرتے ہیں۔تو بعض اوقات کشفی حالت میں صاحب قبر کی روح کے ساتھ ان کی ملاقات ہو جاتی ہے۔اور یاد رکھنا چاہیے کہ کشف اور خواب بالکل جداگانہ چیزیں ہیں کیونکہ خواب نیند کی حالت میں آتی ہے۔اور کشف بیداری کی حالت میں ہوتا ہے جبکہ کشف دیکھنے والوں کی آنکھوں پر سے مادی پردے اُٹھا کر اُسے کوئی غیبی نظارہ دکھایا جاتا ہے۔اور یہ نظارہ ایسا ہوتا ہے۔کہ جیسے مادی آنکھوں کے سامنے کوئی سینما کی تصویر پھر جاتی ہے۔اس جگہ یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ اسلامی محاورہ میں قبر سے ہمیشہ مٹی کے ڈھیر والی مصروف قبر ہی مراد نہیں ہوتی بلکہ اس سے وہ مقام مراد ہوتا ہے۔جہاں مرنے کے بعد اور حشر نشر سے پہلے انسانی روح رکھی جاتی ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (سورۃ عبس آیت 33)

''یعنی خدا تعالیٰ ہر انسان پر موت وارد کرتا ہے اور پھر اسے اس کی قبر میں رکھتا ہے''۔

اب ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر انسان کو یہ مٹی کے ڈھیر والی قبر نصیب نہیں ہوتی۔کیونکہ کروڑوں انسانوں کے مردے جلائے جاتے ہیں۔لاکھوں ڈوب مرتے ہیں۔ہزاروں انسانوں کو جنگل کے درندے کھا کر ختم کر دیتے ہیں۔تو پھر ہر انسان کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اسے خدا قبر میں رکھتا ہے۔؟ یقیناً یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ حدیث میں صراحت آتی ہے:۔قبر سے مراد وہ قیام گاہ لی جائے جہاں مرنے کے بعد کامل حساب کتاب سے پہلے انسان کی روح رکھی جاتی ہے۔چنانچہ انہی معنوں میں حضور ﷺ نے عذاب النار سے ممتاز کر کے عذاب قبر کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔جس سے ناواقف یا ظاہر پرست لوگوں نے یہ ظاہری قبر مراد لی ہے۔حالانکہ یہ وہی مقام ہے جسے دوسری اصطلاح میں قرآن مجید نے برزخ کا نام دیا ہے۔جو حشر نشر سے قبل ایک درمیانی زمانہ کا مقام ہے۔مرنے والی روحوں کا تعلق دنیا کے ساتھ کسی نہ کسی رنگ میں اسی وقت تک قائم رہتا ہے۔جب تک کہ وہ قبر یعنی برزخ کے زمانہ میں رہتی ہے۔اس کے بعد یہ تعلق ختم ہو کر کامل طور پر اخروی زندگی شروع ہو جائے گی۔اس سوال کا جواب کہ آیا وفات یافتہ ارواح سے ملاقات ہوسکتی ہے۔قرآن مجید میں آیا ہے:وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت 86)

یعنی اے رسول لوگ تجھ سے روح کے بارہ میں سوال کرتے ہیں تو ان سے کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے (پیدا ہوئی ہے) مگر اے لوگو تمہیں اس بارہ میں بہت کم علم دیا گیا ہے۔یعنی تمہاری معلومات کا اکثر حصہ محض تخیل پر ہے اور صحیح معلومات بہت کم ہیں۔اس آیت سے ظاہر ہے کہ روحوں سے ملاقات تو ممکن ہے مگر اس طرح نہیں کہ جس نے جب چاہا کسی مرنے والے کی روح کو بلا کر بات چیت کر لی۔یہ نظریہ تو سراسر قرآنی تعلیم کے خلاف ہے جو اس دنیا اور اُس دنیا کے درمیان ایک برزخ یعنی روک اور رکاوٹ کا قائل ہے۔اور صراحت کے ساتھ فرماتا ہے۔کہ روحوں کے ساتھ زندوں کا رابطہ صرف اذن الٰہی سے ممکن ہے۔اس کے بغیر ہرگز نہیں۔دنیا بھر کے انبیاء اور اولیاء کی تاریخ ایسے واقعات سے معمور ہے کہ دعا اور توجہ کرنے پر اذن الٰہی سے ملاقات ہوگئی۔چنانچہ حدیث میں آتا

ہے۔کہ جب اُحد کے میدان میں آپ ﷺ کے صحابیؓ شہید ہوگئے تو ایک کشفی انکشاف کی بناء پر آپ ﷺ نے انکے جواں سال بیٹے جابرؓ سے از راہ دلداری فرمایا کہ جب تمہارے والد شہید ہوکر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی سے خوش ہوکر فرمایا کہ اگر کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔حضرت جابرؓ کے والد عبداللہؓ نے عرض کیا کہ خدایا! تیری کسی نعمت کی کوئی کمی نہیں مگر یہ تڑپ ضرور ہے کہ پھر زندہ ہوکر جاؤں اور پھر تیرے رستہ میں جان دوں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر ہم ایک ازلی ابدی عہد کر چکے ہیں۔جو قرآن کے الفاظ میں یہ ہے۔کہ **اِنَّهُم لَا يَرجِعُون** یعنی مرنے والے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتے۔(ترمذی وابن ماجہ)

اسی طرح بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اپنے ایک عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔یعنی خدا کی قسم میں نے حضرت رسول پاک ﷺ کے حسن وجمال کو اپنے اس جسم کی آنکھوں کے ساتھ مکان کے اندر بیٹھے ہوئے دیکھا۔میں نے آغاز جوانی میں آپ ﷺ کا روئے مبارک دیکھا اور پھر آپ ﷺ نے عین بیداری کی حالت میں مجھے مکرر ملاقات کا شرف بخشا"۔(آئینہ کمالات اسلام)

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے متعلق فرماتے ہیں کہ "میری بارہا کشفی حالت میں عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے۔اور انہوں نے ایک ہی دسترخوان پر میرے ساتھ کھانا کھایا" (نور الحق حصہ اوّل) اسی قسم کے ہزاروں واقعات اسلام کی تاریخ میں اور قبل از اسلام کے زمانہ میں روحانی لوگوں کے حالات زندگی میں ملتے ہیں۔جن سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ سب کشفی نظارے ہیں۔جن میں خدا کے اذن سے مرنے والوں کی روحوں سے زندہ لوگوں کی ملاقات ہو جاتی ہے۔اس مضمون کے شروع میں بیان ہو چکا ہے کہ صرف وہ روح اس جسم کے مرنے کے بعد زندہ رہتی ہے۔جس کا اپنے اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے۔جو اس کی محبت اور کامل اطاعت میں قربان ہو جاتی ہے۔صرف وہ روح زندہ ہے اور باقی تمام مردہ۔مردہ ارواح کی نئی زندگی اور پھر ارتقاء کے لئے اگلے جہان میں جہنم مقرر ہے۔اسی لئے اسلام نے جہنم کو بطور علاج گاہ بیان فرمایا ہے۔اسلئے وہ زمانی طور پر محدود ہے۔بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ایک شعر میں اسلام کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پے مرضی خدا

اسلام اپنے ماننے والوں کو اس معراج پر لے جانا چاہتا ہے یہ وہ مقام ہے جب انسان کسی سے محبت رکھتا ہے تو اس کے لئے خدا اس سے محبت رکھتا ہے۔اور اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اس لئے خدا بھی اس سے نفرت کرتا ہے اس مرتبہ پر پہنچ کر انسان اپنے رب میں محو ہو جاتا ہے۔اس کا کھانا پینا اور سونا جاگنا اور چلنا پھرنا ہر بات اپنے رب کی رضا کے لئے ہوتی ہے جیسے کہ فرمایا۔اِنَّ صَلٰوتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ترجمہ۔یعنی میری نماز اور میری قربانی وصدقات اور زندگی اور موت ہر چیز اپنے رب کے لئے ہے۔جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔یہ جذبات کسی دل میں پیدا ہو جائیں اور وہ اپنا تن من اور دھن اپنے خالق اور مالک کے سپرد کردے۔تو اس کی روح کو اک جلا ملتی ہے۔،ایک نور عطا ہوتا ہے۔اور ایک بلندی اور رفعت دی جاتی ہے۔اسی کا نام اسلام ر روحانیت رکھتا ہے۔اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر روح میں ہمیشہ کی زندگی کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور ایسا وجود **نافع الناس** بن جاتا ہے۔اگر دنیا اسلام کے اس اصول کو سمجھ لے اور اس پر عمل کرے تو دنیا میں دائمی امن و امان اور شانتی وسکون پیدا ہوسکتا ہے۔اور یہی اسلام کا پیش کردہ حل ہے جو دنیا کو موجودہ حالت میں ہمیشہ کے امن وسکون کا پیغام دیتا ہے۔

عجائبات رُوح ۔حضرت امام عصر کے تجربات کی روشنی میں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تالیف "سرمہ چشم آریہ" مسئلہ شق القمر اور عالم ارواح کے باب میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔جس میں بتایا گیا ہے کہ ارواح کو جناب الٰہی سے بے حد قوتیں ودیعت فرمائی گئی ہیں مثلاً مورد الہام ہونا،اجسام سے مل کر نئے خواص کا ظہور،مقناطیسی قوت،مردہ جسم کی خاک سے تعلق اور رابطہ جو ارباب کشوف کو عطا ہوتا ہے۔اسی طرح حضرت نے اپنے تجربات کی روشنی میں انکشاف فرمایا کہ بعض اوقات صاحب کشف صدہا

کوسوں سے ایک چیز کو صاف صاف دیکھتا بلکہ آواز بھی سُن لیتا ہے۔ ارواح سے ملاقات کرتا ہے۔ یہ ملاقات نیک اور بد دونوں قسم کی روحوں سے ممکن ہو سکتی ہے۔ اور فرمایا کہ اس کتاب کا مولف ان امور میں صاحب تجربہ ہے

اے کہ خواندی حکمتِ یونانیاں
حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں



غزل

(منیر باجوہ)

ہو دل تیری آہوں میں اثر اور زیادہ
دے چشم کرم تجھ کو صبر اور زیادہ
نفرت میں اگر حد سے کرے کوئی تجاوز
آئے تجھ میں تحمل نظر اور زیادہ
جہاں کِبر کو دیکھے اور ظلم ہو ہر سُو
دکھا پہلے سے بھی نفسِ کسر اور زیادہ
خواہشیں رہیں اپنی ہی اوقات کے اندر
ہو وُسعت تیرے ظرف میں مگر اور زیادہ
دنیا ہے تماشہ شب و روز تماشہ
بچنا ہے تو کر غضِ بصر اور زیادہ
پانی ہے اگر محبوب کی نظرِ عنایت
کر زیست کو طاعت میں بسر اور زیادہ
اُلفتِ محبوب میسر نہیں آتی جب تک
ہو نہ دل چوکھٹ پہ خاکستر اور زیادہ
آئے بحرِ محبت میں منیر اور روانی
ہو جاری تری لفظوں کا سحر اور زیادہ

❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁

عِلْم کے لغوی معنی

(ادارہ)

عربی زبان میں عَلِمَ یَعْلَمُ کسی چیز کو کما حقُّہٗ جاننا، پہچاننا، حقیقت کا ادراک کرنا، یقین حاصل کرنا، محسوس کرنا اور محکم طور پر معلوم کرنا۔ اس طرح ادراکِ حقیقت کرنے والے کو عالِمٌ کہتے ہیں جس کی جمع عالِمُوْنَ آتی ہے۔ اس مادہ کے بنیادی معنی کسی چیز پر ایسے نشان کے ہیں جس سے وہ شے دیگر اشیاء سے متمیز ہو سکے۔ اَلْعَلَمُ وَالْعَلَامَۃُ۔ ایسی نشانی جس سے کوئی شے پہچانی جا سکے۔ ریگستانوں یا دوسرے راستوں میں راہ کی پہچان کے لئے جو چیزیں کھڑی کر دی جاتی تھیں انہیں بھی عَلَامَۃٌ یا عَلَمٌ کہتے تھے۔ بڑے اور لمبے پہاڑ کو بھی عَلَمٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَعْلَام ٌ ہے اور جھنڈے کو بھی اسی لئے عَلَمٌ کہتے ہیں کہ اس سے ایک جماعت دوسری کو پہچانتی ہے۔ اسی سے عَالَمٌ ہے جس کے معنی ہیں مَا یُعْلَمُ بِہٖ۔ یعنی وہ شے جس کے ذریعے کسی چیز کا علم حاصل کیا جائے۔ چونکہ خدا کا عِلْم کائنات کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اس لئے ساری کائنات عَالَمٌ کہلائی جانے لگی جس کی جگہ عَالَمِیْنَ ہے۔

عِلْمٌ کا درجہ معرفت اور شعور سے زیادہ بلند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے لئے عِلْمٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے معرفت یا شعور کا نہیں۔ چنانچہ خدا کو عَالِمٌ یا عَلِیْمٌ کہتے ہیں عَارِفٌ (معرفت رکھنے والا) یا شَاعِرٌ (شعور رکھنے والا) نہیں کہہ سکتے۔ وَ فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ ہر صاحبِ علم کے اوپر علیم یعنی خدا کے ہے۔ اس صفت کو عَلَّامُ الْغُیُوْبِ کے لفظ سے بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ عِلْمٌ اور مَعْرِفَۃٌ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ معرفت کسی چیز کے آثار و قرائین میں غور و فکر کر کے اس کا ادراک کرنے کو کہتے ہیں۔ لیکن علم کے لئے یہ ضروری نہیں۔ ثانیاً معرفت کا لفظ بیشتر اس موقع پر استعمال ہوتا ہے جب کوئی چیز ادراک کے بعد دھیان سے نکل جائے اور پھر دوبارہ اس کا ادراک ہو لیکن علم میں یہ صورت نہیں ہوتی۔

عربی نہایت جامع زبان ہے جس میں ایک ہی کیفیت کے مختلف پہلوؤں کے لئے مختلف الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ کوئی ایک لفظ کسی بھی اسم اور فعل کی تمام کیفیات کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید میں اس کی جا بجا مثالیں ملتی ہیں۔

(بحوالہ الفضل آن لائن 19 دسمبر 2019ء)



تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ جرمنی 2022

پاکستان کے احمدیوں پر مظالم کی داستان

ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ

أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ـ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (العنکبوت ۳۔۴)۔ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ (البقرۃ ۲۱۵)۔

اللہ تعالیٰ کی یہ غیر مبدل سنت ہے کہ جب بھی وہ کسی نبی کو بھیجتا اور اس کے ذریعہ ایمان لانے والوں کی ایک جماعت قائم کرتا ہے، تو اس جماعت میں شامل ہونے والوں کو مختلف قسم کے امتحانات میں سے گزارتا ہے۔ انہی امتحانات میں کامیابی پر عظیم اجر مرتب ہوتا ہے اور مومنین کے درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے: کیا لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ صرف منہ سے یہ کہہ دیں گے کہ ”ہم ایمان لائے“ اور ان کی یہ بات کافی ہو جائے گی اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ حالانکہ ان سے پہلے جو اقوام گزری ہیں ان کو ہم نے آزمایا تھا اور اس طریق پر اللہ نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ ان میں سے سچے مومن کون ہیں اور جھوٹے محض منہ سے اقرار کرنے والے کون۔

پھر فرمایا: کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے بغیر اس کے کہ تمہارے ساتھ وہی کچھ ہو جو تم سے پہلے گزرنے والوں کے ساتھ ہوا؟ ان پر تو اتنی تنگیاں آئی اور انہیں اتنی تکالیف اٹھانی پڑیں اور ایسے ایسے شدید زلزلے ان پر وارد ہوئے کہ ان کے رسول اور اس پر ایمان لانے والے بھی پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟

پس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور مومنین کی جماعت کے قیام پر ابتدائی مسلمانوں پر بھی مشرکین مکہ کی جانب سے لرزہ خیز مظالم کئے گئے، کبھی انہیں ظالمانہ طریقوں سے قتل کیا گیا، کبھی ان کے بیوی بچے ان سے چھینے گئے، کبھی ان کو گھروں سے نکالا گیا تو کبھی انہیں خود ہی اپنے گھر بار چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں پناہ لینے پر مجبور کیا گیا۔

اسی دائمی سنتِ الٰہیہ کہ مطابق حضرت مسیح موعودؑ کی آمد پر آپؑ کے ماننے والوں پر بھی اسی طرح حوادث و مصائب کی آندھیاں چلنا تھیں۔ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (فاطر: 44) چنانچہ آپؑ کی جماعت کو بھی اسی طرح مخالفین نے ڈرانا، ان سے قطع تعلق کرنا، ان کو گھروں سے نکالنا، ان کی جائیدادیں ہتھیانا، ان کے اموال کو لوٹنا، ان کو قتل کرنا، ان کو ہر طرح کے مظالم کا نشانہ بنانا تھا جیسا کہ اس سے پہلے انبیاء کے ماننے والوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔

احمدیوں پر ان مظالم کی بنیاد کیا ہے؟ احمدی بھی اسی خدا کو مانتے، اسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے وہی قرآن پڑھتے انہی پانچ ارکان اسلام پر عمل کرتے اور انہی چھ ارکان ایمان پر یقین رکھتے ہیں جن پر دیگر مسلمان۔ پس احمدیوں پر مظالم کی واحد وجہ ان کا حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا اور آپؑ کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور آنحضورؐ کے فرمودات کے مطابق امتی نبی ماننا ہے۔ یہ بات ملاؤں کے نزدیک اپنی ذات میں مبینہ طور پر توہینِ رسالت ہے جس کی سزا ان کے خیال میں قتل ہے۔ چنانچہ کسی احمدی کا کوئی عمل نہیں بلکہ اس کا عقیدہ ہی ملاؤں کے نزدیک اس کے قتل کا کافی جواز ہے۔

قیامِ پاکستان کے جلد بعد ہی ملائیت نے پاکستان میں طاقت حاصل کر لی تھی اور اس کے بعد سے مسلسل احمدیوں پر مظالم میں اضافہ جاری ہے۔ اس دوران تین مواقع ایسے ہیں جن کو سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے کیونکہ ان مواقع پر پاکستان میں بڑی تبدیلیاں دیکھنے میں آئیں۔ لیکن ان کا ذکر کرنے سے پہلے ایک بات کی وضاحت شاید مفید ہو گی کیونکہ بسا اوقات یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب پاکستان میں جماعت پر اتنے مظالم ہونے تھے اور ہر ذی

عقل کو پتہ تھا کہ ایسا ہونا ہی ہے، تو پھر جماعت نے پاکستان بننے کی اتنی حمایت کیوں کی؟ اور کیوں تحریکِ پاکستان کی اتنی سرگرمی سے تائید کی؟ جناح صاحب کو لندن سے واپس ہندوستان بلانے، مسلم لیگ کی اعلیٰ ترین سطح پر کام کرنے، پاکستان کی بیوروکریسی اور افواج وغیرہ کی تشکیل میں احمدی اتنے سرگرم عمل کیوں رہے؟

یہ بات اس وقت بھی کہی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ ابھی تو تم لوگ پاکستان کی حمایت کر رہے ہو لیکن جب پاکستان بن جائے گا تو پھر ملاؤں نے تمہارے ساتھ وہی سلوک کرنا ہے جو افغانستان میں کیا ہے۔ یعنی جس طرح حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحبؓ اور حضرت مولوی عبد الرحمان صاحبؓ اور حضرت مولوی نعمت اللہ صاحبؓ کو انتہائی ظلم کے ساتھ کابل میں شہید کیا گیا تھا اسی طرح کا سلوک پاکستان میں ہوگا۔ اس کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

''دلّی کے ایک اخبار نے لکھا ہے کہ احمدی اِس وقت تو پاکستان کی حمایت کرتے ہیں مگر ان کو وہ وقت بھول گیا ہے جبکہ ان کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے بُرے سلوک کئے تھے۔ جب پاکستان بن جائے گا تو ان کے ساتھ مسلمان پھر وہی سلوک کریں گے جو کابل میں ان کے ساتھ ہوا تھا۔۔۔ فرض کرو ایسا ہی ہو جائے پاکستان بھی بن جائے اور ہمارے ساتھ وہی سلوک روا بھی رکھا جائے لیکن سوال تو یہ ہے کہ ایک دیندار جماعت جس کی بنیاد ہی مذہب، اخلاق اور انصاف پر ہے کیا وہ اس کے متعلق اِس نقطۂ نگاہ سے فیصلہ کرے گی کہ میرا اس میں فائدہ ہے یا وہ اس نقطۂ نگاہ سے فیصلہ کرے گی کہ اس امر میں دوسرے کا حق کیا ہے؟ یقیناً وہ ایسے معاملہ میں مؤخر الذکر نقطۂ نگاہ سے ہی فیصلہ کرے گی۔۔۔ پس قطع نظر اس کے کہ مسلم لیگ والے پاکستان بننے کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے وہ ہمارے ساتھ وہی کابل والا سلوک کریں گے یا اِس سے بھی بدتر معاملہ کریں گے اس وقت سوال یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے جھگڑے میں حق پر کون ہے؟''

(16 مئی 1947ء)

اس وقت بھی اور آج بھی، ہر معاملہ میں جماعت احمدیہ کا یہی طریق ہے اور ہر احمدی کا انفرادی طور پر بھی یہی طریق ہونا چاہئے کہ وہ اپنے مفاد سے بلند ہو کر، اپنے ساتھ ہونے والے گزشتہ یا آئندہ سلوک کو نظر انداز کرتے ہوئے محض انصاف پر قائم رہے اور مظلوم کے ساتھ کھڑا ہو خواہ مظلوم کیسا ہی مخالف کیوں نہ ہو۔

قیامِ پاکستان کے بعد جن تین مواقع پر احمدیوں کے ساتھ خاص طور پر ظلم کیا گیا ان میں سے پہلا موقع 1953ء کا ہے۔ اس سے قبل بھی پاکستان میں احمدیوں پر مظالم ہوتے رہے مثلاً 1949ء میں کوئٹہ میں ایک احمدی میجر محمود صاحب کو مخالفین احمدیت کے ایک ہجوم نے چھریاں مار کر شہید کر دیا۔ تاہم پہلی مرتبہ منظم طور پر 1953ء میں صوبہ پنجاب میں جماعت کے خلاف ختم نبوت کے نام پر ایک تحریک چلائی گئی۔ مذہبی جماعتوں نے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام اہم حکومتی عہدوں سے احمدیوں کو فارغ کیا جائے، خصوصاً حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کو، اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ ساتھ یہ دھمکی دی کہ اگر ایسا نہ ہوا تو راست اقدام کیا جائے گا۔ اس وقت کی حکومت جانتی تھی کہ مولویوں کے مطالبات کے خطرناک نتائج نکلیں گے چنانچہ یہ مطالبات مسترد کر دیئے گے۔ اس پر مولویوں نے صوبہ پنجاب کے مختلف شہروں میں ہنگامے شروع کئے احمدیوں کے مکانوں اور دکانوں کو آگ لگائی گئی۔ حکومتی دفاتر پر بھی حملے کئے گئے۔ ریلوے کے ٹریک توڑ دیئے گئے۔ ٹرینیں روک دی گئیں۔ اس پر پولیس نے سینکڑوں مظاہرین کو گرفتار کر لیا مگر فساد بڑھتا ہی چلا گیا۔

اس وقت کے پنجاب کے وزیر اعلیٰ دولتانہ صاحب کی حکومت اپنے سیاسی مقاصد کی خاطر مولویوں کی تائید کر رہی تھی۔ لیکن سرکاری میٹنگز میں وفاقی حکومت کو کہہ رہی تھی کہ مولویوں کو سختی سے کچل دینا چاہئے۔ اس پر گورنر خواجہ ناظم الدین صاحب نے صوبوں کو ایک خفیہ مراسلہ بھیجا کہ نہ تو کسی کو اس کی خواہش کے برخلاف غیر مسلم قرار دیا جا سکتا ہے نہ ہی کسی کو اس کے مذہبی عقیدہ کی بناء پر عہدہ سے فارغ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن انہیں یہ بات کھلے عام کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کیونکہ وہ مولویوں سے براہ راست ٹکر نہیں لینا چاہتے تھے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قیامِ پاکستان کے محض چھ سال بعد ہی مولویوں کی عوام کو بھڑکانے کی طاقت کس قدر بڑھ چکی تھی۔ جب فساد ہر طرف پھیل گیا اور احمدیوں پر ہر روز حملے ہو رہے تھے، حضرت مصلح موعودؓ کا

یہ پیغام 4 مارچ کو شائع ہوا:

کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ ان شاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لئے دوڑا آ رہا ہے۔ وہ میرے پاس ہے، وہ مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں۔ مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔

(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 493)

دو دن بعد یعنی 6 مارچ 1953ء کو صوبہ پنجاب میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اور یوں یہ فساد ختم ہوا۔ تاہم اس دوران چھ احمدی شہید کئے گئے۔ ایک احمدی کی غیر احمدی والدہ کو بھی شہید کیا گیا۔ اسی طرح متعدد سرکاری اہلکار بھی شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بعض غیر مسلموں نے بھی اس موقع پر جماعت کی مخالفت کی۔ چنانچہ ایک مسیحی لیڈر، ظفر اقبال صاحب، نے لکھا:

میں برادران ملت سے پر زور اپیل کرتا ہوں کہ وہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی تحریک کو زور شور سے جاری رکھیں۔ مرزائی اسلام، پاکستان کے لئے بہت بڑا خطرہ ہیں ہم اس تحریک میں برادران ملت کے ساتھ ہیں اور ہم دو قدم آگے بڑھ کر ہر قسم کی جانی و مالی قربانی دے کر مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی تحریک کو کامیاب بنائیں گے۔

(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 488)

دوسری مرتبہ 1974ء میں پھر مذہبی جذبات کو بھڑکا کر ایک تحریک چلائی گئی۔ چار ماہ تک مسلسل احمدیوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے گئے۔ سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ احمدیوں کی دکانوں، کھیتوں، مساجد اور گھروں کو آگ لگائی گئی۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے تمام احمدیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ رحیم یار خان کے تمام احمدیوں کو ان کے گھروں میں نظر بند کر دیا گیا۔ سرگودھا اور ڈسکہ میں تمام احمدی دکانوں کو بند کر دیا گیا۔ بھیرہ میں بائیکاٹ اتنا سخت تھا کہ احمدیوں کو فاقے کرنے پڑے۔ سرگودھا کے تمام احمدی مردوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بورے والا کے تمام احمدیوں کو شہر سے نکال دیا گیا۔

گجرانوالہ میں باپ بیٹا محمد افضل کھوکھر صاحب اور محمد اشرف کھوکھر صاحب کو یکم جون 1974ء کو شہید کیا گیا۔ فسادیوں کے ہجوم نے ان کے گھر پر حملہ کیا۔ پہلے بیٹے کو پکڑ کے چھریاں ماری گئیں۔ اس سے ان کی آنتیں باہر نکل آئیں۔ پھر اینٹیں مار کر سر توڑ دیا گیا۔ مرتے وقت بچے نے پانی مانگا تو ظالموں نے اس کے منہ میں ریت ڈال دی۔ اس کے بعد یہ لوگ باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور احمدیت سے توبہ کرنے کو کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم مجھے اپنے بیٹے سے بھی ایمان میں کمتر سمجھتے ہو۔ اس پر اسی طریق پر باپ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

صوبیدار غلام سرور صاحب اور ان کے بھتیجے اسرار احمد خان صاحب کو ٹوپی میں 9 جون 1974ء کو شہید کیا گیا۔ فسادیوں کے ہجوم نے ان کے مکان پر حملہ کر کے گولیاں مار دیں۔ لیکن اس طرح ان کی حیوانیت کو پوری تسکین نہیں مل سکی۔ چنانچہ صوبیدار صاحب کی لاش پر گولیاں چلاتے رہے۔ پھر اس پر پتھر مارتے اور گلیوں میں گھسیٹتے رہے۔ ان کے بھتیجے اسرار احمد صاحب کی لاش پر خنجروں سے وار کرتے رہے۔ پھر ان کی دونوں ٹانگوں کو مخالف سمتوں میں کھینچ کر لاش کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ یہ ان نام نہاد ختم نبوت کے محافظ اور اسلام کے علمبرداروں کا کردار ہے! یہ ظالم لوگ منسوب اپنے آپ کو آنحضورؐ کی طرف کرتے ہیں اور حرکتیں ساری کفار مکہ والی ہیں۔

اس بات پر کافی بحث ہوئی ہے کہ 1953ء میں ناکام ہونے والا مطالبہ 1974ء میں کیوں کامیاب ہوا؟ اس کی مختلف وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ مولوی سیاسی طور پر طاقتور ہو چکے تھے اور اب پارلیمنٹ میں موجود تھے۔ مفتی محمود صاحب کا یہی خیال تھا۔ دوسرے عرب ممالک کا تیل کی بے پناہ دولت کے بل بوتے پر اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا تھا اور ان کے علماء کا پاکستان کے علماء سے قریبی رابطہ بھی تھا۔ چنانچہ ربوہ ریلوے سٹیشن کے واقعہ کے چند ہفتے بعد پاکستانی علماء کا ایک وفد سعودی عرب پہنچا اور وہاں کے علماء سے حکومتِ پاکستان پر دباؤ ڈالنے کو کہا۔ اس پر سعودی علماء نے بھٹو صاحب کو خط لکھا جس میں جماعت کے خلاف فیصلہ کن قدم اٹھانے کا مطالبہ کیا گیا۔ بھٹو صاحب کے قدیمی ساتھی مبشر حسن صاحب کے مطابق یہ آئینی ترمیم سعودیہ عرب کے دباؤ پر کی گئی تھی۔ چنانچہ رابطہ عالم اسلامی نے اپریل 1974ء میں ہی، جبکہ ابھی ربوہ ریلوے سٹیشن کا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا، مکہ

میں اپنی کانفرنس میں احمدیوں کو خارج از اسلام قرار دے دیا تھا۔ مولویوں کے فساد کے نتیجہ میں حالات قابو سے نکل رہے تھے چنانچہ معاملہ پارلیمنٹ میں اٹھانے کا اعلان کر کے گویا دباؤ سے بچنے کی کوشش کی گئی۔ یوں 7 ستمبر 1974ء کو آئینِ پاکستان میں دوسری ترمیم کی گئی اور ''غیر مسلم'' کی تعریف میں احمدیوں اور لاہوریوں کو بھی شامل کر دیا گیا۔

اسمبلی کی کاروائی سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو الہام ہوا وَسِّعْ مَكَانَكَ، اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ اپنے مکان کو وسیع کر، ہم استہزاء کرنے والوں کے لیے کافی ہیں۔ اس کے بعد ان استہزاء کرنے والوں کا جو انجام ہوا اور بطور وزیر اعظم ان کے سرکردہ بھٹو صاحب کو جس طرح پھانسی دی گئی اور ان کے دو بیٹے اور ان کی سیاسی جانشین بیٹی قتل کئے گئے اس کی مثال پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اسی طرح آپ کو الہام ہوا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا تب ان کے گناہ کے سبب ان کے رب نے ان پر پے در پے ضربیں لگائیں اور اس بستی کو ہموار کر دیا۔ یہ الہام بھی آج تک بڑی شان سے پورا ہو رہا ہے۔ جس طرح پے در پے ضربیں لگ رہی ہیں وہ ایک دنیا دیکھ رہی ہے۔

اس جگہ ایک اور بات کا ذکر بہت ضروری ہے کیونکہ اس میں ہمارے لئے ایک اہم سبق ہے۔ 1974ء کے واقعات کا ایک فوری سبب تھا۔ وہ یہ کہ ملتان نشتر میڈیکل کالج کے غیر احمدی سٹوڈنٹ کسی سفر پر جاتے ہوئے جب ربوہ کے ریلوے سٹیشن سے گزرے تو انہوں نے شدید بدتمیزی اور دشنام دہی کی۔ چند دن بعد جب واپسی پر وہ سٹوڈنٹ پھر ربوہ سٹیشن پہنچے تو وہاں پر موجود بعض احمدی نوجوانوں کے ساتھ ان کی لڑائی ہوگئی۔ یہ نہیں کہ خدانخواستہ کوئی چھریاں چاقو چلے ہوں۔ ایک بھی غیر احمدی نہ قتل ہوا نہ اس کا کوئی عضو ناکارہ ہوا۔ لیکن اس معمولی لڑائی کے واقعہ کو بنیاد بنا کر مولویوں نے ملک بھر میں پراپگنڈہ شروع کر دیا کہ گویا سینکڑوں سٹوڈنٹ قتل ہو گئے ہیں اور ان کی زبانیں کاٹ اور آنکھیں نکال دی گئی ہیں وغیرہ۔ یوں پورے ملک میں فساد کی آگ لگا دی۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:

''پچھلے جمعہ کے موقع پر بھی مَیں نے ایک رنگ میں جماعت کو خصوصاً جماعت کے نوجوانوں کو یہ نصیحت کی تھی کہ یہ تمہارا مقام ہے اسے سمجھو اور کسی کے لئے دکھ کا باعث نہ بنو اور دنگا فساد میں شامل نہ ہو۔۔۔ صبر اور دعا کے ساتھ اپنی زندگی کے لمحات گزارو مگر اہلِ ربوہ میں سے چند ایک نے اس نصیحت کو غور سے سنا نہیں اور اس پر عمل نہیں کیا اور جو فساد کے حالات جان بوجھ کر اور جیسا کہ قرائن بتاتے ہیں بڑی سوچی سمجھی سکیم اور منصوبہ کے ماتحت بنائے گئے تھے اس کو سمجھے بغیر جوش میں آ کر وہ فساد کی کیفیت جس کے پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی مخالفت کی اس تدبیر کو کامیاب بنانے میں حصہ دار بن گئے اور فساد کا موجب ہوئے۔۔۔ جنہوں نے بھی غلطی کی، غلطی کی ہے اور ہمیں اس چیز کو تسلیم کرنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ صرف انہوں نے غلطی نہیں کی بلکہ انہوں نے اپنی ناسمجھی کے نتیجہ میں دشمن کے ایک سوچے سمجھے منصوبہ میں شمولیت کی اور جماعت کے لئے بھی پریشانی کے سامان پیدا کرنے کے موجب بنے۔''

(خطبہ جمعہ 31 مئی 1974ء)

پس کبھی بھی جماعت کے خلاف کوئی تحریک ہو، کوئی زیادتی ہو، کسی قسم کا ظلم کیا جائے کبھی بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا جائز نہیں۔ اس جگہ بھی یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب بھٹو صاحب نے آئین میں ترمیم کر کے احمدیوں کو کافر قرار دینا تھا تو جماعت نے 1970ء کے انتخابات میں ان کی انتہائی پرجوش حمایت کیوں کی؟ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس بارہ میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے مجھ پر اپنا یہ منشاء ظاہر فرمایا کہ اگر مغربی پاکستان میں کوئی ایک سیاسی جماعت مضبوط اور طاقتور بن کر نہ ابھری تو استحکام پاکستان کو بڑا ہی شدید صدمہ پہنچنے کا خطرہ ہے۔۔۔ یہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کسی تفصیل میں جائے بغیر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا کیا منشاء ظاہر فرمایا تھا تاہم صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء خواب کے ذریعہ یا پرشوکت الفاظ میں ظاہر ہوا تھا کہ پیپلز پارٹی ہی ایک ایسی جماعت ہے جسے کامیاب کرنا الٰہی منشاء کے عین مطابق ہے۔

(شوریٰ 1973ء)

پس اس وقت بھٹو صاحب کی تائید بھی اذن الٰہی سے اور محض پاکستان کے مفاد میں کی گئی تھی نہ کہ اپنے کسی مفاد کی خاطر۔

تیسری مرتبہ ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق نے 1984ء میں امتناع قادیانیت

آرڈیننس کے ذریعہ ناانصافی اور ظلم کا ایک نیا دور شروع کیا جو کہ تاریخ عالم میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ 1974ء میں احمدیوں کو آئین کی نظر میں غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، اب اس پر یہ اضافہ کیا گیا کہ احمدی چونکہ ہماری نظر میں مسلمان نہیں ہیں اس لئے ان کو مسلمانوں کی طرح نظر آنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔ نہ تو براہ راست اور نہ ہی بالواسطہ طور پر۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ پہلے آپ یہ فیصلہ کریں کہ فلاں شخص انسان نہیں ہے بلکہ بکرا ہے۔ پھر یہ کہیں کہ چونکہ وہ میرے نزدیک انسان نہیں بلکہ بکرا ہے اس لئے اب وہ انسانوں کی طرح دوٹانگوں پر چل نہیں سکتا اور انسانوں کی طرح کھانا پکا کر نہیں کھا سکتا اسے گھاس کھانی چاہئے اور بکرے کی آوازیں نکالنی چاہئیں۔ چنانچہ احمدیوں کے لئے سلام کرنا، قرآنی آیات لکھنا، مساجد کو مساجد کہنا وغیرہ ایک لامتناہی سلسلہ ممنوعہ امور کا قرار دیا گیا جس کا دائرہ شادی کے کارڈوں پر بسم اللہ لکھنے اور عید کے موقع پر قربانی کرنے تک ممتد ہو چکا ہے۔

دنیا کی تاریخ میں یہ سلسلہ اس لئے انوکھا ہے کہ قرآن کریم کے مطابق آج تک ہر قوم نے یہ کہا کہ جن چیزوں پر ہم ایمان لاتے ہیں انبیاء کے ماننے والے بھی انہی چیزوں پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ الٹا اس بات پر غصہ کیا جا رہا ہے کہ احمدی ہماری طرح عبادت کیوں کرتے ہیں، وہی قرآن کیوں پڑھتے ہیں۔ اسی طریق پر مساجد کیوں تعمیر کرتے ہیں وغیرہ۔ عذر اس بات کا کیا ہے؟ کوکا کولا! اب آپ سوچیں گے کہ یہ کیا بات ہوئی؟ تو بات یہ ہوئی کہ پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے 1988ء میں یہ قرار دیا ہے کہ جس طرح کوکا کولا کے نام کے ساتھ کوئی اور کمپنی اپنا مشروب فروخت نہیں کر سکتی اسی طرح ہم کسی کو، جسے ہم مسلمان نہیں سمجھتے، یہ اجازت نہیں دیں گے کہ وہ مسلمانوں کی طرح شکل وصورت اختیار کرے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے۔ یعنی مذہب ان کے نزدیک ایک کمرشل پراڈکٹ ہے جس کے کاپی رائٹ ان کے پاس ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں نے کہا کہ جس حد تک ہو سکے ہماری نقل کرو۔ کسی ایک نبی نے بھی یہ نہیں کہا کہ جو دین میں لایا ہوں اس پر کوئی دوسرا عمل نہیں کر سکتا۔ لیکن پاکستان کی سپریم کورٹ کا خیال اس سے مختلف ہے۔

بہر حال 1984ء کے اس آرڈیننس کے بعد سے تو مسلسل مظالم اور سختیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ 1984ء سے اب تک 275 احمدیوں کو شہید کیا گیا ہے! 2000ء میں گھٹیالیاں میں مسجد میں 5 احمدیوں کو شہید کر دیا گیا، اسی سال تخت ہزارہ میں بھی مسجد میں 5 احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ 2008ء میں مونگ میں مسجد میں 8 احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ اور 2010ء کا لاہور کی دو مساجد میں 80 سے زائد احمدیوں کی شہادت کا واقعہ تو دنیا بھر کی خبروں میں رپورٹ ہوا۔ بداخلاقی اور ذہنی پستی کی یہ حالت ہے کہ اس دردناک واقعہ پر جب ایک سیاستدان نے احمدیوں کو ''ہمارے بھائی'' کہا تو الٹا ان پر یہ تنقید شروع ہو گئی کہ احمدیوں کو بھائی کیوں کہا ہے! 2014ء میں گجرانوالہ میں تین احمدی خواتین کو گھروں میں بند کر کے باہر سے آگ لگا دی گئی جس وہ شہید ہو گئیں۔ سینکڑوں لوگ باہر جمع تھے مگر کسی نے بچانے کی کوشش نہ کی۔ اکثر واقعات میں پولیس اطلاع کے باوجود کچھ نہیں کرتی۔ پولیس والے یا تو خود اسی ہیجان میں مبتلا ہوتے ہیں یا پھر اپنی جان بچانے کی خاطر لاتعلق بن جاتے ہیں۔

321 سے زائد احمدیوں پر توہین رسالت کے مقدمات قائم کئے گئے جس کی سزا موت ہو سکتی ہے۔ کئی ہزار احمدیوں پر دیگر مقدمات بنائے گئے۔ 106 مساجد شہید کی گئیں یا ان پر قبضہ کر لیا گیا یا بند کر دی گئیں۔ جماعت کی کتب پر پابندی ہے۔ جماعتی ویب سائٹس تک رسائی بند ہے۔ قبرستانوں میں 25 سال پرانی قبریں اکھیڑ دی گئی ہیں۔ گھروں میں، کلینک پر، بس سٹاپ پر، بازار میں، مساجد میں، غرض ہر ممکنہ جگہ پر احمدیوں کو شہید کیا گیا ہے یہاں تک کہ عدالتوں کے اندر بلکہ جیل کے اندر بھی احمدی محفوظ نہیں۔ وہاں بھی ختم نبوت کے نام پر ان کو شہید کیا گیا۔

کیا اس سے احمدیوں کے حوصلے پست ہوئے؟ نہیں بلکہ بڑھے۔ چنانچہ واقعہ لاہور کے متعلق خطبہ میں حضور ایدہ اللہ نے بیان فرمایا کہ:

ہم نے تو یہ نظارے دیکھے ہیں کہ باپ کے شہید ہونے پر اس کے نو دس سالہ بیٹے کو ماں نے اگلے جمعہ مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے بھیج دیا اور کہا کہ وہیں کھڑے ہو کر جمعہ پڑھنا ہے جہاں تمہارا باپ شہید ہوا تھا تا کہ تمہارے

ذہن میں یہ رہے کہ میرا باپ ایک عظیم مقصد کے لئے شہید ہوا تھا۔ تا کہ تمہیں یہ احساس رہے کہ موت ہمیں اپنے عظیم مقصد کے حصول سے کبھی خوفزدہ نہیں کرسکتی۔ جہاں ایسے بچے پیدا ہوں گے، جہاں ایسی مائیں اپنے بچوں کی تربیت کررہی ہوں گی وہ قومیں کبھی موت سے ڈرا نہیں کرتیں۔ اور کوئی دشمن، کوئی دنیاوی طاقت ان کی ترقی کو روک نہیں سکتا۔

(شہدائے لاہور صفحہ 203۔204)

وہ جنونیت، جو کہ مذہب کے نام پر ملا نے احمدیوں کے خلاف پھیلائی تھی، اب اتنی طاقتور ہو چکی ہے کہ اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔ پاکستانی ہوں یا غیر ملکی سری لنکن، مسیحی، ہندو ہوں یا مسلمان ہر ایک اب اس جنون کا نشانہ بن رہا ہے۔ احمدی تو روزانہ اس کا نشانہ بنتے رہتے ہیں۔ کہیں احمدی طلباء کو یونیورسٹیوں اور کالجوں سے نکال دیا جاتا ہے، کہیں احمدی اساتذہ کو تعلیم دینے سے روک دیا جاتا ہے، کسی جگہ احمدی دکانداروں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے، کہیں احمدی ڈاکٹروں کو شہید کیا جا رہا ہے، کہیں احمدیوں کو نوکری سے نکالا گیا ہے۔ ختم نبوت کا حلف اور حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق مخاصمانہ بیان پر دستخط کے بغیر نہ شناختی کارڈ بن سکتا ہے نہ پاسپورٹ نہ ہی ووٹ۔ بلکہ حال ہی میں نکاح ناموں میں بھی ختم نبوت کا حلف شامل کر لیا گیا ہے۔ گلی بازاروں میں جماعت کے خلاف کھلے عام بینز آویزاں ہیں۔ بے شمار دکانوں میں احمدیوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ دیواروں پر احمدیوں کو اسلام اور پاکستان کا غدار قرار دینے کے نعرے لکھے ہیں۔ اور یہ سب کچھ مقامی آبادی، مقامی انتظامیہ اور صوبائی یا وفاقی حکومت کی تائید سے کیا جاتا ہے۔

1984ء میں مظالم کے اس نئے زمانہ کی بنیاد ضیاء الحق صاحب نے اپنے آرڈیننس سے رکھی تھی۔ بھٹو صاحب ہی کی طرح ان کا انجام بھی عبرت ناک ہوا۔ حد سے زیادہ مظالم کے نتیجہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے انہیں دعوتِ مباہلہ دی اور اس کے نتیجہ میں مقرر مدت کے اندر ضیاء الحق صاحب 1988ء میں بہاولپور میں نامعلوم طریق پر دوران پرواز ہلاک ہوگئے اور یوں حضورؒ کی اس دعا کی قبولیت کے مظہر بن گئے کہ:

تمہیں مٹانے کا زعم لے کر اٹھے ہیں جو خاک کے بگولے
خدا اڑا دے گا خاک ان کی کرے گا رسوائے عام کہنا

یہاں ضمناً یہ عرض کر دوں کہ 1990ء میں میں نے حضورؒ کی خدمت میں لکھا کہ بہاولپور سے یہ فتنہ اٹھا تھا کیونکہ سب سے پہلے احمدیوں کو ریاست بہاولپور نے غیر مسلم قرار دیا تھا، اور بہاولپور ہی میں اپنے انجام کو پہنچا۔ اذا ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ۔ ان شاء اللہ اب ضیاء الحق جیسا پھر نہیں آئے گا۔ حضورؒ نے اس پر تحریر فرمایا کہ یہ اچھا نکتہ ہے اسے پھیلانا چاہئے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد میں آپ کے سامنے بھی پیش ہے۔

بیوقوف سیاستدان سمجھتے ہیں کہ احمدی تھوڑی سی تعداد میں ہیں ان کی قربانی دے کر وہ اپنی سیاست چمکا لیں تو کیا برا ہے۔ چنانچہ مذہب کارڈ کھیلا جاتا ہے اور اپنے آپ کو ختم نبوت کا سپاہی کہا جاتا ہے، بلا وجہ ہی احمدیوں کے خلاف بیانات دیئے جاتے ہیں۔ گویا ہر کوئی ہم پر اپنی چھری تیز کرتا ہے۔ لیکن یہ رویے پھر سارے معاشرے کو دکھ سے بھر دیتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں

''جس چھری کو تم آج ہماری گردن پر چلنے کی اجازت دو گے خدا کی قسم وہ چھری ضرور تمہاری گردن پہ چلائی جائے گی۔ یہ وہ تقدیر ہے جسے تم تبدیل نہیں کر سکتے اور کبھی کسی نے تبدیل نہیں کیا۔ لیکن ہماری گردن کی حفاظت کی خدا نے ضمانت دی ہے۔۔۔ ہزاروں مرتبہ یہ چھریاں چلائی گئی ہیں اور آزمائش پہ آزمائش ہم پر گزر چکی ہے مگر تیز سے تیز چھری نے بھی جماعت کے سر کو جماعت کے تن سے جدا نہیں کیا۔ نہ پہلے کر سکے تھے نہ آج کر سکتے ہو نہ کل کر سکو گے۔ مگر جن چھریوں کو تم نے اجازت دی اور اگر تم نے اجازت دی تو وہ جب تمہارے اُوپر چلائی جائیں گی تو گہرے وار کریں گی اور گہرے زخم چھوڑیں گی اور ہوسکتا ہے تمہارے وجود کی بقا کو ہی خطرے میں ڈال دے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جنوری 1989ء)

دیکھ لیں اب یہی ہو رہا ہے۔ ایسی مذہبی تنظیمیں وجود میں آ چکی ہیں اور اتنی طاقت پکڑ چکی ہیں کہ کسی حکومت میں ان کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں۔ ملا کھلے عام حکومتوں کو الٹی میٹم دیتے ہیں اور حکومتیں ان سے پرامن طور پر

واپس جانے کی درخواستیں کرتی پھرتی ہیں۔ کسی شدت پسند تنظیم کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے اور وہ اگلے دن سرِ عام انتخابات میں حصہ لے رہی ہوتی ہے۔ مجال ہے جو کوئی ان کو کچھ کہہ سکے۔

پاکستان میں مظالم کی یہ تاریخ سن کر یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ یہ باتیں صرف پاکستان تک یا انڈونیشیا اور الجزائر تک ہی محدود ہیں اور ترقی یافتہ اور مہذب ممالک میں ایسا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کہاں کیا ہوگا لیکن وہ دائمی سنت جس کا آغاز میں ذکر کیا گیا تھا سب دنیا پر حاوی ہے۔ جہاں بھی جماعت ترقی کرے گی، اور جب بھی کسی جگہ یہ بات واضح ہوگی کہ احمدیت غالب آنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اس کے خلاف ردِعمل ہوگا۔ ایسے وقت میں پھر کسی تہذیب کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ یہودیوں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا، جس طرح ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں اور بوڑھوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جانوروں کی طرح ہانک کر انتہائی انسانیت سوز حالت میں زہریلی گیس سے قتل کیا گیا وہ کوئی صدیوں پرانا واقعہ نہیں ہے۔ سیاہ فام لوگوں سے ظالمانہ سلوک ابھی کل کی بات ہے بلکہ بعض صورتوں میں اب تک جاری ہے۔ مشرق میں بھی ترقی یافتہ قوموں نے سخت انسانیت سوز مظالم کئے اور بعض اس وقت بھی جاری ہیں اور مغرب میں بھی۔ ہمارے لئے جائے پناہ صرف ایک ہی ہے:

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

پس ہمارے لئے عافیت کا حصار مہیا کر دیا گیا ہے۔ جو کہ اس وقت قدرت اولیٰ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے جانے کے بعد قدرت ثانیہ یعنی خلافت احمدیہ کی صورت میں ہمارے درمیان موجود ہے۔ لیکن وہ، جو ظلم کرتے ہیں یا آئندہ کریں گے، ان کے لئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے الفاظ میں یہ جواب ہے:

''میری رُوح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ مجھے خدا سے ابراہیمی نسبت ہے۔ کوئی میرے بھید کو نہیں جانتا مگر میرا خدا۔ مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ مَیں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔۔۔ (ملا کہتے ہیں ناں کہ یہ انگریزوں کا لگایا ہوا پودا ہے، انگریزوں کو گئے 75 سال ہو گئے اور ملاؤں نے اپنا سارا زور لگا لیا، لیکن کیا حاصل ہوا؟)۔۔۔ آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟''

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 472-473)

پھر فرمایا: ''اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دُعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دُعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے اور مُنہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔۔۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سُستی کروں اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر کچلنا چاہیں۔۔۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔۔۔ خدا سے مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔''

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 50)

مظالم کا یہ دوران شاء اللہ بہت جلد ختم ہو جانے والا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی دائمی اور غیر محرف و غیر مبدل سنت كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلہ: 22) کے موافق بہرحال احمدیت نے غالب آنا ہے۔ چنانچہ 1903ء میں حضورؑ نے فرمایا:

اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا

وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلاوے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔۔۔ ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں، سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66-67)

اس پیشگوئی پر 2053ء میں نصف زمانہ یعنی 150 سال گزر جائیں گے۔ پس مظلومیت کے تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں جن میں صدق و وفا دکھانے کا موقع ہے۔ پاکستان کے احمدیوں نے، اور ملیشیاء اور الجزائر اور بنگلا دیش اور انڈونیشیا اور ہندوستان اور افغانستان کے احمدیوں نے بھی، ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنے اس عہد میں جو انہوں نے مسیح موعودؑ کے ساتھ باندھا ہے سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ قربانیاں قبول فرمائے اور جلد احمدیت کے غلبہ کے دن ہمیں دکھائے۔ آمین۔

۞۞۞۞۞۞

۞۞۞۞۞

31

وفاتِ مسیحؑ

”یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور اُن کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریمؑ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اُترا تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰؑ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے“ [تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن ۲۰-۶۷]



فتحِ عظیم

مبارک احمد ظفر

خدائے پاک کی غالب ہوئی تقدیر زائن میں
بفضل ایزدی آئے ہمارے میر زائن میں
خدا کے برگزیدہ نے دعاؤں کے جو چھوڑے تھے
نشانے پر لگے آ کر وہ سیدھے تیر زائن میں
ہوئی مرزا غلام احمد کی جے جے کار دنیا میں
نظر آئی نمایاں اسکی ہی تصویر زائن میں
”خدا رسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا“
بعینہ یہ سچی ہو گئی تحریر زائن میں
یہاں پر ایک مرکز بن گیا توحید خالص کا
یہاں گونجا کریں گے نعرۂ تکبیر زائن میں
یہ اک لاریب ہے فتح عظیم اس عہد حاضر کی
جو مسجد ایک دیوانوں نے کی تعمیر زائن میں
یہ مسجد نور مصطفوی کا ہو گا ایک سرچشمہ
دلوں کی خوب ہوگی اس سے اب تطہیر زائن میں
یہاں سے روز پنجوقتہ خدا کا نام گونجے گا
بڑھے گی اس سے اب اسلام کی توقیر زائن میں
قیادت میں ظفر ہم حضرت مسرور احمد کی
چلائیں گے محبت کی یہاں شمشیر زائن میں

۞۞۞۞۞۞

۞۞۞۞۞



بھیرہ ۔ایک قدیم تاریخی شہر

(انجینئر محمود مجیب اصغر)

قرية وهي خاوية على عروشها

(جو اپنی چھتوں کے بل گرا ہوا ہے)

لاہور اسلام آباد موٹر وے کے عین وسط میں دریائے جہلم کے کنارے ایک قدیم تاریخی شہر بھیرہ آباد ہے جس کا آج کل اخباروں اور سوشل میڈیا پر بہت چرچا ہے۔حال ہی میں روزنامہ ایمرا17اکتوبر 2021ء میں ایک فیچر چھپا ہے جس میں بھیرہ کی آرکیٹیکچر ل تاریخی عمارات،شیر شاہ سوری کی بنائی ہوئی جامع مسجد، ہندوؤں کے اجڑے ہوئے مندروں،شہر کے وسط میں سکھوں کے گرو دوارہ (جو اب امام بارگاہ ہے) اور گنجان آباد آپس میں جڑے ہوئے محلوں اور مصنوعات وغیرہ کا ذکر ہے بھیرہ کی مثال ایک قریہ کی طرح ہے جو سو سال سے اپنی چھتوں کے بل گرا ہوا ہے۔

بھیرہ سنسکرت کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے ایسی جگہ جس میں کوئی خوف نہیں یہ ایک خوبصورت قلعہ بند شہر ہے جس کے اردگرد بیضوی سرکلر روڈ اور شہر میں داخل ہونے کے لئے مغلیہ سٹائل کے آٹھ محرابی دروازے ہیں شہر کے مشرق میں وکٹوریہ دور کا ریلوے سٹیشن جو بھیرہ ملکوال کی برانچ ریلوے لائن کا ٹرمینل سٹیشن تھا (اب abadoned ہے)

یہ بھی لکھا ہے کہ بھیرہ برصغیر پاک و ہند کی ایک قدیمی بستی ہے جس کی ابتدائی تاریخ ماضی کے گم شدہ اوراق کی طرح ناپید ہے

خوشکن خبر یہ ہے کہ بقول جناب ڈائریکٹر جنرل صاحب والڈسٹی اور بھیرہ کے اسسٹنٹ کمشنر صاحب اس شہر کی Renovation کر کے اسے ٹورسٹ سنٹر بنایا جائے گا جو سیاحوں کی دلچسپی کا باعث بن جائے گا خدا کرے کہ ایسے ہی ہو

وطن کی محبت

میرے آباؤ اجداد کا تعلق بھی اسی تاریخی شہر سے ہے اور میری پیدائش بھی بھیرہ ہی کی ہے میں نے میٹرک تک تعلیم بھیرہ میں ہی حاصل کی کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم کے بعد اپنے پروفیشنل کریئر میں ساری عمر رولنگ سٹون بنا رہا موجودہ پاکستان کے چاروں صوبوں کے علاوہ دارلحکومت اسلام آباد میں بھی کام کرنے کا موقع ملا اور سمندر پار بھی کام کیا لیکن اپنے وطن کی محبت کو ایمان کا جزو سمجھتے ہوئے کبھی دل و دماغ سے محو نہیں کر سکا۔

شہر میں داخل ہونے کے آٹھ دروازے (phenomenal architectural gates)

تین مربع میل پر پھیلے ہوئے قلعہ نما شہر (walled city) میں داخل ہونے کے لئے آٹھ خوبصورت محرابی دروازے ہیں

1) ملتان کی سمت میں ۔ملتانی گیٹ (لوکل نام لالو والا دروازہ) سن تعمیر 1865

2) لاہور کی سمت میں ۔ لاہوری گیٹ (لوکل نام گنج والا دروازہ) سن تعمیر 1869

3) چنیوٹ کی سمت میں ۔ چنیوٹی گیٹ (چک والا دروازہ) سن تعمیر 1865

4) کابل کی سمت میں ۔ کابلی گیٹ (چڑی چوگ والا دروازہ) سن تعمیر 1863

5) کشمیر کی سمت میں ۔کشمیری گیٹ (لوکل نام چٹی پلی والا دروازہ) سن تعمیر 1863

6) پپیراں والا دروازہ

7) حاجی گلاب والا دروازہ سن تعمیر 1865

8) لوہاراں موری والا دروازہ سن تعمیر 1873

یہ دروازے اس وقت کے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر شاہ پور کے انگریز ڈپٹی کمشنر کیپٹن ڈبلیو جی ڈیوس (Capt WG Davies) نے بنوائے تھے

بھیرہ والڈسٹی کے کئی محلہ جات ہیں جو آپس میں جڑے ہوئے ہیں کہتے ہیں زمانہ قدیم سے دنیا کے نقشہ پر یہ ایک اہم تجارتی اور ثقافتی مرکز تھا چین اور سمرقند تک ان کی تجارت تھی ہندو مہاراجوں نے بھی یہاں حکومت کی بھیرہ شہر کے وسط میں ایک محلہ شیش محل کہلاتا ہے بلراج ساہنی کے بھائی بھشام ساہنی نے اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر کیا ہے کئی محلہ جات ہندوؤں کے نام سے ہیں ملا چوپڑہ منڈی۔شہر کے باہر دریائے جہلم کے کنارے چند ویران مندر اب بھی ہیں

شہر کے وسط میں سکھوں کا ایک شاندار گرودوارہ ہے۔شیر شاہ سوری نے یہاں ایک شاندار شاہی مسجد تعمیر کروائی تھی جو چنیوٹی گیٹ (چک والا دروازہ) کے باہر ہے۔وکٹوریہ دور میں یہاں گورنمنٹ ہائی سکول قائم ہوا تھا جس میں کئی نامور شخصیات جیسے سابق وزیر اعظم پاکستان سر فیروز خان نون نے تعلیم حاصل کی یہ شہر علوم وفنون کا مرکز رہا ہے۔

بھیرہ کی نامور شخصیات (celebrities)

وکی پیڈیا پر جن نامور شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں اوّل نمبر پر حکیم نور الدین صاحب کا نام ہے لکھا ہے

First Caliph of ,Hakeem Noor ud Din

scholar, renowned physician,Ahmadiyya

.of Arabic and Hebrew

نویں نمبر پر یہ نام ہے

Ahmadi Missionary , Maulvi Asher Ali

English Translation of theknown for his

.Qur’an



حکیم مولوی نور الدین صاحب رنبیر سنگھ مہاراجہ جموں کشمیر کے شاہی طبیب تھے آپ کے بارے میں شفا الملک جناب حکیم محمد حسن صاحب قرشی نے اپنی "بیاض خاص" میں لکھا ہے

"حکیم صاحب موصوف دور گزشتہ کے ان تین چار طبیبوں میں سے ہیں جن کا اسم گرامی ہندوستان کے طول وعرض میں غیر معمولی شہرت حاصل کئے ہوئے تھا لکھنؤ میں حکیم عبد العزیز صاحب، دہلی میں حکیم عبد المجید خان صاحب اور پنجاب میں حکیم نور الدین صاحب یہی تین ایسے طبیب تھے جو دوسرے سب طبیبوں سے ممتاز اور معالجہ میں شہرہ آفاق تھے" (بیاض خاص صفحہ 27)

آپ کے تبحر علمی اور تقوی کے بارے میں غالبا نواب وقار الملوک کی روایت ہے

"جاہل علم پڑھ کر عالم بنتا ہے اور عالم ترقی کر کے حکیم ہو جاتا ہے حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے۔جب صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے؟ قابل غور ہے اس کے جواب میں سر سید نے لکھا کہ وہ نور الدین بنتا ہے"

(حیات نور تصنیف شیخ عبد القادر سابق سوداگر مل صفحہ 217)

جماعت احمدیہ کے دیگر نامور افراد

بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب نے جب مجدد وقت اور پھر مسیح و مھدی (جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی) ہونے کا دعوی کیا تو حکیم مولانا نور الدین اولین مصدقین میں سے تھے اور 23 مارچ 1889 اوّل نمبر پر انہوں نے ہی بیعت کی چند سال کے اندر ان کے عزیز واقارب اور بھیرہ کے ہر طبقہ، ہر گلی محلہ کے متقی لوگوں نے بیعت کر لی محلہ حکیماں سے حکیم حافظ فضل دین صاحب، سادات میں سے قاضی سید امیر حسین فاضل (پروفیسر عربی مدرسہ امرتسر) بعد میں ان کے بھائی قاضی سید غلام حسین، مفتیوں میں سے مفتی

محمد صادق (جو امریکہ کے پہلے مبلغ ہوئے)، مفتی حکیم فضل الرحمن، سکالرز میں سے مولوی محمد دلپذیر (40 کتب کے مصنف اور شاعر) اور منشی خادم حسین فاضل (جو شیعہ مسلک کے تھے)، صوفیا میں سے قریشی غلام حسین (جن کے سینکڑوں مرید تھے انہیں مرزا صاحب نے تحفہ کے طور پر اپنی ہیڈ سٹک بھجوائی تھی جو ان کے پوتے قریشی احمد حسن کے گھر محفوظ ہے)،

غلام محمد گلگتی (جو گلگت اور لداخ کے پولیٹیکل ایجنٹ ہوئے)، محلہ شیش محل سے شیخ محمد شفیع قانون گو، پراچگان میں سے شیخ محمد امین ، قریشیوں میں سے حضرت حکیم نور الدین صاحب کے بھائیوں بہن کی اولاد قریشی محمد شفیع، قریشی حافظ محمد ابن مولوی سلطان احمد، قریشی مولوی سردار محمد، قریشی شا سوار، قریشی دوست محمد، مخدوموں میں سے مخدوم محمد صدیق، وڈ کارونگ اور آرٹس کے ماہرین جمعہ خان اور محمد بخش (جنہیں اپنے فن میں مہارت کی وجہ سے برطانوی راج نے 1980 کی دہائی میں انگلینڈ بھجوایا جہاں ان دونوں نے دربار ہال ہاسٹنگ میوزیم اینڈ آرٹ گیلری کی تعمیر کی)، کئی صنعت کاروں نے جن میں سے ایک حافظ قرآن تھے کو احمدیت میں شامل ہونے کی توفیق ملی، راقم الحروف کے اباؤ واجداد اور بیسیوں متوسط طبقہ کے لوگوں کو بھی جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے کئی مواقع پر بھیرہ کے حکیم نور الدین، ان کے ساتھیوں اور بھیرہ والوں کی بہت تعریف کی ہے بھیرہ کو قادیان سے خاص نسبت دی ہے اور فرمایا ے بھیرہ سے ہمیں نصرت پہنچی ے حضرت بانیٔ احمدیہ کے وصال کے بعد آپ کے پہلے خلیفہ ہونے کا شرف بھی بھیرہ کے حکیم مولوی نور الدین صاحب کو حاصل ہے

بعد میں بھیرہ کے ایک خاندان بھیرہ سے ہجرت کر کے قادیان ربوہ اور پاکستان کے بڑے شہروں اور یورپ امریکہ میں ہجرت کر گئے اور اب بھیرہ کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی گھر اپنی چھتوں کے بل گرا ہوا ہو

بھیرہ کی دیگر نمایاں خصوصیات

وکی پیڈیا کے مطابق دیگر نمایاں خصوصیات درج یل ہیں

بلراج ساہنی، بولی وڈ ایکٹر اینڈ رائیٹر

بیربل ساہنی، ماہر رکازی نباتات paleobotanist

محمد کرم شاہ الازہری سابق جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان، اسلامک سکالر۔ احسان الحق پراچہ فنانس منسٹر آف پاکستان 1988۔1990

جے سی انند، فلم پروڈیوسر اینڈ ڈسٹریبیوٹر، بانی ایورریڈی پکچرز

بشیر اے طاہر ستارہ امتیاز

نیلو پاکستانی فلم ایکٹریس

تعلیمی ادارے

پارٹیشن سے پہلے ضلع بھر میں بھیرہ میں دو سکول تھے

کنگ جارج ہائی سکول بھیرہ

کپر ارام اینگلو سنسکرت ہائی سکول بھیرہ

(بحوالہ امپیریل گزٹیر آف انڈیا (والیوم 8)

The town possesses an Anglo Vernacular high school (K.G. High School,

popularly known as Govt School managed by the Education Department and an unaided Anglo Sanskrit High School) commonly known as the Arya School(besides a Government Dispensary(1908p:100(Both the schools were the recognised institutions of the Punjab University(

پریس اینڈ پبلیکیشنز

بھیرہ سے ایک "دوست ہند" نامی اخبار نکلتا تھا جس کی پرنٹنگ Lipson Press Lahore. سے ہوتی تھی

بھیرہ میں ایک "مفتاح الاسرار" پریس بھی تھا جو بھیرہ کے مشہور مفتی خاندان کی ملکیت تھا اس کی چھپائی کے نمونے نیشنل آرکائیوز اسلام آباد کے مفتی کلیکشن مین دیکھے جا سکتے ہیں

بھیرہ کی مصنوعات

بھیرہ کی مصنوعات میں wood work carving اور smithy crafts کو بڑی اہمیت رہی ہے بھیرہ میں carved wooden (balconies was ,doors,jharokas frames,windows the unique feature of the carpenters and wood carvers of Bhera اسی بنا پر جمعہ خان اور محمد بخش کو برطانیہ لے جایا گیا جہاں انہوں نے at Hasting construction of Darbaar Hall Museum and Art gallery پر کام کیا اور بڑاا انعام حاصل کیا اسی لئے بھیرہ کو once a town of buildings and craft کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔بھیرہ کی مصنوعات میں سمتھی کرفٹس کو بھی خاص اہمیت رہی ہے

Smithy crafts of Bhera_Swords, draggers, Cutlery , Walking Sticks etc

An Excerpt from Craft and Craftsmen of Punjab

"At the time when Bhera wood crafts was at the verge of disappearance, Kipling , the Principal of Mayo School of Arts and Creator Lahore Museum came to its rescue .Through his offices wood carvers of Bhera were employed by the Kensington School of Art, London .They were paid all the travel expenses as well as an adequate monthly salary ....It was due to his endeavours that this dying craft of Bhera got a new leace of life for about another century or so.For many years Bhera's wood carvers produced a regular supply for the foreign market.

بھیرہ کی مہندی (حنا)،بھیرہ کی پھینیاں،بھیرہ کا پتیسا،سلک کی لنگیاں اور بھیرہ کی بڑیاں (یاوڑیاں) بہت مشہور ہیں اور ملک سے باہر بھی پسند کی جاتی ہیں

❁❁❁❁❁❁❁



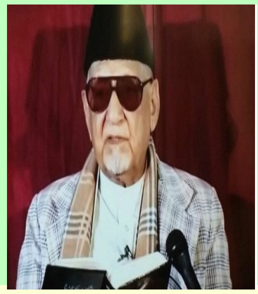
غزل

راجا عبدالرحیم

کچھ تو دیں کی حالت پے تھی حیرانی سی
اور تھی مُلا کی سوچ بھی شیطانی سی
قوم پر تھی اک حالتِ ہیجانی سی
گفتگو غیر سے ہو گئی بے معنی سی
آسماں پر اک جوشِ وفا جاگا
اُترا میداں میں مسیح تو دشمن بھاگا
کردیئے دور کلیساوں کے الزام سارے
قوم اپنی کو سمجھا دیئے اکرام سارے
دکھا دیئے غیر کو محمدؐ کے مقام سارے
اور اُلفت کے دے دیئے پیغام سارے
کر دیا زندہ دینِ محمدؐ دل میں
بھر دیا جوشِ ایماں ہر اک دل میں
جو بھی پایا ہے طاعت سے محمدؐ کی
نغمہ نکلا ہے لے سے محمدؐ کی
خم اپنا ہے مے ہے محمدؐ کی
بات کرتا ہے خدا وساطت سے محمدؐ کی
میں تو بن کر آیا ہوں غلام اس کا
اک مسیح نے پہنچا دیا پیغام اس کا

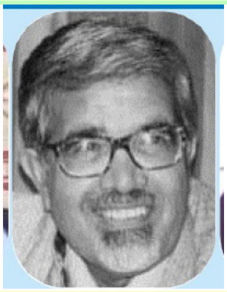
❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁❁



استاذی المحترم چوہدری محمد علی صاحب

مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب



حیف کہ ایک صدی تک ’’اشکوں کے چراغ‘‘ جلانے والا بجھ گیا۔ایک شمع تھی دلیل سحر سو خموش ہے۔تعلیم الاسلام کالج کی ایک صدی کی تاریخ چوہدری محمد علی صاحب کے ساتھ دفن ہوگئی۔افسوس از قبیلہ مجنوں کسے نہ ماند!استاذی المحترم چوہدری محمد علی کو یاد کرنے بیٹھا ہوں تو کوئی لفظ اور فقرے ذہن میں آئے ہیں مگر کوئی بھی میرے اصل جذبات کا ترجمان نہیں بن سکا۔ان کی ذات اظہار کی ان تمام صورتوں سے کہیں بلند تھی۔وہ استاد تھے مگر استادوں جیسے نہیں تھے شاعر تھے مگر خود کو شاعر نہیں کہتے یا سمجھتے تھے کھیل کے میدان میں بھی انہیں یکساں مقبولیت حاصل تھی مگر کھلاڑی نہیں تھے۔وہ صرف احمدی تھے اور خلافت کے شیدائی اور بس!چوہدری صاحب نے جوانی کے اس زمانہ میں احمدیت قبول کی جسے جوانی دیوانی کا نام دیا جاتا ہے اور دیوانوں کی طرح احمدیت سے وابستہ ہوئے اور آخر دم تک وابستہ رہے۔

میرا ان سے پہلا پہلا تعارف کالج میں داخل ہونے کے بعد ہوا۔کالج میں داخلہ کے ساتھ ہی مجھے پرنسپل صاحب نے المنار کے ایڈیٹوریل بورڈ میں شامل کر دیا۔میں نے پرنسپل صاحب کی ایک محفل میں چوہدری صاحب کی ایک غزل سنی اپنی یادداشت کے زور پر اسے کاغذ پر اتارا اور المنار کے اگلے شمارہ میں اسے شائع کر دیا۔المنار چھپ کر آیا تو کالج میں ایک طوفان برپا ہوگیا۔معلوم ہوا چوہدری صاحب میری اس حرکت پر سخت نالاں ہیں۔حتیٰ کہ میں کسی کام سے پرنسپل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو پرنسپل صاحب نے مسکرا کر فرمایا’’خیر مناؤ۔چوہدری صاحب ناراض ہیں۔‘‘ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ چوہدری صاحب پرنسپل کے کمرہ میں داخل ہوئے دیکھا کہ حضرت پرنسپل صاحب میرے ساتھ محبت سے مسکرا کر بات کر رہے ہیں تو ان کا سارا غصہ کافور ہوگیا۔پرنسپل صاحب نے ہنس کر فرمایا’’لیجئے آپ کا ملزم حاضر ہے۔‘‘چوہدری صاحب کی آنکھوں سے جھڑی لگ گئی ہمیں کیا کہتے سنتے۔ہم حق دق حیران کھڑے کبھی انہیں دیکھتے کبھی پرنسپل صاحب کی جانب نگاہ اٹھاتے۔آخر چوہدری صاحب نے صرف اتنا فرمایا آئندہ میری کوئی چیز المنار میں شائع نہ کریں اور ہمیں اجازت مل گئی اور چوہدری صاحب کی طرف سے معافی بھی۔چوہدری صاحب کی طبیعت میں رقت بہت تھی حساس بھی بہت تھے۔طالب علموں کی تکلیف ان سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔کوئی طالب علم دلگیر لہجہ میں بات کرتا تو اس کے ساتھ رونے لگتے۔پرنسپل کا نام لیتے تو رقت سے لیتے اور جب حضور خلافت پر فائز ہوگئے تو جب بھی حضور کا نام زبان پر آتا تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔یہی حال خلیفہ ثانی اور خلیفہ رابع کے ذکر کا تھا۔ادھر نام زبان پر آیا ادھر آواز میں رقت اور آنکھوں میں آنسو آگئے۔(یہ تو ان کی وفات کے بعد پتہ چلا کہ پہلے پہل احمدیت سے مولانا ظہور حسین صاحب بخارا کے ذریعہ متعارف ہوئے تھے۔مولانا کا یہی رنگ تھا رقت ان کی بھی باتوں کی جزو عظیم تھی۔)

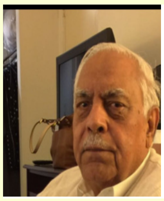
اس پہلے معرکہ کے بعد ہمارے ساتھ انتہائی محبت اور مہربانی کا سلوک فرمانے لگے۔کبھی کبھی اپنا کلام بھی سناتے۔ایک دو بار ایسا بھی ہوا کہ سناتے سناتے رک کر ہمیں پوچھا کیوں بھئی یہ مصرعہ ٹھیک ہے نا؟ایک ادنیٰ طالب علم کے ساتھ ایسا سلوک وہی روا رکھ سکتا ہے۔جو وسیع القلب اور حوصلہ مند ہو۔مدت العمر ہمارے ساتھ محبت کا سلوک روا رکھا۔مدتوں بعد لندن میں ملاقات ہوئی تو گلے لگا کر بہت روئے فرمایا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح کا ارشاد ہے۔شعر لوگوں کو سنایا کرو اب ربوہ میں کوئی ایسا نہیں ملتا جسے شعر سنانے کو جی چاہے۔یہ ان کی محبت تھی ورنہ ربوہ تو اہل ذوق کا ہرا بھرا چمن تھا۔دراصل شعر سنانا ان کی طبیعت کے خلاف تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی محبت میں محفلوں میں شعر سنانے لگے تھے۔مگر چھپوانے پر راضی نہیں ہوتے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اصرار کر کے ان کا مجموعہ مرتب

کروایا اور چھپوایا۔ میں نے اس پر تبصرہ لکھا تو ان کی کتاب کو اکیسویں صدی کی غزلات الغزلات قرار دیا۔ حضرت اقدس حلقہ الخامس کا فون پر پیغام آیا کہ ''اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے تبصرہ کو قادیان سے چھپنے والے ایڈیشن پر بطور دیباچہ شائع کر دیا جائے۔'' میں نے کہا زہے نصیب کہ حضرت اقدس اپنے ایک ادنیٰ غلام سے یہ بات کہہ رہے ہیں اور بہ نفسِ نفیس چوہدری صاحب کے کلام کے دیباچہ کی طرف اتنی توجہ دے رہے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ چوہدری صاحب کے کلام میں اتنی بلاغت و لطافت تھی کہ سننے والا دنگ رہ جاتا تھا۔

کالج کے سٹاف کے سینئر اساتذہ میاں عطاء الرحمٰن، صوفی بشارت الرحمٰن، چوہدری محمد علی، محبوب عالم خالد، ڈاکٹر سلطان محمود شاہد، پروفیسر حبیب اللہ خاں اور ڈاکٹر نصیر احمد خاں سب کے سب پرنسپل مرزا ناصر احمد کے عاشق تھے۔ کالج کی سٹاف میٹنگز میں ان لوگوں کا رکھ رکھاؤ ایسا تھا۔ گویا کسی پرنسپل سے نہیں کسی محبوب سے باتیں کر رہے ہیں۔ ادھر پرنسپل کی طرف سے کوئی حکم موصول ہوتا ادھر سب اس کی تعمیل میں سرگرم ہو جاتے۔ چوہدری محمد علی اس محبت میں بھی نمایاں تر تھے۔ انہیں تو کالج کے علاوہ ہاسٹل کا انتظام بھی کرنا ہوتا تھا پرنسپل کی طرف سے کوئی حکم آجاتا تو سب کام چھوڑ چھاڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ بہ نظر ظاہر چوہدری صاحب کو گل محمد کہا جاتا تھا۔ یعنی ''حضرت شیخ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے'' ہاسٹل کیا یک کمرہ میں رہتے تھے تو اس کمرہ سے شاذ ہی باہر نکلتے تھے بعد کو سپرنٹنڈنٹ کی کوٹھی میں منتقل ہو گئے۔ وہیں بیٹھے بیٹھے ہاسٹل کے سارے کام چلاتے تھے۔ مگر پرنسپل صاحب نے انہیں روئنگ کا نگران بنایا تو سردی ہو یا گرمی بارش ہو یا آندھی چوہدری صاحب علی الصبح دریا پر موجود ہوتے لاہور میں راوی پر اور ربوہ میں چناب پر۔ پروفیسر نصیر احمد خاں کے اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان جانے کے بعد باسکٹ بال ان کی نگرانی میں آیا۔ ماسٹر فضل داد صاحب تو کھلاڑیوں کو ورزش کروانے کو گراؤنڈ میں موجود رہتے ہی تھے چوہدری صاحب بھی حاضر رہتے۔ یہ کرشمہ پرنسپل کی کامل اطاعت کا تھا کہ پرنسپل کو یہ شکایت نہ ہو کہ کھیل کا نگران کھیل کی نگرانی سے غافل ہے۔ ہاسٹل میں رہنے والے بعض طلباء کو شکایت رہتی تھی کہ چوہدری صاحب کم آمیز ہیں اور ہاسٹل کے نگران کو ایک حد تک کم آمیز ہونا بھی چاہیئے مگر کھلاڑیوں کو کبھی کم آمیزی کی شکایت نہیں ہوئی۔ ہر وقت ہر ضرورت کے وقت انہیں موجود پایا گیا۔ باسکٹ بال کے بعض ایسے کھلاڑی تھے جن کے پاس پہننے کو مناسب کپڑے اور جوتے بھی نہیں ہوتے تھے مگر چوہدری صاحب نے کسی کھلاڑی کو دوسرے کھلاڑیوں کے مقابلہ میں احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونے دیا وہ یہ سب کچھ اتنی خاموشی اور وقار سے کرتے تھے کہ کسی کو کان کان خبر نہ ہوتی تھی۔ پرنسپل بن جانے کے بعد تو ان کی شخصیت بالکل ہی بدل گئی۔ پہلے روز پرنسپل کی کرسی پر بیٹھے تو رو رو کر برا حال کر لیا کہ میں اس کرسی پر کیسے بیٹھوں جس پر حضرت مرزا ناصر احمد اور قاضی محمد اسلم جیسے لوگ بیٹھا کرتے تھے۔ کالج کونسل کا پہلا اجلاس بھی یادگار رہا۔ کونسل کے سب اراکین ان کے پرانے رفقاء تھے اور سینئر صرف ایک ہم تھے جو نئے پروفیسر کے عہدے پر ترقی پاکر کالج کونسل میں شامل ہوئے تھے۔ چوہدری صاحب نے اجلاس شروع ہوتے ہی کہا کونسل کا اجلاس شروع ہوتا تھا تو پرنسپل صاحب ......اور بس ! آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ ایجنڈہ ادھر رہ گیا۔ کوئی کیا کہتا۔ بس اس پر کونسل کا اجلاس اگلے روز کیلئے ملتوی کر دیا گیا۔ ان کے پرنسپل ہونے کے بعد ہمارے اوپر ناصر باسکٹ بال کلب کی ذمہ داری آپڑی۔ دسواں نیشنل باسکٹ بال ٹورنامنٹ ہونے کو تھا حضرت صاحب کی خواہش پر کالج اس کی ذمہ داری قبول کر چکا تھا۔ قومی سطح کے ٹورنامنٹ کا میزبان تو سرگودھا ڈویژن تھا مگر کرنا سب کچھ ہمیں ہی تھا اور ہماری ہی کورٹس پر کھیلا جانا تھا۔ چوہدری صاحب نے صرف اتنا فرمایا تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ کالج کو اور حضرت صاحب کو کوئی شکایت نہ ہو کیونکہ کوئی ایسی بات ہوئی تو جماعت کے نام پر حرف آئے گا۔ یہاں ہمیں اپنے کمشنر سید قاسم رضوی مرحوم کا ذکر بھی کرنا ہے جنہیں اس ٹورنامنٹ کے انعقاد کا بہت شوق تھا اور وہ اس کام کے لئے ہمہ وقت تیار تھے۔ اس سلسلہ میں کئی بار انہیں ربوہ آنا پڑ وہ آئے کبھی خاموشی سے کبھی تقریباتی طور پر۔ ٹورنامنٹ کے سارے انتظامات ہم نے اپنے جلسہ سالانہ کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہی بنیادوں پر کئے تھے کیونکہ کوئی پانچ سو کھلاڑی اور بیشمار کلب اور ٹیمیں شرکت کر رہی تھیں۔ ان کی رہائش، خور و نوش، کھیل کی پریکٹس، لانا لے جانا، میچ سب کچھ

ہمارے ذمہ تھا اور کالج کے رضا کار اسی تندہی سے سب کچھ کر رہے تھے جیسے جلسہ سالانہ پر کرتے ہیں۔کمشنر صاحب ان انتظامات کو دیکھ کر دم بخود رہ گئے کہنے لگے کہ کیا ہی اچھا ہوا کہ ٹورنامنٹ ربوہ میں ہو رہا ہے سرگودھا میں ہوتا تو میں اتنے رضا کار کہاں سے لاتا اور سرکاری ملازم بے پناہ روپیہ خرچ کرنے کے باوجود ایسا کام کبھی نہ کر سکتے۔دسویں نیشنل باسکٹ بال ٹورنامنٹ کے سارے انتظامات اور خرچ کالج نے برداشت کئے تھے۔کالج کا ناصر باسکٹ بال کلب ملک کا سب سے وقیع اور معزز باسکٹ بال کلب تھا اور اب تک لوگوں کو یاد ہے۔کالج کیا گیا سب کچھ گیا۔اب لوگ ان زمانوں کو یاد کرتے اور آہیں بھرتے ہیں۔ہمیں اس بات کا اظہار کرنے میں کوئی باک نہیں کہ ان سارے انتظامات کے دوران پرنسپل نے ہمیں ایک بار بھی یاد فرمایا نہ ٹوکا! ہم اپنے کام میں پورے آزاد اور خود مختار تھے اور الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے سرخرو کیا۔ہاں ٹورنامنٹ کامیابی سے اختتام پذیر ہو گیا تو محبت سے معانقہ فرمایا اور ہچکیوں سے روئے اور حضرت صاحب کے پاس خود لے کر گئے۔

چوہدری محمد علی صاحب احمدی ہوئے تو زندگی وقف کر کے قادیان میں گئے۔کالج نیا نیا بنا تھا یا بن رہا تھا۔انہیں کالج کے ہاسٹل کے سپرنٹنڈنٹ کی ہاسٹل میں ذمہ داری سونپنے کیلئے مناسب برتن تک موجود نہیں تھے۔حضرت اماں جان تک یہ خبر پہنچی تو حضرت اماں جان نے اپنے جہیز کے سامان میں سے کچھ کئی برتن ہاسٹل کے کچن کے لئے عطا فرمائے برتنوں پر سیدہ نصرت جہاں کا نام کندہ تھا۔قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت اماں جان کی اس مادرانہ شفقت کا ذکر کرتے ہوئے چوہدری صاحب کا کیا حال ہوتا ہوگا! ہمیں تو ربوہ کے زمانہ میں فضل عمر ہاسٹل میں رہنے کا موقع ملا۔اتفاق سے ایف۔اے کے ایک امتحان میں ہمارے اچھے نمبر آ گئے اور ہم اپنی کلاس میں اوّل قرار پائے۔وظیفہ ملا تو سیدی حضرت پرنسپل صاحب نے ازراہ شفقت فرمایا کہ آپ ہاسٹل میں آ جائیں۔کیونکہ گھر پر آپ کو بجلی کی روشنی میسر نہیں ہاسٹل میں رہ کر محنت کریں تا کہ بی اے میں اچھے نمبر لے سکیں۔ہم پرنسپل کی توقع کے مطابق اتنے اچھے نمبر تو نہ لے سکے جتنے لینا چاہئے تھے۔مگر ایم اے کرنے کی صورت نکل آئی۔فضل عمر ہاسٹل کا کمرہ نمبر ایک سب سے زیادہ نمبروں والے لڑکے کو دیا جاتا تھا دو سال ہم جیسے نالائق اس کمرہ پر قابض رہے۔ہمیں یاد نہیں پڑتا کہ چوہدری صاحب نے کبھی ہم سے کسی معاملہ میں تعرض کیا ہو۔البتہ پڑھائی کے معاملات پر ان کی پوری نگاہ رہتی تھی فضل عمر ہاسٹل کا سالانہ فنکشن کالج کی تقریبات کا ایک اہم جزو تھا۔اس کی تیاری میں چوہدری صاحب طلباء کے ساتھ ہمہ تن مصروف رہتے۔ایک ایک بات پر غور کرتے مناسب نامناسب کا فیصلہ کرتے اور پھر طلباء کو سال میں ایک بار اپنے اساتذہ اور کالج کے نظام کے بارے میں طنز و تفریح کی اجازت مل



قُلزمِ حیرت

عبدالشکور، کلیولینڈ اوہائیو

دِل محبّت میں یُوں زنجیر ہُوا
ساتھ اُس کا مِری تقدیر ہُوا
ایک چہرہ پسِ موسمِ وصل
دِل کے آئینے میں تصویر ہُوا
حرف لفظوں میں ڈھل رہے تھے ہنُوز
خامہ لرزاں دمِ تحریر ہُوا
جیسے گُل پر ہو نزُولِ شبنم
اُس کا آنا مِری توقیر ہُوا
جس نے دیکھا وہ حُسن اور احسان
خیر کی راہ کا فقیر ہُوا
فرطِ نظّارا نے لب بستہ کیا
رُخِ انور جُونہی تنویر ہُوا
آ گیا دِل کے صدف میں تنہا
دِل مِرا جب کبھی دِلگیر ہُوا

جاتی۔ایک بار چوہدری صاحب نے محسوس کیا کہ پرنسپل صاحب کی چھیتی کار ''ولزلے'' کچھ زیادہ ہی مزاح کا شکار ہو رہی ہے تو انہوں نے پابندی لگا دی کہ اب کی بار پرنسپل صاحب کی ولزلے پر کچھ نہیں کہا جائیگا۔پرنسپل صاحب تک یہ خبر پہنچی تو ان کا ارشاد آیا کہ اگر ''میری ولزلے پر کچھ نہیں کہا جائیگا تو میں اس تقریب میں نہیں آؤں گا'' چنانچہ ولزلے پر وہ شہرہ آفاق نظم اس تقریب کی یادگار ہے۔

''کھڑکھڑ کردی بوہے واگوں لنگ دی
ساڈے سجناں دی کارا ے کالے رنگ دی''

خود چوہدری صاحب کی ذات اس بات پر نشانہ تضحیک بنتی کے آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ لوگوں کا خیال تھا کہ شادی اس لئے نہیں کرتے کہ اس پر خرچ بہت اٹھتا ہے۔تقریباً ہر سال یہ موضوع زیر بحث آتا مگر چوہدری صاحب ہنس کر ٹال دیتے۔اس معاملہ کو نظر انداز کرنے کی حد یہ ہے کہ ان کا صاحب زادہ عزیزم اعجاز احمد جو ماشاء اللہ فوج سے کرنل ہو کر ریٹائر ہوا ہے۔کالج میں ہی رہتا اور پڑھتا اور ہمارا شاگرد تھا مگر کسی کو کانوں کان خبر نہیں تھی کہ اعجاز کون ہے۔اس کی بہن ماسٹر محمد ابراہیم شاد کی بہو اور مولانا دوست محمد شاہد کے برادر نسبتی عزیزم ادریس کی بیوی ہے اور آسٹریلیا میں رہتی ہیں۔یہ سب باتیں چوہدری صاحب کی اخفائے حال کی عادت کا شاخسانہ ہیں۔غالب نے انہی کے لئے کہہ رکھا تھا۔گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے خوش ہوں کہ میری بات سمجھنا محال ہے! چوہدری صاحب طبیعت کے تنہا تھے۔ان کی شہرہ آفاق نظم ''تنہائی'' ان کی زندگی کی مکمل آئینہ دار ہے۔

جب ہاسٹل کے سالانہ فنکشن میں چوہدری صاحب کی شادی زیادہ ہی زیر بحث آنے لگی تو آپا منصورہ نے جنہوں نے چوہدری صاحب کو اپنا بھائی بنایا ہوا تھا جامعہ نصرت کی ایک لیکچرار سے ان کی شادی کروادی وہ بھی اسی انجام سے دو چار ہوئی جس سے ان کی پہلی شادی دو چار ہو چکی تھی۔چوہدری صاحب طبیعت کے تنہا تھے۔ان کی شہرہ آفاق نظم تنہائی ان کی زندگی کی مکمل آئینہ دار ہے

ان کی سیرت کا سب سے اُجلا پہلوان کا فلک شگاف قہقہہ تھا۔ہنستے تو دل کھول کر ہنستے۔کوئی شخص جس نے ان کو حد درجہ سنجیدگی کی حالت بلکہ ''گھور'' سنجیدگی کی حالت میں دیکھا ہو یہ گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ چوہدری صاحب اس طرح دل کھول کر ہنستے بھی ہوں گے مگر یہ ہنسی ہر ایک کے نصیب میں نہیں تھی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ان سے ہمیشہ ہنسی مذاق والی بات فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ چوہدری صاحب کا قہقہہ سننے کو ایسی بات کہتا ہوں۔مگر چوہدری صاحب خلیفہ وقت کی موجودگی میں قہقہہ کیسے لگائیں؟ مگر حضرت صاحب ان سے قہقہہ لگوا کر چھوڑتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ چوہدری صاحب کی طرز فکر ایسی تھی کہ قہقہوں کی گنجائش کم نکلتی تھی مگر کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی دوست ان سے قہقہہ لگوانے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ہاسٹل کے فنکشن میں چوہدری صاحب کے قہقہے سب سے زیادہ گونجتے تھے اور اگر کوئی بات ان پر گراں گزرتی تو سب س زیادہ روتے بھی چوہدری صاحب ہی تھے۔ایک دفعہ ہاسٹل میں مقیم ایک لڑکا بیمار ہو گیا ڈاکٹر سے شکایت کی کہ لڑکا کسی قسم کی دوا لینے کو تیار نہیں کیا کروں؟ چوہدری صاحب خود اٹھ کر اس کے پاس گئے اسے دوا لینے کو کہا اس کے سر پر زِ ڑ سوار تھی کہنے لگا میں دوا نہیں لیتا آپ ہیں میرا کیا بگاڑ لیں گے؟ چوہدری صاحب نے منت ترلہ کیا اس پر ذرا اثر نہیں ہوا سب کا خیال تھا چوہدری صاحب اس لڑکے کو زبردستی ہسپتال میں بھیج دیں گے۔چوہدری صاحب اس کے کمرہ سے باہر آئے اپنا دفتر کھلوایا اندر بیٹھ کر کمرہ مقفل کر لیا اور رونے لگے۔جب چوہدری صاحب کی ہچکیوں کی آواز باہر لوگوں تک پہنچی تو سب بہت پریشان ہوئے وہی لڑکا جوان کی بات ماننے کو تیار نہیں تھا اٹھ کر آیا اور دروازہ سے لگ کر ترلے کرنے لگا۔خدا کیلئے دروازہ کھولیں میں آپ کی ہر بات مان لوں گا۔چوہدری صاحب ہاسٹل کے لڑکوں کے صحیح معنوں میں نگران تھے۔طالب علمی کے زمانے میں تو چوہدری صاحب ہمارے ساتھ لئے دیئے رہے مگر رفیق کار بن جانے کے بعد ان کی محبت میں نمایاں موڑ آیا۔ہماری حد درجہ حوصلہ افزائی فرماتے تھے کانووکیشن کیلئے کالج کی سالانہ رپورٹ لکھنے کا کام چوہدری صاحب کے سپرد تھا وہ ہمیں ہدایات دیکر مطمئن ہو جاتے اور رپورٹ تیار ہونے کے بعد پرنسپل صاحب سے ہماری تعریف فرماتے۔رپورٹ لکھنا چھپوانا مہمان خصوصی کو بھیجنا مہمان خصوصی کے خطبہ تقسیم اسناد کو حاصل کرنا اور اگر مل جائے تو اسے چھپوانا تقسیم کرنا ہمارے ذمہ تھا اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخوبی

ہوتا رہا چوہدری صاحب اس وجہ سے ہم پر بہت مہربان رہے۔ اس دوران ان کی طبیعت کا یہ پہلو دیکھنے کا موقعہ ملا کہ اپنی کسی بات یا فقرے کی صحت پر اصرار نہیں کرتے تھے۔ جہاں تک ان کی انگریزی کا تعلق ہے وہ تو اہل زبان جیسی انگریزی لکھتے بولتے تھے آخر گورنمنٹ کالج کے جید اساتذہ کے شاگرد رہے تھے۔ ان کی اردو زبان کی دسترس بھی قابل رشک تھی۔ انہیں اساتذہ کے اردو فارسی کلام کے بیشمار حوالے زبانی یاد تھے مگر انہیں برتنے میں احتیاط کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ انسان کو حتی المقدور اپنی بات اپنی زبان میں ہی کہنی چاہئے۔ ان کے کلام میں بھی اساتذہ کا رنگ تو ہے ان کی زبان نہیں ہے۔ ہمارے کالج کی روایت رہی ہے کہ ہماری کانووکیشن کی کارروائی اردو میں ہوتی تھی حتیٰ کہ میاں افضل حسین جیسے وائس چانسلر بھی خطبہ اسناد دینے آئے تو اپنا انگریزی میں لکھا ہوا خطبہ لائے مگر دیکھا کہ سب کچھ اردو میں ہو رہا ہے۔ تو اپنا انگریزی کا خطبہ سامنے رکھ لیا اور اردو میں بولتے چلے گئے۔ کسی کو گمان تک نہ ہوا کہ ان کا خطبہ انگریزی میں تھا۔ یہ روایت حضرت مرزا ناصر احمد نے ڈالی تھی اور وہ اس پر ثابت قدم رہے۔

اب ان کی شخصیت کا ایک اہم پہلو! وہ شاعر تھے مگر خود کو کبھی شاعر کے طور پر متعارف کروانے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ گورنمنٹ کالج کے زمانے میں شعر و ادب کی طرف توجہ تھی مگر احمدی ہونے کے بعد ساری توجہ دین پر مرتکز ہو گئی کبھی شاعر کے طور پر نمایاں ہونے کا خیال تک نہیں آیا۔ کالج کے مشاعروں میں پرنسپل صاحب کے کہنے پر شرکت ضرور کرتے مگر ایک آدھ رہتے۔ لاہور کے زمانے میں ان کی شاعری کا چرچا پاک ٹی ہاؤس تک بھی پہنچا مگر ناصر کاظمی جیسے شاعر کی صحبت بھی انہیں ٹی ہاؤس کا حاضر باش نہ بنا سکی۔ ہمیں اس کا تجربہ یوں ہوا کہ ناصر کاظمی نے ایک دوبار ہم سے استفسار کیا وہ تمہارے چوہدری محمد علی کہاں غائب رہتے ہیں؟ کبھی ان کو کھینچ کر یہاں لاؤ میں ان کے شعر لوگوں کو سنوانا چاہتا ہوں۔ چوہدری صاحب اپنی شاعری کو اس لئے بھی اخفا میں رکھنا چاہتے تھے کہ وہ ہر چیز کو اس کی مکمل صورت میں دیکھنے کے خواہشمند تھے کوئی ادھوری نامکمل چیز انہیں کشش نہیں کرتی تھی اور ہر چیز کو مکمل کر لینا انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی مکمل



غزل

عاصی صحرائی

نامِ احمدؐ کی ہے پھیلی تازگی ہی چار سُو
ذکر ہو سرکارؐ کا اور گُل پہ آئے رنگ و بُو
کیا عجب جادو دو عالم میں ہے پھیلے چار سُو
جب بدل دے سیرتِ احمدؐ گنہگاروں کی خُو
نُور میں اُجلے نبیؐ پیارے نہیں اُنؐ سا کوئی
سب ملائک کر رہے ہیں اک جھلک کی آرزو
عالمیں میں ہیں بہت رب نے بنائے شاہکار
ہیں مراتب میں نبیؐ میرے بلند و خوبرُو
اُنؐ کی ہے معراج ساتوں آسمانوں تک بلند
نہ ہوا، ہوگا کبھی صفّات میں، نہ ہُوبہُو
میری نسلوں کا مقدر جاگ جائے یا نبیؐ
اک جھلک میں خواب میں ہی دیکھ لوں گر رُوبرُو
سب ہی جینے کے ہُنر سیکھے بشر نے آپ سے
مل رہے ہیں رحمتوں کے سب کو ہی جام و سبُو
جس کے ہاتھوں میں محمدؐ کا علَم، اُس کو یقیں
خاکِ پا سے اُنؐ کی کمتر دہر کے سارے گُورُو
وار دوں عاصیؔ میں جاں بھی کوچہء محبوبؐ پر
اے مِری قسمت، اُسی ہی خاک سے جاگی ہے تُو

❁❁❁❁❁❁❁❁

تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ شعر کہہ تو لیتے تھے مگر اسے چھپاتے پھرتے تھے۔ کبھی کبھار کوئی شعر ان کی زبان پر پھسل کر آ جاتا۔ تو ہم لوگ مصر ہوتے کہ غزل ہوئی ہے سنائیں نہ نکڑ کرتے مگر پھر کچھ شعر عطا کرتے۔ شعر سنانے کا ہوکا تھا نہ خواہش۔ پھر بات وہیں آ گئی کہ حضرت صاحب کو ان کے شعر بہت پسند تھے یہاں کو کہنے کو کیسے ٹالتے؟ پہلے ان کے گھر کے مشاعروں میں شعر سنانا شروع کئے پھر کالج کے مشاعروں تک نوبت آ گئی۔ بات چل

نکلی۔بطور شاعر ان کا چرچا خوشبو کی طرح پھیلا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ان کے شعروں کو پسند فرماتے تھے رفتہ رفتہ کلام جمع ہوا اور چھپا۔لوگ نہیں جانتے کہ ان مراحل سے گزرنا کتنا مشکل تھا اور یہ کام کتنا مشکل سے ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے تو ایک بار حکم دیا کہ آپ اپنا کلام یہاں میرے پاس چھوڑ جائیں۔میں جانوں اور آپ کا کلام!وہ جن دو فرشتوں (استاذی صاحب زادہ مرزا خورشید احمد اور برادرم مرزا غلام احمد) کا ذکر عزیزی احمد مبارک نے ان کے کلام کی رونمائی کی تقریب میں کیا ہے وہ تو خلیفہ کے مقرر کردہ فرشتے تھے۔ان کے کلام کی اشاعت میں ساری جماعت کی خواہش شامل تھی۔

چوہدری صاحب کی شاعری کا اہم موڑ 1974ء کے واقعات ہیں۔

”وہ اک حسین تھا اس عہد کے حسینوں میں
اسے کسی نے تو کافر قرار دینا تھا“۔

اس حادثہ جانکاہ نے انہیں جیسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ان کی شاعری میں تیزی بھی آئی تندی بھی۔میں تو ان کی شاعری کے اس حصہ کو چوہتر نامہ کہا کرتا ہوں اور یہ چوہتر نامہ ہماری تاریخ کا ایک اہم ورق ہے۔

ایک بات لکھ کر اس مضمون کو سمیٹتا ہوں۔میں نے کسی استاد کو اپنے طلبا میں اتنا مقبول اور ہردلعزیز نہیں پایا جتنا چوہدری صاحب تھے ان سے پڑھنے والے تو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں کیونکہ فلسفہ کوئی ایسا مقبول مضمون نہیں رہا ہم نے چوہدری صاحب سے کلاس میں ایک دن بھی کوئی مضمون نہیں پڑھا مگر ہم ان کا شاگرد کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔چوہدری صاحب ہاسٹل کے سپرنٹنڈنٹ رہے اور سپرنٹنڈنٹ سے ہزار قسم کی سختیاں ہاسٹل میں رہنے والوں پر ہو جاتی ہیں مگر حیرت کی بات ہے کہ ہمارے فضل عمر ہاسٹل میں رہنے والے ہاسٹل سے چلے جانے کے بعد بھی چوہدری صاحب کے متوالے رہے۔میں نے یورپ میں بھی ان کے شاگرد دیکھے امریکہ میں بھی پاکستان میں بھی نہ صرف شاگرد بلکہ کھلاڑی بھی چوہدری صاحب کے حسن سلوک کے گرویدہ رہے۔یہاں کینیڈا میں باسکٹ بال کا ایک نامور کھلاڑی والیس جو پاکستان کی پولیس ٹیم کا رکن تھا وینکوور سے پانچ گھنٹے کا ہوائی سفر کر کے محض چوہدری صاحب سے ملنے کو ٹورانٹو آیا تھا۔جس جس کو ان کی وفات کی خبر پہنچی ہوگی اس

غزل



اطہر حفیظ فراز

خدا کے پیاروں سے اس کی رحمت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی
ہماری اس سے دلی محبت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

اسی خدا نے پرند بھیجے، جو کنکروں کو گرا رہے تھے
خدا تعالی کی خاص نصرت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

تمہارے چہرے ڈراؤنے ہیں، تمہارے مقصد گھناؤنے ہیں
مگر ہماری بلند ہمت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

اگر گراؤ گے مسجدوں کو، تو کھنڈروں میں پڑھیں نمازیں
خدا کے بندوں سے اس کی قربت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

اگر یہ نام و نشاں مٹانے کے فیصلے تم کئے ہوئے ہو
تو جان لو کہ ہماری شہرت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

ہمیں نے دنیا میں دین احمد کا نام روشن کیا ہؤا ہے
ہماری کوشش، ہماری قسمت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

ہمیں نے صبر و قرار سے ہی خدا کی مرضی کو پا لیا ہے
سوا صدی سے ہماری فطرت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

تمہیں نے کانٹے بچھادئے تھے، تمہیں نے پہرے بڑھادئے تھے
ہمارے سر سے خدا کی نعمت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

ہمیں خلافت کی رہبری میں جو لعل موتی ملے ہوئے ہیں
یہ بیش قیمت ہے ایک دولت، نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

فراز!! ہم نے کئے ہیں وعدے کہ جان تک سب ہی وار دیں گے
ہماری الفت، ہماری چاہت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

❁❁❁❁❁❁❁❁

مولانا فضل الرحمن کے دل کا چرچا

عدنان عادل

ان دنوں لاہور میں حکومتِ پنجاب کے مہمان مولانا فضل الرحمن کے دل کا چرچا ہے۔

مولانا جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ اور قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف ہیں۔ وہ لاہور میں سات کلب روڈ پر رہائش پذیر ہوئے جو کبھی وزیراعلیٰ پنجاب کی سرکاری قیام گاہ اور مرکزی دفتر تھا۔

اب وزیراعلیٰ کا دفتر آٹھ کلب روڈ پر منتقل ہو چکا ہے۔ سات کلب روڈ پر وزیراعلیٰ کا مددگار سٹاف بیٹھتا ہے اور اس کے کمرے مہمان خانے کا کام دیتے ہیں۔

یکم فروری کو لاہور کے ایک مہنگے نجی طبی ادارے ڈاکٹرز ہسپتال میں مولانا کے دل کا معائنہ ہوا تو پتہ چلا کہ ان کے دل کی ایک شریان بند ہے۔

اسی شہر میں حکومت کے تحت چلنے والا پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی بھی ہے جہاں عوام الناس کے دل کا علاج ہوتا ہے۔

وزیراعلیٰ پنجاب پرویز الٰہی کے ذاتی دوست اور معالج ڈاکٹر مبشر احمد کو امریکہ سے بلوایا گیا کہ وہ مولانا کے دل کی ڈاکٹرز ہسپتال میں انجیو پلاسٹی کریں۔ انہوں نے کامیابی سے مولانا کے دل میں سٹنٹ ڈالے۔

سابق صدر فاروق لغاری، سینٹ میں قائد ایوان وسیم سجاد اور چیرمین سینٹ میاں محمد سومرو کے ساتھ ساتھ وزیراعلی پنجاب پرویز الہی بھی مولانا کی عیادت کے لیے ہسپتال گئے۔

پرویز الٰہی نے مولانا سے بے تکلف باتیں کیں۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے مولانا کے دل کی سرجری کے بعد ان سے کہا کہ 'اب آپ کٹے کھانے چھوڑ دیں'۔ پنجاب میں نوجوان بھینسے کو کٹا کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ وزیراعلیٰ نے جو مولانا فضل الرحمن کو ہسپتال کے نیلے کپڑے پہنے دیکھا تو جملہ کسا کہ اپوزیشن ایک یونیفارم پر اعتراض کرتی ہے آپ نے دو یونیفارم پہنے ہوئے ہیں اور دونوں سیاسی رہنما کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

عیادت کے بعد پرویز الٰہی نے پریس سے بات کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سے ان کے خاندان کے دیرینہ تعلقات ہیں اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کی طبیعت ناساز ہے اور وہ انجیوگرافی کرانا چاہتے ہیں تو انہوں نے مولانا کو دعوت دی کہ وہ علاج کے لیے لاہور تشریف لائیں۔

امریکہ سے خصوصی طور پر آنے والے معالج ڈاکٹر مبشر احمد کے سرجری کرنے سے مولانا فضل الرحمن تو ہشاش بشاش ہو گئے لیکن اسی دوران میں سوئے اتفاق سے ڈاکٹر مبشر احمد کے والد چودھری اسلم احمد ڈسکہ میں انتقال کر گئے۔ وصیت کے مطابق ان کی تدفین چناب نگر (ربوہ) میں احمدیہ قبرستان بہشت خضریہ (بہشتی مقبرہ۔ ناقل) میں کی گئی۔



مولانا فضل الرحمن کے دل کی سرجری سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ وہ بڑے دل کے آدمی ہیں۔

مولانا قائد حزب اختلاف تو ہیں لیکن سرکاری مہمان نوازی سے لطف اندوز ہونا پسند کرتے ہیں۔ وہ ایک ایسی جماعت کے سربراہ ہیں جو احمدیوں کے خلاف مہم چلانے والوں میں پیش پیش ہے لیکن وہ اپنا علاج اسی مسلک سے تعلق رکھنے والے معالج سے کرا سکتے ہیں۔

تمہاری نبضیں ہمارے دم سے جواز ڈھونڈیں گی زندگی کا
کہ لکھنے والے نے لکھ دیا ہے، مریض تم ہو، طبیب ہم ہیں

(بشکریہ۔ بی بی سی اردو ڈاٹ کام، لاہور)



احمدی انجینئرز اور آرکیٹکٹس کی عالمی ایسوسی ایشن (آئی اے اے ای)

(انجینئر محمود مجیب اصغر)

(احمدی انجینئرز اور آرکیٹکٹس محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچائی کے نمائندے ہیں

خدا کے فضل سے یہ عاجز احمدی انجینئرز اور آرکیٹکٹس ایسوسی ایشن کے پائنیر ممبرز میں سے ہے۔ان معروضات کے ذریعے اس ایسوسی ایشن کی چند تاریخی یادیں شیئر کرنی مقصود ہیں

ایسوسی ایشن کے بانی (حضرت مرزا ناصر احمد)

حضرت نافلہ موعود مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1980ء میں سپین سے واپسی پر انجینئرز اور آرکیٹکٹس کی عالمی ایسوسی ایشن کا قیام 30 اکتوبر 1980ء کے ایک معرکۃ الآرا خطاب کے ذریعے فرمایا

(یہ خطاب جو غیر مطبوعہ تھا مکرم محترم چوہدری حمید اللہ صاحب کی وساطت سے حاصل کر کے ٹیکنیکل میگزین 1999 ۔ 1989 میں شائع کیا گیا)

فرمایا: "..دنیا کی بہترین بلڈنگ کا انجینئرنگ کے ساتھ جو تعلق ہے اس کی مثال غرناطہ میں الحمراء کی ہے جو ایک محل ہے اسے مسلمانوں نے بنایا وہ ہم ابھی دیکھ کر آئے ہیں.....طارق جو بالکل وحشیوں میں چلا گیا تھا (وحشی سپین میں)اور ہر چیز وحشت سے نکل کے خدا تعالیٰ کی صفات کے حسین ترین جلوے دنیا کو نظر آنے لگے بڑے بڑے بشپ (مسلم یونیورسٹی سپین) میں پڑھنے جاتے تھے اور حیران ہوتے تھے کہ مسلمان نے جس چیز کو ہاتھ لگایا ہے اس کو آسمان تک پہنچا دیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنی زندگی میں کمال حاصل کرنا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ تدبیر کو انتہا تک پہنچائے جب یہ دونوں چیزیں مل جائیں اور قبول ہو جائے اللہ کا فضل ہو تو پھر جو نتیجہ نکلتا ہے اس میں یہ حسن ظاہر ہوتا ہوتا ہے جو ہمیں الحمراء میں نظر آیا ہے بظاہر تو وہ کھنڈر ہیں لیکن ان کھنڈروں میں عجیب حسن ہے۔ زمانہ اس حسن کو نہیں مٹا سکا۔''

آپ نے قرطبہ کی مسجد اور تاج محل وغیرہ کی بھی مثال دی جس کے آرکیٹکٹس اور انجینئرز مسلمان تھے آپ نے خواہش فرمائی کہ ان مسلمان celebrities کے نقش قدم پر چل کر احمدی پروفیشنلز کام کریں فرمایا

''عمارت دیکھ کے دنیا سمجھ جائے کہ کسی احمدی انجینئر کی بنی ہوئی ہے..''

آپ نے محنت دیانتداری اور اپنے پروفیشن سے محبت کرنے کی بھی نصائح فرمائیں فرمایا:

''...پیسے کی لالچ بد دیانتی ہے، محنت نہ کرنا بد دیانتی ہے..بے پرواہی بد دیانتی ہے..ایک احمدی انجینئر تو ایسا نہیں ہونا چاہئے۔''

''۔۔۔ہم میں سے ہر ایک شخص، انجینئر، ڈاکٹر اور جو دوسرے پروفیشن والے ہیں وہ اپنے اندر امتیاز پیدا کریں اور اس سے زیادہ اچھا کوئی کام کرنے والا نہیں، زیادہ رزلٹس produce کرنے والا کوئی نہیں اس واسطے کہ یہ احمدی جو ہیں یہ قوم ہی کوئی اور ہے یہ نسل ہی کوئی اور ہے یہ آدم کی، پتہ نہیں اولاد ہیں یا کہیں اور سے آ گئے ہیں تب ہی وہ آپ کی طرف توجہ کریں گے....

ایسوسی ایشن کے سرپرست (حضرت مرزا طاہر احمد)

اس ایسوسی ایشن کے قیام کے بعد آپ نے اس کی نگرانی حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے سپرد کر دی چنانچہ جب وہ خلافت رابع کے عظیم منصب پر متمکن ہوئے تو انہوں نے اپنے 14 اکتوبر 1982ء کے خطاب میں فرمایا" حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ نے اس ایسوسی ایشن کے آغاز ہی سے اس کے کاموں سے میرا تعلق پیدا کر دیا تھا اور اس کو منظم کرنے کی ذمہ داری بھی مجھ پر ڈالی تھی اس کے بعد جب یہ سوال پیش ہوا کہ اس کا سرپرست کون ہوگا تو حضور نے میرا ہی نام بطور سرپرست منظور فرمایا۔''

پہلی مجلس عاملہ

پہلی مجلس عاملہ جن کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے نامزد فرمایا مندرجہ ذیل

افراد پر مشتمل تھی

صدر۔مکرم ومحترم افتخار علی صاحب قریشی ۔فیصل آباد

ایڈیشنل صدر مکرم عبدالرشید صاحب آرکیٹکٹ ۔لاہور

نائب صدر اول مکرم حمید احمد ظفر صاحب۔ لاہور

نائب صدر دوئم مکرم سیف اللہ خان صاحب۔کراچی

جنرل سیکرٹری مکرم چوہدری عبدالسمیع صاحب۔ سرگودھا

فنانشل سیکرٹری مکرم مجیب اصغر صاحب۔ راولپنڈی

جائنٹ سیکریٹری مکرم عطاالرحمن صاحب۔لاہور

آڈیٹر مکرم نعیم احمد خان صاحب۔ کراچی

ممبر (سول) مکرم مرزا مقصود احمد صاحب۔ پشاور

ممبر (الیکٹریکل)۔ مکرم منیر احمد فرخ صاحب۔ اسلام آباد

ممبر (مکینیکل) مکرم محمود احمد شمس صاحب۔ ٹیکسلا

ممبر (متفرق) مکرم رشید احمد صاحب۔ حیدرآباد

ممبر (ڈپلومہ ہولڈر) مکرم چوہدری عبدالغفور صاحب حیدرآباد

ممبر (ڈپلومہ ہولڈر) مکرم ناصر احمد صاحب۔ راولپنڈی

دو میجر پراجیکٹس

وسع مکانک کے الہام کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دورِ خلافت میں کئی توسیعی منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچے ایسوسی ایشن کے قیام کے دوران دو major projects کا ذکر کرنا چاہتا ہوں

(1) قصر خلافت اور دفتر پرائیویٹ سیکریٹری بلڈنگ ربوہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی نگرانی میں نیا قصر خلافت اور دفتر پرائیویٹ سیکریٹری شروع ہوا اور آپ کی زندگی میں substantially مکمل ہوگیا کچھ فنشنگ ورکس ہو رہے تھے کہ آپ رحلت فرما گئے اور خلافت رابعہ کے آغاز میں کام مکمل ہوا لیکن 1984ء میں امتناع قادیانیت صدارتی آرڈیننس جاری ہوگیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو ہنگامی طور پر خدا کی امان میں ملک چھوڑنا پڑا اس طرح آپ کو بہت تھوڑا عرصہ نئے قصر خلافت میں رہنا نصیب ہوا

یہ امر قابل ذکر ہے کہ قصر خلافت کا ڈیزائن آرکیٹکٹ رفیق احمد ملک صاحب نے اور پرائیویٹ سیکرٹری بلڈنگ کا ڈیزائن آرکیٹکٹ چوہدری عبد الرشید صاحب نے کیا تھا سپرویژن کے لئے حضور نے انجینئرز اور آرکیٹکٹس کو وقف عارضی کا موقع دیا ہر واقف عارضی انجینئر کا CV فیملی بیک گراؤنڈ کے ساتھ حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش ہوتا تھا اور اجازت ملنے پر کام کی نگرانی کے لئے انجینئر باری باری آتے تھے (بعض انجینئرز کو بوجوہ اجازت نہیں ملی) عمومی نگرانی سردار بشیر احمد صاحب کے سپرد تھی جو سرکاری نوکری (ایگزیکٹو انجینئر) سے ریٹائرمنٹ کے بعد وقف کر کے ربوہ آگئے تھے ہر ایک واقف عارضی شاہد ہے کہ اللہ تعالی نے اسے حضور کی دعا سے کوئی نہ کوئی ریوارڈ دیا چنانچہ ملک رفیق احمد صاحب کو پی ایچ ڈی کے لئے وظیفہ مل گیا اور کئی انجینئرز کی محکمانہ ترقی ہوگئی

دعوت طعام

23 مارچ 1982ء کو حضور نے بیت الاظہار بلڈنگ کا سنگ بنیاد رکھا اوران تمام انجینئرز اور آرکیٹکٹس کی دعوت کی جو ڈیوٹی دے چکے تھے یا جن کی منظوری ہوچکی تھی یہ عاجز بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دعوت کی اس تقریب میں شامل تھا اس دعوت کی کچھ تاریخی تصاویر شامل مضمون ہیں جو پہلے منظر عام پر نہیں آئیں

(2) رواں ترجمانی کا پراجیکٹ

جلسہ سالانہ ربوہ میں غیر ملکی وفود کی ہر سال بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالی نے open air simultaneous interpretation کا پراجیکٹ لانچ کرنے کی خواہش فرمائی جس کو ڈیزائن کرنے کی سعادت اسلام آباد میں مقیم تین انجینئرز کو نصیب ہوئی

انجینئر منیر احمد فرخ صاحب

انجینئر ملک لال خان صاحب

انجینئر ایوب احمد ظہیر صاحب

یہ تینوں انجینئر T Dept T میں کام کرتے تھے حضرت مرزا طاہر احمد

صاحب فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر تھے انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے نگران مقرر کر دیا 1979۔80 میں ڈیزائن مکمل کیا گیا اور Trial کے طور پر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے اجتماع پر install کیا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی منظوری کے بعد سسٹم پندرھویں صدی ہجری کے پہلے جلسہ سالانہ ربوہ 1980ء پر باقاعدہ شروع کیا گیا اس مرحلہ پر انجینئرز کی poineer ٹیم نے مبشر احمد گوندل صاحب (بی ٹیک) کو جو اسی محکمہ کے ان کے junior colleague تھے حیدر آباد سے اور خاکسار انجینئر محمود مجیب اصغر کو اسلام آباد سے شامل کر لیا گئی اور رضا کار مرد و زن بھی ٹیم میں شامل ہو گئے مستورات کی جلسہ گاہ میں خواتین اور مردوں کی جلسہ گاہ میں مرد حضرات ڈیوٹی دیتے تھے overall management انجینئر منیر احمد فرخ صاحب کے پاس تھی اس کی خبر الفضل ربوہ 29 دسمبر 1980ء میں جلی حروف سے شائع ہوئی

(15 ویں صدی کے پہلے جلسہ سالانہ پر خدائی انعامات کا ایک اور مظہر ※ 222 احباب و خواتین کو تقاریر کے تراجم سنائے گئے انڈونیشی اور انگریزی زبان میں ساتھ کے ساتھ ترجمہ کیا گیا)

خلافت ثالثہ میں 1980ء اور 1981ء کے جلسہ سالانہ پر یہ نظام بڑی کامیابی سے چلتا رہا اور تمام انجینئر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دعاؤں سے فیض یاب ہوئے

خلافت رابعہ میں 1982ء اور 1983ء کے جلسوں پر زیادہ وسعت کے ساتھ یہ نظام پاکستان میں ہی جاری رہا

جلسہ سالانہ ہائے برطانیہ

1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی لندن ہجرت کی وجہ سے یہ سسٹم پاکستان میں تو install نہ ہو سکا لیکن 1985ء onwards حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خواہش پر وہی ٹیم انجینئر منیر احمد فرخ صاحب اور انجینئر ایوب احمد ظہیر صاحب رضا کاروں سمیت پاکستان سے لندن جلسہ سالانہ برطانیہ پر ہر سال جا کر خدمت کی توفیق پاتی رہی خلافت رابعہ کے آخری سالوں میں مبشر احمد گوندل صاحب مستقل طور پر لندن شفٹ ہو گئے اور کئی سال فرخ صاحب اور ایوب صاحب کے ساتھ مسلسل خدمت کی توفیق پاتے رہے خاکسار بھی intermittantly اپنے خرچ پر انگلستان جا کر خدمت کی توفیق پاتا رہا

خلافت خامسہ

2003ء میں حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلافت کے عظیم منصب پر متمکن ہوئے اور آپ کے دور خلافت میں بھی وہی ٹیم پاکستان سے جا کر خدمت کی توفیق پاتی رہی ان سالوں میں یو کے کے کئی رضا کار Train ہوتے رہے اور سسٹم بھی بہت وسیع ہوتا گیا 1980ء میں دو زبانوں میں تراجم کا انتظام ہوا تھا اور اب خدا کے فضل سے ایک درجن سے زیادہ زبانوں کے تراجم تک پہنچ گیا

2009ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے یہ نظام یو کے جماعت کو hand over ہو گیا

ایک کتابچہ

" جلسہ سالانہ کے موقع پر تقاریر کے رواں ترجمہ کا انتظام (ایک تاریخی جائزہ)"

اس نظام کے ناظم اعلیٰ انجینئر منیر احمد فرخ نے اپنی زندگی میں تصنیف کیا تھا جس میں ناموں سمیت اکثر تفصیل آ گئی ہے اس عاجز کے خیال میں یہ کتابچہ مکرم مبشر احمد گوندل صاحب سے رابطہ کر کے مل سکتا ہے

اخبار الحکم نے بھی اس عاجز سمیت poineer ٹیم کے ممبرز سے input لے کر ایک تفصیلی مضمون بعنوان

The Pentecost at Jalsa Salana A brief history of Simultaneous Translations

انگریزی زبان میں 2 اگست 2019ء کو شائع کیا ہے

اس پراجیکٹ کی بے شمار تصاویر تھیں چند ایک شامل مضمون ہیں

ٹیکنیکل میگزین

آئی اے اے ای کے ہیڈ کوارٹر سے 1989ء میں ٹیکنیکل میگزین کا آغاز ہوا جس کی ادارت/صدارت کی ذمہ داری اس عاجز کو سونپی گئی خدا کے فضل سے اب تک 18 میگزین شائع ہو چکے ہیں اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ

المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے کئی خوشنودی کے خطوط آتے رہے ہیں فجز اھما اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرہ

جوعنوان اس عاجز نے اس مضمون کے لئے منتخب کیا ہے یہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس خطاب سے لیا گیا ہے جو انہوں نے 14 اکتوبر 1982ء کو ارشاد فرمایا تھا

اب خلافت خامسہ میں ایسوسی ایشن کی activities بہت پھیل چکی ہیں بالخصوص افریقی ممالک میں جس پر امید ہے کوئی اور قلم کار قلم اٹھائے گا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کا خطاب فرمودہ 22 فروری 2014ء

یہ عاجز اپنی معروضات کو خلیفہ وقت کے مندرجہ ذیل الفاظ پر ختم کرتا ہے

"۔۔۔۔ سال 2003ء سے یہ ایسوسی ایشن ایک نئی روح کے ساتھ مصروف عمل ہے اور انتظامی ڈھانچہ میں تبدیلی کے بعد سے نئے نوجوانوں کے لئے مواقع بڑھے ہیں کہ اپنی پیشہ وارانہ مہارت اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکیں اور ان نوجوانوں کے جماعت احمدیہ کے ساتھ مخلصانہ تعلق کا نتیجہ ہے کہ وہ یہاں بھی اخلاص و وفا کی اعلیٰ مثالیں قائم کر سکے ہیں جب بھی میں نے نوجوانوں یا مختلف رضا کاران کو، خواہ وہ انجینئر تھے یا نہیں، افریقہ یا دنیا کے کسی خطہ میں بھی جانے کا کہا، ان کو خدمت کے لئے ہمہ وقت حاضر پایا اور ہمیشہ ان کو روانگی سے قبل ملاقات کے دوران خدا تعالیٰ کی حمد و کر کے جذبات سے لبریز دیکھا...“ (ٹیکنیکل میگزین 20162015)

چند سالوں سے آئی اے اے ای کا یورپین ریجنل چیپٹر سالانہ سمپوزیم کا انعقاد کرتا ہے اور دوسرے ممالک کے چیئرمین کو مدعو کرتا ہے 2018ء میں جب کہ یہ عاجز ہیڈ کوارٹر میں وائس چیئرمین تھا سمپوزیم attend کرنے کا موقع ملا سمپوزیم 21 اپریل کو طاہر ہال میں منعقد ہوا۔ حضور وہاں نہیں تھے حضور کی واپسی پر اگلے اتوار 29 اپریل کو چیئرمین یورپین چیپٹر اور چیئرمین کینیڈین چیپٹر کے ساتھ حضور سے شرف ملاقات حاصل ہوا حضور نے فرمایا اب youngsters کو آگے لائیں کیونکہ آپ لوگوں کی داڑھیاں اب سفید ہو چکی ہیں

❁❁❁❁❁❁❁❁❁



غزل

ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔لندن

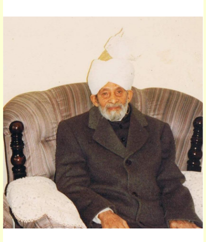
آدمی انسان ہے اور آدمی حیوان ہے
دیکھ کر اُس کو فرشتہ بھی ہوا حیران ہے
ہو گیا دنیا میں آکر اس قدر مصروف وہ
مقصدِ تخلیق سے بھی ہو گیا انجان ہے
جس نے بھیجا تھا یہاں وہ یاد بھی اس کو نہیں
نام ہی کو رہ گیا باقی اگر ایمان ہے
ظلم کرتا ہے یہاں تک جان بھی ناحق یہ لے
جانتا ہے گرچہ قبضے میں خدا کے جان ہے
احسنِ تقویم سے قعرِ مزلّت میں گرے
بھول جائے یوں خدا کو جو کہاں انسان ہے
ہاں مگر انسان ہے وہ جس نے پائی روشنی
معرفت کے نُور سے جس کی ہوئی پہچان ہے
فائدہ پہنچے ہے اس کی ذات سے ہر ایک کو
اس کی بخشش پر تو شاہد خود ہوا قرآن ہے
سب کا دل میں پیار گر نفرت کسی سے بھی نہ ہو
آدمی پھر تو فرشتوں سے بڑا انسان ہے
اشرف الخلوق کہلائے گا تب ہی آدمی
جب گواہی دے عمل وہ بندہ رحمٰن ہے
ٹوٹتی ہے تان جا کر اس پہ طارق جان لو
آدمی انسان بن جائے تو اس کی شان ہے

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁❁❁



ایک مخلص خادم سلسلہ محترم صوفی خدا بخش زیروی صاحب



مکرم بشارت الرحمن زیروی۔ نار بری لندن

والد محترم صوفی خدا بخش صاحب کا آبائی وطن دولت پورہ تحصیل موگا ضلع فیروز پور (پنجاب بھارت) تھا۔ دادا کا نام میاں فتح الدین تھا۔ اور آپ کے والد کا نام میاں گوہر الدین زیرو تھا۔ والدہ کا نام امام بی بی تھا۔ ان کے پہلے دو بچے فوت ہو گئے تو امام بی بی صاحبہ کے والد صاحب میاں نظام الدین صاحب نے جنگل۔ میں جا جا کر دعائیں کیں جس کی بعد یکم مارچ 1911ء کو محترم صوفی صاحب کی پیدائش ہوئی اور خدا بخش نام رکھا گیا۔ قرآن شریف والدہ سے اور اردو اور حساب وغیرہ والد صاحب سے پڑھا۔

قبول احمدیت

محترم صوفی صاحب نے 1928ء میں بیعت کی اس وقت آپ کی عمر 17 سال تھی۔ بچپن میں احمدیت کی مخالفت کا یہ حال تھا کہ سکول میں ایک احمدی عربی ٹیچر آئے تو دوسرے لڑکوں کے ساتھ مل کر کہہ دیا کہ ہم نے مرزائی ٹیچر سے نہیں پڑھنا۔ تاہم 1927 میں جب بد باطن ہندوؤں نے کتب کے علاوہ ورتمان اخبار میں انتہائی دل آزار مضامین لکھے تو مسلمانوں میں اتحاد بین المسلمین کی رو چل پڑی۔ چنانچہ صوفی صاحب نے بعض دوستوں سے مل کر زیرہ میں بھی اتحاد بین المسلمین کی رو چلائی۔ ایک اجتماعی جلسہ کروا کے تمام فرقوں کو اس میں مدعو کیا قادیان سے حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب بھی تشریف لائے۔ ان سے صوفی صاحب بہت متاثر ہوئے۔ دسمبر 1927ء میں صوفی صاحب کے ایک دوست نے فیصلہ کیا کہ قادیان جا کر وہاں کے حالات دیکھنے چاہئیں۔ وہ دوست تو نہ جا سکے صوفی صاحب گئے اور وہاں سے نہایت نیک اثر لے کر لوٹے۔ اگرچہ ابھی بیعت نہیں کی۔ اس کے بعد انہوں نے اور ان کے چھوٹے بھائی کریم بخش زیروی صاحب نے مسجد احمدیہ زیرہ میں نمازیں ادا کرنی شروع کر دیں۔ اور احمدیت کا نیک اثر دل پر راسخ ہونا شروع ہو گیا۔ مارچ 1928ء میں میٹرک کا امتحان دیا اور گرمی کی رخصتوں میں قادیان آ گئے تا کہ مدرسہ احمدیہ قادیان میں دینی تعلیم حاصل کی جائے۔ یہاں 20 اگست 1928 کو پاکیزہ روح احمدیت کی آغوش میں آ گئی۔

خدمت دین

محترم صوفی خدا بخش عبد زیروی صاحب نے 37 سال کی عمر میں اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کی۔ اس وقت آپ سرکاری ملازمت میں تھے۔ یہ 15 اگست 1948 کی بات ہے۔ آپ نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ ساڑھے چھ سال تحریک جدید کے دفاتر میں واقف زندگی کارکن کے طور پر کام کرتے رہے۔ بعد ازاں آپ کو عملہ میں تخفیف کی وجہ سے فارغ کیا گیا۔ اگلے ہی روز یکم مئی 1955 سے آپ نے خدمات دین کے اس سلسلہ کو صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت کے ذریعے شروع کر دیا۔ یہاں آپ کی خدمات کا سلسلہ دو سال نو ماہ جاری رہا۔ 1958 میں جب حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے دور خلافت کی آخری تحریک ''وقف جدید'' کا اجراء فرمایا تو محترم صوفی صاحب نے اس میں خدمت کے لئے خود کو پیش کرنے کی سعادت پائی۔ حضور انور نے اس کو قبول فرمایا۔ چنانچہ فروری 1958 سے آپ وقف جدید میں منتقل ہو گئے جہاں پر آپ نے نائب ناظم مال کے عہدے پر 72 سال کی عمر میں 30 اپریل 1977 کو فراغت حاصل کی پھر بعد ریٹائرمنٹ کام کرتے رہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ایک ادارے سے دوسرے ادارے میں منتقل ہوتے وقت ایک دن بھی آپ نے وقفہ نہیں پڑنے دیا۔ اس طرح مسلسل 45 سال خدمت دین کا یہ سلسلہ بھرپور انداز میں جاری رہا۔

زہد و غناء

ابا جان کو ہم نے بہت قریب سے دیکھا کہ دنیاوی اموال یا پرکشش مادی آسائشوں سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے نہ ہی کبھی مالی لحاظ سے آسودگی کے پیچھے بھاگے۔ سرکاری ملازمت چھوڑ کر زندگی وقف کرنے کے بعد ملنے والے مختصر

الاؤنس پر بہت خوش تھے۔1955 میں تخفیف عملہ کے سبب تحریک جدید سے فارغ کئے گئے تو ایک سوبیس روپے ماہوار الاؤنس ملتا تھا۔ ہماری والدہ نے زور دیا کہ کہیں باہر چلے جائیں اور زیادہ آمد والی کوئی ملازمت اختیار کرلیں تا کہ بچوں کی پڑھائی بھی ہو سکے۔آپ نے دوٹوک انداز میں کہا کہ میں نے تو زندگی وقف کی ہے اور ہر حال میں سلسلہ کی خدمت کا عزم وارادہ ہے۔ چنانچہ ربوہ میں ہی صدر انجمن احمدیہ میں ساٹھ روپے ماہوار پر سروس ملی اور خدا نے آپ کے اس زہد وغناء کو قبول کرتے ہوئے بہت برکت دی یہاں تک کہ سارے بچوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور آپ کو اس لحاظ سے غیر معمولی اطمینان حاصل ہوا۔

خدمت کا شوق

محبوب آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکتوب محررہ 91-12-03 19 بنام محترم اباجان میں تحریر فرمایا۔

''امید ہے آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہوں گے۔طوالو کے نزدیک ایک جزیرہ Vanuatu میں حال ہی میں خدا تعالیٰ کے فضل سے نئی جماعت قائم ہوئی ہے۔ وہاں پر دعوت الی اللہ اور تربیت کا بہت بڑا موقع ہے۔میں چاہتا ہوں کہ اگر آپ جانے کیلئے تیار ہوں تو آپ کو خاص طور پر وہاں بھجوا دیا جائے۔آپ وہاں جا کر بیٹھ جائیں اور دعائیں کریں اور اس سارے جزیرہ کو اسلام احمدیت کے نور سے منور کر دیں۔''اس کے بعد 1991 کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان میں حضور نے زبانی بھی ارشاد فرمایا اور اباجان نے بلا تامل لبیک کہا کچھ دفتری مشکلات کے سبب اباجان اس جزیرہ پر جا تو نہ سکے مگر دن رات وہاں کیلئے اللہ کے حضور دعائیں کئی سال تک برابر کرتے رہے۔اس تقرری کی یاد میں حضور کے ساتھ ایک فوٹو میں اباجان بھی دیگر مربیان کے ہمراہ کھڑے ہیں۔

جلسہ سالانہ میں شمولیت

جب سے احمدیت میں داخل ہوئے ہر سال جلسے میں شمولیت کرتے رہے۔1984 میں جب ہمارے آقا لندن تشریف لے گئے تو جلسہ سالانہ میں شمولیت کا وہی بے پایاں شوق تھا جس کی وجہ سے ہر سال لندن



جانے کی کوشش کرتے اور خدا تعالیٰ غیب سے سامان فرما دیتا اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے گیارہ دفعہ لندن کے جلسہ میں شامل ہوئے۔ جلسہ میں شمولیت کے پیچھے دراصل تڑپ خلیفہ وقت سے ملاقات کی ہوتی اور اسی کا حوالہ دیتے ہوئے خود بھی دعائیں کرتے۔ حضور کو بھی لکھتے اور دوسروں سے بھی دعائیں کراتے اور پھر جا پہنچتے۔سال بھر حضور سے ملاقات اور آقا کی باتوں کے چرچے رہتے او اگلا جلسہ آنے پر پھر حاضر ہو جاتے۔

دعا کا اثر

جلسہ سالانہ U.K میں خدا تعالیٰ کے فضل سے گیارہ بار شمولیت کا موقع ملا۔ خواہ پاسپورٹ نہ ہو ویزہ نہ ہو اخراجات بالکل نہ ہوں لیکن دعاؤں میں لگ جاتے اور کامل یقین ہوتا تھا کہ انہوں نے ضرور جانا ہے۔خدا تعالیٰ کا ان کے ساتھ سلوک بھی ایسا تھا کہ ضرور غیب سے بہترین انتظام ہو جاتا۔1992 میں تو ایسا بھی ہوا کہ جلسہ سالانہ سے چند دن قبل پاسپورٹ پانی سے خراب ہو گیا اور شناختی کارڈ گم گیا۔ برٹش ایمبیسی والوں نے ویزا دینے سے انکار کر دیا لیکن آپ پر امید تھے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ میں لندن نہ جاؤں۔خدا تعالیٰ کے فضل سے دو دن میں ہی نیا پاسپورٹ بنا شناختی کارڈ بنا ویزہ ملا اور وہ لندن کیلئے روانہ ہو گئے۔

فضل عمر ہسپتال میں یادگاری مسجد کی تجویز آپ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی کہ جہاں حضرت المصلح الموعود نے پہلی بار نماز ادا کی اس جگہ کو محفوظ ہونا چاہیے۔تجویز منظور ہونے پر اس جگہ کی نشاندھی اور اس کی حد بندی کی توفیق بھی آپ کو ملی۔اور اس جگہ نہایت خوبصورت بیت الذکر کی تعمیر عمل میں آئی۔

اہل خانہ کو نماز کی تاکید

خدا کے فضل سے گرمی سردی خشکی تری ہر طرح کے موسم میں اباجان نمازوں کے پابند تھے۔فجر سے پہلے ایک ایک فرد کو بار بار پکار کر پھر ہلا کر بہر حال اُٹھا دیتے کہ نماز کا وقت ہے۔نماز پڑھو۔اس سلسلہ میں کوئی امتیاز نہیں

ہوتا تھا کہ سویا ہوا کون ہے۔خواہ کوئی مہمان ہو یا چھوٹا بڑا کوئی اور داماد ہو بہو ہو پوتا پوتی نواسہ نواسی کوئی مستثنیٰ نہیں تھا۔گھر میں آنے جانے والے تمام عزیزوں کو اباجان کی اسی مستقل عادت کا علم تھا۔اسی طرح دیگر نمازوں کے اوقات میں سب کو متوجہ کرتے۔اگر کسی وجہ سے جماعت کے ساتھ نماز نہ ملتی تو سب اہل خانہ کو حکم دیتے کپڑے بچھاؤ۔صفیں بناؤ اور پھر نماز باجماعت پڑھا دیتے۔دورے پر جاتے ہوئے اپنے کسی دوست شیخ رحمت اللہ صاحب یا کسی اور کو تاکید کر جاتے اور وہ دوست فجر کیلئے آکر بیدار کر جاتے۔دعا کروانے اور کرنے کے انتہائی مشتاق تھے اس بارہ میں خاکسار نے انتہائی قریب سے مشاہدہ کیا ان کے ساتھ دعاؤں اور دیگر عبادات میں خدا تعالیٰ کے فضل سے شامل ہونے کا کافی موقع ملا۔دعا جب مرضی جتنی دیر مرضی اور جہاں مرضی کروالیں بعض اوقات تو رات کو بار بار جگا کر بھی دعائیں کروائیں ہمیشہ خوش ہوتے کہ بچوں کا رجحان دعاؤں کی طرف ہے۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تفصیلی خط لکھنے کی عادت تھی اور بچوں سے بھی بار بار خطوط لکھنے کی پابندی کرواتے۔

دعا کی برکت

آپ نے تقریباً 45 سال جماعتی عہدوں پر کام کیا ریٹائرمنٹ کے موقع پر بعض قواعد کی وجہ سے آپ کو پنشن نہیں ملی تھی۔اس پر حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ فضل کرے‘‘ تھوڑے عرصہ بعد ان کی تین مرلہ زمین جو کہ گولبازار میں تھی U.B.L والوں نے بینک کیلئے لی اور تعمیر کا تمام خرچ بھی پیشگی ادا کر دیا۔آپ نے سنگ بنیاد کیلئے اینٹ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے (قبل از خلافت 1978) میں سنگ بنیاد رکھوایا اور دعا کروائی اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت ڈالی کہ اس کے بعد آپ کو پنشن سے کئی گنا زیادہ آمد شروع ہوگئی اور آپ کو پھر کبھی مالی تنگی نہیں ہوئی بلکہ پنشن تو وفات تک جاری رہتی ہے۔ اس کی آمد وفات کے بعد اولاد کیلئے بھی جاری ہے۔

ذوق عبادت

بیوت الذکر سے ان کا ہمیشہ ہی خاص تعلق رہا۔عبادت میں انتہائی لذت محسوس کرتے اور اسی میں محو رہتے۔شاید سینکڑوں دفعہ ایسا ہوا ہے خاکسار



وجدان جائے گا

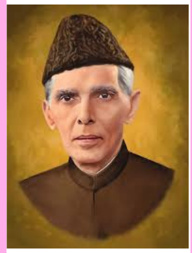
(منیر باجوہ)

ممکن نہیں کہ دل کبھی مان جائے گا
بچ عشق کے آزار سے انجان جائے گا
راہِ وفا پہ چلتے ہوئے عمر کٹ گئی
امید ہے وہ دیکھ کے پہچان جائے گا
کیا بچ رہیگا باقی دلِ ناتواں کے پاس
’’دل سے اگر کبھی ترا ارمان جائے گا‘‘
کیسا بھلا وہ یار جس میں نہ ہو خلوص
پہچانا اپنے صِدق سے انسان جائے گا
ان حسرتوں کے جھرمٹ کو کہہ دو الوداع
ورنہ نکل کے دل سے طوفان جائے گا
بادِ صبا کے رقص سے کھِل اٹھے لالہ زار
خوشبو سے مہک سارا گلستان جائے گا
کُھلتی رہیں گی عشق میں گرہیں منیر سب
جس سمت دلِ زار کا وجدان جائے گا

❁❁❁❁❁❁❁❁

انہیں مختلف بیوت سے تلاش کر کے اور کوشش کر کے گھر لے کر آیا کہ گھر میں سب لوگ کسی تقریب کے سلسلہ میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں نفلی روزے کثرت سے رکھتے بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے منع فرمایا کہ حضور کی اجازت کے بغیر روزے نہیں رکھنے۔رمضان المبارک کے تمام روزے بیمار ہونے سے قبل تک باقاعدہ رکھتے رہے۔باقاعدگی سے تراویح بیت المبارک میں ادا کرتے اور درس بھی محراب کے قریب بیٹھ کر بیت المبارک میں سنتے۔اس سال بھی تمام تراویح بیت المبارک میں باقاعدہ ادا کیں۔آپ ہمیشہ کوشش کر کے پہلی صف میں بیٹھتے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁



پاکستان قائداعظم کا اور 75 بعد آج کا

جمیل احمد بٹ



قائداعظم کا تصور پاکستان آپ کی تقاریر اور ان کے مطابق کئی دہائیوں پر پھیلے آپ کے طرزعمل سے خوب ظاہر ہے۔ان میں سے بیشتر کا ذکر آپ کی اس تقریر میں ملتا ہے جو آپ نے دستور ساز اسمبلی کے صدر کے طور پر اس کے پہلے اجلاس میں کی۔آپ نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے مشکلات کے باوجود ریاست کو ایک سال تک ان اصولوں کے تحت انتہائی کامیابی کے ساتھ چلایا۔یہ ایک سالہ مختصر لیکن مثالی دور بھی قائداعظم کے پاکستان کی خوب عکاسی کرتا ہے۔افسوس کہ آج کے پاکستان میں یہ اصول متروک ہو گئے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ موجودہ پاکستان قائداعظم کا پاکستان نہیں ہے۔ چند پہلوؤں سے یہ تقابل اس مضمون کا موضوع ہے۔

ا۔بنیادی حکومتی ذمہ داری:

قائداعظم کا پاکستان:فرمایا

the first duty of a Government is to maintain law and order, so that the life, property and religious beliefs of its subjects are fully protected by the State. ' (Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947)

ترجمہ:حکومت کی پہلی ذمہ داری قانون اور امن کا برقرار رکھنا ہے تا کہ ریاست شہریوں کی جان مال اور مذہبی عقائد کی پوری حفاظت کر سکے۔

آج کا پاکستان:جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری کی ادائیگی کا حال ۷ اپریل ۲۰۲۲ کے Pakistan Today کے مطابق یہ ہے کہ سال رواں کی پہلی سہ ماہی میں صرف کراچی میں چوری اور ڈاکہ کی ۱۱۰۰۰ وارداتیں ہوئیں اور بہت سے لوگ خود حفاظتی کوششوں میں جان سے بھی گئے۔اخبار کی رائے میں اس سے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جرائم کی روک تھام اور شہریوں کی حفاظت میں مکمل ناکامی ظاہر ہے۔

دوسری طرف شہریوں کے مذہبی عقائد کی حفاظت کی ناگفتہ بہ صورت حال ان تازہ واقعات سے ظاہر ہے جن میں سے ایک کے مطابق پانچ شہریوں کو عید الاضحیٰ پر جانوروں کی قربانی کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا اور دوسرا پنجاب کی حکمراں جماعت کے ایک ضلعی رہنما کی حکومت کو خوشاب شہر کے احمدیوں کی اس جرم میں ضلع بدری کی درخواست کہ وہ ایک گھر میں نماز جمعہ ادا کرتے پائے گئے۔

۲۔رشوت ستانی اور کرپشن:

قائداعظم کا پاکستان:فرمایا

One of the biggest curses from which India is suffering ---is bribery and corruption. That really is a poison. We must put that down with an iron hand and I hope that you will take adequate measures as soon as it is possible ---to do so.'

)Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947(

ترجمہ:رشوت اور کرپشن ان بڑی لعنتوں میں سے ایک ہے جن میں برصغیر گرفتار ہے۔یہ یقیناً ایک زہر ہے۔جسے ہمیں ایک آہنی ہاتھ سے سے کچلنا ہو گا۔ مجھے امید ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو گا آپ ایسا کرنے کے لئے ضروری اقدامات کریں گے۔

آج کا پاکستان: ٹرانسپیرانسی انٹرنیشنل کی ۲۰۲۱ کی Corruption Perceptions Index کے مطابق پاکستان نے ۱۰۰ میں سے ۲۸ نمبر حاصل کئے ہیں۔اور رپورٹ میں شامل ۱۸۰ ملکوں میں پاکستان کا نمبر ۱۴۰ ہے۔یہ انڈیکس جو کرپشن کا شمار کرتی ہے ان میں رشوت، سرکاری وسائل اور

حیثیت کا ذاتی مفاد کے لئے استعمال، دفاتر میں کرپشن کے لئے جان بوجھ کر سست روی، سرکاری تقرریوں میں کنبہ پروری، کرپشن روکنے میں اپنے مفاد کے لئے حکومتی تساہل شامل ہیں۔

۳۔تجارتی بددیانتی:

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

Black marketing is another curse---.Now you have to tackle this monster which today is a colossal crime against society, ---These black-marketers ---ought to be very severely punished,'

)Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947(

ترجمہ: چور بازاری ایک اور لعنت ہے۔اب آپ کو اس عفریت سے نپٹنا ہو گا جو معاشرے کے خلاف ایک بھیانک جرم ہے۔ان چور بازاروں کو سخت سزائیں دی جانی چاہئیں۔

چور بازاری کی تعریف میں، بلا حکومتی اجازت اور لاگو ٹیکس کی ادائیگی کے بغیر غیر ممنوع اشیاء کا کاروبار اور وہ کاروبار جن کی جن کی اجازت ہی نہیں جیسے اسمگلنگ، منشیات، اسلحہ، ہیومن ٹریفکنگ وغیرہ سب شامل ہیں۔

آج کا پاکستان: ایکسپریس ٹریبیون کی ۲۵ نومبر ۲۰۲۰ کی اشاعت کے مطابق ۲۰۱۴ سے ۲۰۱۸ کے درمیان پاکستان میں اسمگل شدہ اشیاء کا حجم تین گنا بڑھ گیا اور جی ڈی پی

میں اس کا حصہ ۱۳ اعشاریہ ۸۸ فی صد سے بڑھ کر ۱۱ اعشاریہ ۲۵ فی صد ہو چکا تھا۔

الجزیرہ کی ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۴ کی یوٹیوب ویڈیو کے مطابق پاکستان میں منشیات کا استعمال کرنے والوں کی تعداد ۶۷ لاکھ تھی جو برابر بڑھ رہی تھی۔اس عرصہ میں افغانستان سے پاکستان پہنچنے والی سالانہ ۱۵۰ ٹن ہیروئن میں سے ۴۴ ٹن یہاں استعمال ہوئی۔

امریکہ کی ۲۰۲۱ کی ٹریفکینگ رپورٹ کے مطابق ۲۰۲۰ میں پاکستان میں ہیومن ٹریفکینگ کے شکار افراد کی تعداد ۳۲۰۲۲ تھی۔جو ۲۰۱۹ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھی۔

پاکستان کے تمام قابل ٹیکس کمائی کرنے والوں سے ان کی آمدنیوں پر لاگو کل ٹیکس کی وصولی ایک ایسا معاملہ ہے جو آج تک لاینحل ہے۔ٹیکس نیٹ میں شامل افراد کی تعداد ہمیشہ ہی بہت کم رہی ہے۔چنانچہ مارچ ۲۰۲۲ میں جاری کردہ ایف بی آر کی ۲۰۲۱ میں ٹیکس ادا کرنے والوں کی فہرست میں شامل افراد کی کل تعداد ملک بھر میں صرف ۲۸ لاکھ ۸۰ ہزار کے لگ بھگ تھی۔

آمدنی پر ہر ایک سے واجب ٹیکس کی وصولی کی سب حکومتی کوششیں مفادات، احتجاج اور مظاہروں کے ہاتھوں ناکام ہوتی رہی ہیں۔

۴۔اقربا پروری اور بدعنوانی:

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

'the evil of nepotism and jobbery--- must be crushed relentlessly. I want to make it quite clear that I shall never tolerate any kind of jobbery, nepotism or any influence directly or indirectly brought to bear upon me. Wherever I will find that such a practice is in vogue, or is continuing anywhere, low or high, I shall certainly not countenance it.'

)Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947(

ترجمہ: اقربا پروری اور بدعنوانی کی برائی کو بے رحمی سے کچلنا ہوگا۔میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں کسی قسم کی بدعنوانییا اقربا پروری اور کسی اثر رسوخ کو جو مجھ پر بالواسطہ یا بلاواسطہ ڈالنے کی کوشش کی جائے گی برداشت نہیں کروں گا۔ جہاں کہیں مجھے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ کار رائج ہے خواہ یہ اعلیٰ سطح پر ہو یا ادنیٰ سطح پر یقینی طور پر میں اس کو گوارا نہیں کروں گا۔

یہ اہلیت کی بنیاد پر حکومت چلانے کا اعلان تھا۔اور بظاہر اس قرآنی حکم کے تابع تھا کہ

إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَـٰنَـٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا (النساء ۴:۵۹)

ترجمہ: یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا

کروعملاً بھی آپ نے اپنا یہی طریق رکھا اور قطع نظر کسی فرد کے عقیدہ اور زبان و نسل کے قائداعظم نے ہمیشہ ذمہ داریاں ان کے سپرد کیں جو اس کے اہل تھے۔ گورنر جنرل کی حیثیت سے انہوں نے دس افراد پر مشتمل جو پہلی وفاقی کابینہ تشکیل دی اس میں لیاقت علی خان، آئی آئی چندریگر، غلام محمد، سردار عبدالرب نشتر، سر ظفر اللہ خان، غضنفر علی خان، جوگندر ناتھ منڈل، فضل الرحمان، خواجہ شہاب الدین اور پیرزادہ عبدالستار جیسے نیک نام اور اہل لیڈر شامل تھے۔ قائداعظم نے یہ کابینہ میرٹ اور صرف میرٹ پر تشکیل دی اور کسی کا غیر مسلم یا احمدی ہونا یا اس کا مختلف زبان بولنا یا علاقے سے ہونا کوئی روک نہ بنا۔

اہلیت کی بنیاد پر ہی قائداعظم اس سے پہلے ایک احمدی چوہدری ظفراللہ خان صاحب کو باونڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا وکیل اور اقوام متحدہ میں پاکستان کے پہلے وفد کا سربراہ مقرر فرما چکے تھے۔

آج کا پاکستان: آج اس کے برخلاف عام مشاہدہ کے مطابق حکومتی عہدیداروں کے تقرر میں سب سے اول عقیدہ اور پھر قرابت داری، تعلقات، سفارش اور مفاد درجہ بدرجہ اہمیت اور وزن رکھتے ہیں۔ جبکہ اہلیت کا ہونا یا نہ ہونا اکثر غیر متعلق ہوتا ہے۔ سول اور فوجی اعلیٰ عہدوں پر تقرری اور ترقی میں بھی ملازمین کے عقیدے کو عملاً اہلیت پر فوقیت دی جاتی ہے۔ ابھی کچھ عرصہ قبل عالمی شہرت رکھنے والے ایک پاکستانی معیشت دان کو محض اس کے احمدی ہونے کے سبب حکومتی ذمہ داری دئے جانے کا اعلان واپس لے لیا گیا تھا۔

۵۔ عوام الناس کی فلاح و بہبود

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

ا۔ ”ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ مالدار لوگ زیادہ مالدار ہو جائیں اور دولت چند ہاتھوں میں اکٹھی ہو جائے۔ ہمارا مطمح نظر یہ ہونا چاہئے کہ عوام کے معیار زندگی کے درمیان فرق دور کریں۔ ہمارا نصب العین اسلامی معیشت ہونا چاہئے نہ کہ سرمایہ دارانہ نظام۔“

دہلی میں مسلم لیگ کی پلاننگ کمیٹی کے اجلاس سے خطاب، ۶ نومبر ۱۹۴۴

2. 'Now, if we want to make this great State of Pakistan happy and prosperous, we should wholly and solely concentrate on the well-being of the people and especially of the masses and the poor.'

)Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947(

ترجمہ: اب اگر ہم ریاست پاکستان کو ایک خوشحال ملک بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں مکمل طور پر لوگوں اور خاص طور پر عوام اور غربا کی بہبود پر توجہ دینی چاہئے۔

آج کا پاکستان: ورلڈ بینک کے اندازہ کے مطابق ۲۰۲۰-۲۰۲۱ میں پاکستان میں غربت کی شرح ۳۹ اعشاریہ ۳ تھی۔ اس کا مطلب تقریباً ۴۰ فی صد آبادی کا غربت کی لکیر پر یا اس سے نیچا ہونا ہے۔ غربت بنیادی انسانی ضروریات خوراک، لباس اور رہائش کا نہ ہونا یا ناکافی ہونا ہے۔ مختصراً غربت بھوک ہے۔

اسی کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔ ملک میں اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کا غریب ہونا ایک المیہ ہے۔ خطرہ ہے کہ جولائی ۲۰۲۲ میں مہنگائی کی سالانہ شرح کا ۲۵ فی صد تک پہنچ جانا ملک میں غرباء کی تعداد میں اور بھی اضافہ کا باعث ہوگا۔

ملک قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ خرچ آمدنی سے زیادہ ہے۔ ادائیگیوں کا توازن بگڑا ہوا ہے۔ ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود گندم، چینی، خوردنی تیل امپورٹ کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف ان لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو مسلسل ناجائز ذرائع سے اپنے ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز کر رہے ہیں اور اس کی نمائش کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

۶۔ سب شہری برابر

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

If you---work together in a spirit that everyone of you, no matter to what community he belongs,---no matter what is his color, caste or creed is first, second and last a citizen of this State with equal rights, privileges and

obligations, there will be no end to the progress you will make.'

)Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947(

ترجمہ: اگر آپ مل کر اس جذبہ سے کام کریں گے کہ ہر ایک قطع نظر اس کے کہوہ کسی بھی جماعت سے تعلق رکھتا ہو، اس کا کوئی بھی رنگ، برادری یا عقیدہ ہووہ برابری کے حقوق، سہولیات اور فرائض کے ساتھ پاکستان کا پہلا، دوسرا اور آخری شہری ہے تو اس ترقی کی کوئی حد نہ ہوگی جو آپ حاصل کر سکتے ہیں۔

آج کا پاکستان: آج جس طرح ملکی آبادی عقیدہ، برادری، زبان، رہائشی صوبہ اور اس میں مزید شہری اور دیہاتی کی تفریق کا شکار ہے سب کے سامنے ہے۔ اور اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر وہ ترقی معکوس بھی جس کا اظہار عالمی اداروں کے کسی بھی جہت سے بنائے گئے وہ اشاریے ہیں جن میں سے ہر ایک میں پاکستان صف آخر کے ملکوں میں نظر آتا ہے۔

۷۔ ریاست کا شہریوں کے مذہب سے لاتعلق ہونا:

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

You are free you are free to go to your temples. You are free to go to your mosques or to any other places of worship in this State of Pakistan. You may belong to any region or caste or creed --that has nothing to do with the business of the State.---

We are starting with this fundamental principle that we are all citizens and equal citizens of one State.

Now, I think we should keep that in front of us as our ideal and you will find that in course of time Hindus would cease to be Hindus and Muslims would cease to be Muslims, not in the religious sense, because that is the personal faith of each individual but in the political sense as citizens of the state.

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947)

ترجمہ: آپ آزاد ہیں۔ اس ریاست پاکستان میں آپ آزاد ہیں اپنے مندروں میں جانے کے لئے۔ آپ آزاد ہیں اپنی مساجد میں یا کسی اور عبادت گاہ میں جانے کے لئے۔ آپ کا کسی بھی مذہب، ذات پات یا عقیدے سے تعلق ہو، کاروبار مملکت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔۔۔

ہم اس بنیادی اصول کے ساتھ ابتدا کر رہے ہیں کہ ہم سب شہری ہیں اور ایک مملکت کے برابر کے شہری ہیں۔

میرے خیال میں ہمیں اسے اپنے مطمح نظر کے طور پر اپنے سامنے رکھنا چاہیئے اور آپ دیکھیں گے کہ وقت کے ساتھ ہندو، ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان، مسلمان نہیں۔ مذہبی طور پر نہیں کیونکہ یہ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی طور پر ریاست کے شہری ہونے کے ناطے۔

ریاست کے بارے میں اپنے اس نظریہ کے اظہار سے پہلے بھی قائداعظم نے عملاً ہمیشہ سیاست کو مذہب سے الگ رکھا۔ چنانچہ ۱۹۴۴ میں جب آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں یہ کوشش کی گئی کہ یہ قانون بن جائے کہ کوئی احمدی مسلم لیگ کا ممبر نہیں بن سکتا۔ کافی حمایت بھی حاصل کر لی گئی تھی لیکن خود قائداعظم نے مداخلت کر کے یہ قرارداد واپس لینے پر آمادہ کر لیا۔

(نوائے وقت ۱۱۰ اکتوبر ۱۹۵۳ بحوالہ سلسلہ احمدیہ جلد دوم مرتبہ ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صفحہ ۱۳۴)

قائدِاعظم کی اصولی بنیاد پر احمدیوں کی اس حمایت کا ذکر اور اس پر ناراضگی کا اظہار کئی جگہ ملتا ہے۔ مثلاً

i۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور ۱۹۴۴ میں مولوی عبدالحامد بدایونی نے ایک قرارداد پیش کرنا چاہی جس کا مقصد یہ تھا کہ کہ قادیانیوں کو مسلم لیگ کی رکنیت سے خارج کر دیا جائے یہ لوگ باتفاق علماء دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن مسٹر جناح نے اپنے آمرانہ اقتدار سے اس قرارداد کو پیش نہیں ہونے دیا۔

(مسلم لیگ کے شاندار اسلامی کارنامے صفحہ ۴ مرتبہ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی)

ii۔ مرزا محمود احمد اور اس کی پراپاگنڈہ ایجنسی نے مسٹر جناح سے خط و کتابت کی آخر مسٹر جناح نے مرزائیوں کو مسلم لیگ میں شامل کر لیا۔ ۱۹۴۴ء

کے ایک اجلاس میں اس کے خلاف ایک قرارداد پیش ہوئی تو مسٹر جناح نے اس پر بحث کی اجازت نہ دی۔)

(احرار کا کتابچہ مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی صفحہ ۱۸۔۱۹ اکتوبر ۱۹۴۶ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۹ صفحہ ۳۶۶۔۳۶۷)

iii۔ قادیانیوں کے اخراج کے متعلق جو تجویز پیش ہونے والی تھی اسے بھی مسٹر جناح نے پیش ہونے سے روک دیا۔''

(اخبار مدینہ بجنور ۱۵ اگست ۱۹۴۴ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۹ صفحہ ۵۸۸

آج کا پاکستان: قائداعظم کی اس سوچ کے برعکس پاکستان میں ریاست نے شہریوں کے عقائد سے تعلق جوڑے رکھا۔قرارداد مقاصد سے آغاز ہوا۔ پھر ۱۹۷۴ میں دینی اور قانونی حدود سے تجاوز کر کے آئین کی دوسری ترمیم کے ذریعہ آبادی کی ایک حصہ کے مذہبی تشخص کا فیصلہ بھی ریاست کا اختیار ہو گیا۔ بعد میں مزید ردّہ رکھتے ہوئے ۱۹۸۴ میں ایک آرڈیننس کے تحت اس جماعت کو اپنے عقیدہ کے اظہار،عمل اور اشاعت کو قابل سزا جرم قرار دے دیا گیا۔ ریاست کے مذہب سے اس تعلق کا یہ بدنتیجہ بھی نکلا کہ اب کسی شہری کا شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور بوقت نکاح اپنے مسلم ہونے کا اقرار بھی قانون کی نظر میں اس وقت تک تسلیم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ باوجود بے علم ہونے کے غلط بیانی سے اتہام لگا کر اس جماعت کے پیشوا پر زبان درازی نہیں کرتا۔

۸۔ بلا امتیاز انصاف اور غیر جانبداری

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

1.I shall always be guided by the principles of justice and fair-play without any--- prejudice or ill-will, in other words, partiality or favoritism. My guiding principle will be justice and complete impartiality.'

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947)

ترجمہ: میں ہمیشہ انصاف کے اصول پر قائم رہوں گا۔ یعنی کسی تعصب، بغض یا دوسرے لفظوں میں جانبداری اور ترجیح کے بغیر میرا رہنما اصول سب کے ساتھ انصاف اور مکمل غیر جانبداری رہے گا۔

He wanted the law to be supreme and wanted to see justice dispensed without fear or favour.'2.

(Whither Quaid's Vision, in The Jinnah Anthology, compiled & edited by Liaquat H. Merchant &Sharif Al Mujahid, Page 196, Oxford University Press, 2009)

ترجمہ: قائداعظم پسند کرتے تھے کہ قانون بالا رہے اور یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ بلا کسی خوف یا جانبداری کے سب کو انصاف ملے۔

قرآنی طریق حکومت بھی انصاف ہی ہے جیسا کہ فرمایا:

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحْكُمُوا۟ بِٱلْعَدْلِ (النساء ۴:۵۹)

ترجمہ: اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو

آج کا پاکستان: دی ورلڈ جسٹس پروجیکٹ کی قانون کی حکمرانی پر ۲۰۲۱ کے لئے جاری کردہ رپورٹ کے مطابق ۱۳۹ ملکوں میں سے پاکستان کا نمبر ۱۳۰ ہے۔ پروجیکٹ کے طریق کار اور اس کے نتیجہ سے قطع نظر ملک میں انصاف ملنے میں دشواریوں اور تاخیر سے ہر وہ شخص واقف ہے جسے اس رائج نظام عدل سے واسطہ پڑتا ہے۔ کہتے ہیں کہ انصاف میں تاخیر، انصاف کا نہ ملنا ہے۔ جون ۲۰۲۱ میں جیوٹی وی کی ایک خبر کے مطابق اس وقت ملک کی اعلیٰ اور ماتحت عدالتوں میں زیر سماعت مقدمات کی تعداد 2,159,655 تھی۔ جبکہ ان ججز کی تعداد جو ان مقدمات کو سن رہے تھے یا سنیں گے صرف 3,067 تھی۔ اس طرح ہر جج کے پاس 704 کیس تھے۔ اگر چہ مقدمات کئی کئی نسلوں تک بھی چلتے ہیں لیکن اگر بالفرض ایک مقدمہ اوسطاً ایک سال میں فیصلہ ہو جاتا ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ ان سب مقدمات کا فیصلہ اگلے 700 سالوں میں متوقع ہے۔

جہاں تک سب کے ساتھ برابر کے انصاف کا تعلق ہے تو اس کا حال ان مقدمات سے خوب ظاہر ہے جن میں احمدی جرم بے گناہی میں سزائیں بھگت رہے ہیں یا ضمانت نہ ہو سکنے کے سبب سالہا سال سے اسیر ہیں۔

۹۔ مذہبی رواداری:

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

'1. Islam stands for justice, equality, fair play, toleration and even generosity to non-Muslims who may be under our protection. They are like brothers to us and would be the citizens of the State.) 'Address at The Muslim University Union, Aligarh,2 November, 1941)

ترجمہ: اسلام اپنے ذمہ تمام غیر مسلموں کے لئے انصاف، برابری، یکساں سلوک، برداشت بلکہ فیاضی کا ضامن ہے۔ وہ ہمارے لئے بھائیوں کی طرح ہیں ریاست کے شہری ہوں گے۔

۲۔ اقلیتوں کا تحفظ کیا جائے گا ان کا تعلق خواہ کسی فرقے سے ہو۔ ان کا مذہب یا دین یا عقیدہ محفوظ ہوگا۔ ان کی عبادت کی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ انہیں اپنے مذہب، عقیدے، اپنی جان اور اپنے تمدن کا تحفظ حاصل ہوگا۔ وہ بلا امتیاز ذات پات اور عقیدہ ہر اعتبار سے پاکستان کے شہری ہوں گے۔

(۱۴ جولائی 1947 کو دہلی میں ایک پریس کانفرنس)

۳۔ پاکستان میں کوئی نظام پاپائیت رائج نہیں ہے۔ اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسلام ہم سے دیگر عقائد کو برداشت کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور ہم اپنے ساتھ ان لوگوں کے گہرے اشتراک کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہیں جو خود پاکستان کے سچے اور وفادار شہریوں کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرنے کے لئے آمادہ اور رضامند ہوں۔

(19 فروری 1948 کو آسٹریلیا کے عوام سے قائد کا نشری خطاب)

۴۔※ مجھے اس بات کا تو علم نہیں کہ دستور کی حتمی شکل کیا ہوگی لیکن مجھے اس امر کا یقین ہے کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا جس میں اسلام کے لازمی اصول شامل ہوں گے۔۔۔ بہرنوع پاکستان ایک ایسی مذہبی مملکت نہیں ہوگی جس پر علماء ایک خدائی مشن کے ساتھ حکومت کریں۔ غیر مسلم ہندو، عیسائی اور پارسی ہیں لیکن وہ سب پاکستانی ہیں۔ انہیں وہ تمام حقوق اور مراعات حاصل ہوں گی جو کسی اور شہری کو حاصل ہوسکتی ہیں اور وہ امور پاکستان میں اپنا جائز کردار ادا کرسکیں گے۔

(فروری 1948 میں امریکی عوام سے نشری خطاب)

آج کا پاکستان: انسانی حقوق پر نظر رکھنے والے عالمی اداروں کی ہر سال کی رپورٹ میں ملک کی غیر مسلم اقلیتوں، عیسائی، ہندو، سکھ سے ترجیحی سلوک کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی مشکلات کا بیان ہوتا ہے۔ ملکی میڈیا میں بھی آئے دن اقلیتی جماعتوں کے افراد، ان کے گھروں اور عبادت گاہوں پر مسلح حملے، ان کی عورتوں کی تبدیلی مذہب اور جبری شادیاں اور توہین مذہب کے قوانین کے تحت ان پر مقدمات کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ حالات سازگار نہ پاتے ہوئے گزشتہ دہائیوں میں بڑی تعداد میں اقلیتی آبادی کی نقل مکانی بھی اس پر شاہد ہے۔

۱۰۔ اتحاد، تنظیم اور ایمان

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

'Never forget our motto "Unity, Discipline and Faith'.

(Speech from Radio Pakistan,Lahore,30 October, 1947)

ترجمہ: اتحاد، تنظیم اور ایمان کے اصول عمل کو کبھی فراموش نہ کرنا

آج کا پاکستان: عقیدے، زبان، ذات اور رہائشی صوبے کی بنیاد پر گروہوں میں بٹے ہوئے، قطار میں کھڑے ہو کر اپنی باری کا انتظار نہ کرسکنے والے اور دین کا علم نہ رکھنے کے سبب اپنے بچے کے کان میں اذان دینے سے جنازہ پڑھوانے تک پیشہ وروں کے محتاج اور جعلی پیروں، فقیروں اور مذہب کا کاروبار کرنے والوں کے پیچھے لگے ہوئے یہ عوام آج اپنے عمل سے ثابت کر رہے ہیں کہ قائد نے اتحاد، تنظیم اور ایمان کے جن اصولوں کو کبھی نہ بھولنے کی نصیحت کی تھی وہ انہیں مکمل طور پر فراموش کر چکے ہیں۔

۱۱۔ انسانی مساوات، معاشرتی انصاف اور انسانی حقوق میں برابری:

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

1.'Brotherhood, equality and fraternity of man—these are all the basic points of our religion, culture and civilization. And we fought for Pakistan

because there was a danger of denial of these human rights in this sub-continent.'

(Address to Public Reception, Chittagong, 26 March, 1948)

ترجمہ: انسانی اخوت مساوات اور بھائی چارہ ہمارے مذہب ثقافت اور تہذیب کے بنیادی نکات ہیں اور ہم نے پاکستان کیلئے جدوجہد اس لیے کی کہ برصغیر ہندوستان میں ان انسانی حقوق کو خطرہ لاحق تھا۔

۲۔ ''انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے حقیقی اسلامی تصور پر مبنی ایک معاشی نظام دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ اس طرح ہم بحیثیت مسلمان اپنے مشن کو پورا کریں گے اور انسانیت کو امن کا پیغام دیں گے جو اکیلا ہی اسے بچا سکتا ہے اور انسانیت کی فلاح و بہبود، خوشحالی اور معاشی ترقی کو محفوظ بنا سکتا ہے۔''

(کراچی میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر تقریر، 1 جولائی 1948)

قائداعظم کا پاکستان میں انسانی مساوات کے قیام کا یہ عزم غالباً مدینہ کی اس پہلی اسلامی ریاست کے تتبع میں تھا جس کے میثاق میں مہاجر اور انصار مسلمانوں کے ساتھ، مدینہ کے مشرکین اور یہود کو بھی برابری کی بنیاد پر شامل کیا گیا۔ بطور مثال اس میثاق کی ایک شق یہ تھی:

۱۹۔ قبیلہ بنی عوف کی یہود بھی اس معاہدہ میں شامل ہیں۔ اگرچہ مسلمان اور یہودی ہر ایک اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے کا مستحق ہوگا لیکن مشترکہ مقاصد میں دونوں ایک جماعت کے حکم میں داخل ہوں گے۔''

(حیات محمد ﷺ از محمد حسین ہیکل مترجم ابو یحیٰ امام خان صفحہ ۲۶۹ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع نہم اپریل ۲۰۰۲)

آج کا پاکستان: انسانی مساوات، معاشرتی انصاف اور انسانی حقوق میں برابری کے ان سنہری اصولوں پر پاکستان میں جس حد تک عمل ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ عملاً یہ سب نہ ہونے کے برابر ہیں۔ برابری کا سلوک اپنے جیسوں کے ساتھ تو ہے لیکن حیثیت میں کم والے عزت و احترام برابری تک نہیں پہنچتے اور کم درجہ ہی شمار ہوتے ہیں۔ بے حسی اور خودغرضی معاشرے کا عام مزاج ہے اور دوسروں کے لئے ایثار و قربانی مستثنیات میں سے ہیں۔ انصاف کی پلہ طاقتور کی طرف جھکا رہتا ہے۔ اور سارے حقوق بھی اسی پیمانے سے ملتے ہیں۔ نتیجہ میں ملک میں خوشحالی اور معاشی ترقی بھی اسی کے بقدر ہے۔

۱۲۔ بیوروکریسی کی حدود:

قائداعظم کا پاکستان: آپ نے 14 اپریل 1948 کو گورنمنٹ ہاوس پشاور میں سول افسروں سے غیر رسمی بات چیت کرتے ہوئے فرمایا:

پہلی بات جو میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ کو کسی سیاسی جماعت یا کسی سیاستدان کے سیاسی دباؤ میں نہیں آنا چاہئے۔ اگر آپ پاکستان کے وقار اور عظمت کو بڑھانا چاہتے ہیں تو آپ کو کسی دباؤ کا شکار نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنا فرض منصبی عوام اور ملک کے خادم بن کر بے خوفی اور دیانتداری کے ساتھ سرانجام دینا چاہئے۔ عمالِ حکومت، ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہیں۔ حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی ہیں، وزرائے اعظم اور وزراء آتے جاتے رہتے ہیں لیکن آپ حسب معمول برقرار رہتے ہیں اور اس کے لئے آپ پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ سیاسی جماعت یا وہ سیاسی جماعت، یہ سیاسی رہنما یا وہ سیاسی رہنما اس سے آپ کو کچھ سروکار نہیں رکھنا چاہئے۔ یہ آپ کا کام ہے ہی نہیں۔ آئین کے تحت جو بھی حکومت بنتی ہے اور جو کوئی بھی معینہ آئینی راستوں سے وزیر اعظم یا وزیر بن کر آتا ہے آپ کا فرض نہ صرف یہ ہے کہ آپ حکومت کی فرمانبرداری اور وفاداری کے ساتھ خدمت کرتے رہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ شہرت، اپنے وقار، اپنی عزت اور اپنی ملازمت کی نیک نامی کو بھی برقرار رکھیں۔ اگر آپ اس عزم کے ساتھ آغاز کریں گے تو آپ ہمارے تخیّل اور ہمارے خوابوں کے مطابق پاکستان یعنی ایک پُرشکوہ مملکت کی اور دنیا کی عظیم ترین قوموں میں سے ایک قوم کی تعمیر میں بہت بڑا کردار ادا کر سکیں گے۔

آج کا پاکستان: آج کی بیوروکریسی کس حد تک قائداعظم کے اس فرمان پر عمل کر رہی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ خود حکومتیں بھی بیوروکریسی کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتی ہیں، ہر حکومت کی تبدیلی کے ساتھ بڑے پیمانے پر ردوبدل اسی غرض سے ہوتا ہے۔ اسی سبب بڑے بڑے بیوروکریٹ وقت

کے ساتھ احتساب کا سامنا کرتے ہیں۔اور پاکستان کو ایک پر شکوہ مملکت بنانے کے خواب بدستور ادھورے چلے جاتے ہیں۔

۱۳۔فوج کا کردار:

قائداعظم کا پاکستان: آپ نے ۱۴ جون ۱۹۴۸ کو اسٹاف کالج کوئٹہ میں فوجی افسروں کو آئینی حلف پڑھ کر سنایا اور ان کی آئینی حدود بتاتے ہوئے فرمایا:

'---the spirit is what really matters. I should like you to study the Constitution--- and understand its true constitutional and legal implications when you say that you will be faithful to the Constitution of the Dominion.

I want you to remember …that the executive authority flows from the Head of the Government of Pakistan, who is the governor-general and, therefore, any command or orders that may come to you cannot come without the sanction of the Executive Head. This is the legal position.'

ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ آپ آئین کا مطالعہ کریں اور اس بات کو سمجھیں کہ جب آپ ملک کے آئین سے وفاداری کا عہد کرتے ہیں تو اس کے حقیقی آئینی اور قانونی مضمرات کیا کیا ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بات کو یاد رکھیں کہ اصل اختیار حکومتی سربراہ کے پاس ہے جو کہ گورنر جنرل ہے۔اور آپ کے پاس کوئی قابل عمل حکم اس سربراہ کی منظوری کے بغیر نہیں آ سکتا۔قانون یہی ہے۔

آج کا پاکستان: قائد کے اس فرمان پر عمل نہیں کیا گیا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ پاکستان میں تیس سال سے زیادہ عرصہ فوج کے چیف براہ راست سربراہ حکومت رہے ہیں۔اور بالواسطہ یہ حکومت کسی نہ کسی شکل میں تو شاید ہمیشہ رہی ہے۔

۱۴۔حاصل کلام:

قائداعظم کے سامنے پاکستان کے لئے اعلیٰ اصولوں پر مشتمل ایک واضح دستور عمل تھا جن پر عمل کے نتیجہ میں پاکستان کے روشن مستقبل اور اقوام عالم میں ایک اونچے درجہ کے خواب ان کی آنکھوں میں بسے ہوئے تھے۔جن کا وہ بار بار اظہار بھی کرتے۔اپنے ایک سالہ دور میں انہوں نے ان اصولوں پر عمل کر کے بھی دکھایا۔ انہوں نے اہل اور فرض شناس افراد کی ایک چھوٹی سی کابینہ سے کام چلایا۔سادگی کو رواج دیا۔کابینہ کے اجلاسوں میں چائے کا ایک کپ بھی پیش نہ ہوتا۔انہوں نے قومی خزانے کو عوام کی امانت سمجھ کر خرچ کیا رات کو سونے سے پہلے گورنر جنرل ہاوس کی فالتو بتیاں بجھا دیتے۔انہوں نے کسی پروٹوکول کے بغیر قانون کا عملی احترام کیا ۔ریلوے کی ٹرین کے گزرنے کا انتظار کیا اور ریلوے کا پھاٹک کھلوا کر آگے جانے سے انکار کیا۔انہوں نے گورنر ہاوس میں اپنے اوپر ہونے والے معمولی خرچ کو بھی خود ادا کیا۔قائداعظم نے اپنی محنت کی کمائی کے ساتھ بنائی جائیدادیں اور اثاثے فلاحی اور تعلیمی اداروں کو وقف کر دیئے۔انہوں نے باوجود صحت کی خرابی کے ان تھک محنت کی اور وفات تک اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔

یہ بدقسمتی ہے کہ بعد میں آنے والوں ان اعلی روایات کو قائم رکھنے کے بجائے ان کے برعکس راہوں کو اختیار کیا۔حکومت کو حصول منفعت کا ذریعہ سمجھا اور اس غرض سے ہر بے اصولی کو راہ دی۔کنبہ پروری کی۔کرپشن خود بھی کی اور دوسروں کو بھی اس کا موقعہ دیا۔عوام کی فلاح و بہبود کا ہمیشہ نظرانداز کر کے اسے آخری ترجیح پر رکھا۔بے انصافی کا راستہ اپنایا۔قانون صرف مجبور اور بے کسوں کے لئے رہ گیا اور سب طاقتور اس کی پہنچ سے باہر رکھے گئے۔اور یوں انصاف کا خون کیا۔جبکہ انصاف ہی وہ واحد طریق ہے جو قوموں کو ترقی کے راستوں پر گامزن کرتا ہے۔

قائد کے فرمودات سب کے لئے تھے لیکن کسی نے ان پر عمل نہ کیا۔مقننہ، عدالتیں، حکومتیں، بیوروکریسی، فوج اور عوام سب نے ان کو پس پشت ڈالے رکھا۔آج سب نتیجہ بھگت رہے ہیں۔اگر اب بھی ایک عزم کے ساتھ قائد کی بتائی ہوئی راہوں کو اختیار کیا جائے تو ان کے کرچی کرچی خواب پھر زندہ وہو سکتے ہیں۔



دورخلافت خامسہ میں مجلس انصار اللہ برطانیہ کی ترقیات

ڈاکٹر سرافتخار احمد ایاز، لندن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

صدر محترم اور سامعین کرام! اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ آج اس بابرکت مجلس میں ''دورخلافت خامسہ میں مجلس انصار اللہ برطانیہ کی ترقیات'' کے موضوع پر کچھ عرض کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ وباللہ التوفیق

ہم سب جانتے ہیں کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 26 جولائی 1940ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں مجلس انصار اللہ کے قیام کا اعلان فرمایا۔ دراصل جماعت احمدیہ میں ذیلی تنظیموں کا قیام سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خداداد ذہانت وفطانت اور علمی وانتظامی صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے افراد جماعت کے مردوزن و بچوں کو اپنی عمر کے لحاظ سے ذیلی تنظیموں میں تقسیم کر کے ان کی روحانی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور جسمانی ترقی کے سامان منظم صورت میں پیدا فرما دیئے۔ یہ حضرت مصلح موعودؓ کا جماعت پر عظیم الشان احسان ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ ذیلی تنظیموں کے قیام کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ان مجالس کا قیام میں نے تربیت کی غرض سے کیا ہے۔۔۔۔ ان مجالس پر دراصل تربیتی ذمہ داری ہے۔ یاد رکھو کہ اسلام کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک شعر لکھ رہے تھے۔ ایک مصرعہ آپ نے لکھا کہ

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے

اسی وقت آپؑ کو دوسرا مصرعہ الہام ہوا جو یہ ہے کہ

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اگر جماعت تقویٰ پر قائم ہو جائے تو پھر وہ خود ہر چیز کی حفاظت کرے گا۔۔۔ پس مجلس انصار اللہ۔۔۔ کا کام یہ ہے کہ جماعت میں تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔''

(سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 51 تا 55)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کو توجہ دلائی کہ وہ پانچ کام ہیں جن کو ہر فردِ جماعت کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور سب سے زیادہ انصار اللہ کو اس پر توجہ دینی چاہئے اور وہ کام یہ ہیں۔

(1) نمبر ایک تبلیغ کرنا۔ (2) نمبر دو قرآن پڑھنا۔ (3) نمبر تین شرائع کی حکمتیں بیان کرنا۔ (4) نمبر چار اچھی تربیت کرنا۔ (5) اور نمبر پانچ قوم کی دنیاوی کمزوریوں کو دور کر کے اسے ترقی کے میدان میں بڑھانا۔ آپ نے اس بات پر بڑا زور دیا کہ اگر یہ پانچ باتیں آپ میں پیدا ہو گئیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہماری ترقی کی رفتار کئی گنا بڑھ جائے گی۔ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آخرین کا بھی یہی کام ہے جو صحابہ نے کیا اور صحابہ کے یہی پانچ اہم کام تھے اور یہی ہم نے کرنے ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 21 صفحہ 278)

سامعین کرام! مجلس انصار اللہ برطانیہ کی سنہری تاریخ کے ذکر کو وقت کی رعایت کی وجہ سے چھوڑتے ہوئے صرف ''دورخلافت خامسہ میں مجلس انصار اللہ برطانیہ کی عظیم الشان ترقیات'' کے حوالہ سے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم الشان احسان اور مجلس انصار اللہ برطانیہ کی خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اپنے دل و جان سے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی براہ راست نگرانی اور نگہداشت حاصل ہے۔ دنیا کے کسی

ملک کی مجلس انصار اللہ کو یہ اعزاز حاصل نہیں کہ اُس کے اراکین ہمیشہ خلیفہ وقت کا دیدار اور اُس کی قربت کے فیض سے مستفیذ ہوتے ہوں۔ پنج وقتہ نمازوں میں اُس کے دیدار کی لذت حاصل کرتے ہوں۔

پیارے آقا! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورِ مبارک میں مجلس انصار اللہ برطانیہ کے ہر شعبہ میں بے حد اضافہ ہوا ہے، اور جملہ اراکین نے انصار اللہ کے حوالہ سے خاص تائید و نصرت کا ملاحظہ کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ فراست کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انصار اللہ برطانیہ کی جو مسلسل راہنمائی فرمائی اس کے نتیجہ میں مجلس انصار اللہ برطانیہ عظیم الشان ترقیات کی منازل طے کرتی چلی جا رہی ہے۔

(الف) خلافت خامسہ کے دور میں مجلس انصار اللہ برطانیہ کی تجنید 1800 سے بڑھ کر بفضلہ تعالیٰ 6000 ہزار کے قریب ہو چکی ہے۔

(ب) مجلس انصار اللہ برطانیہ کا مالی بجٹ 75,000.00 سے بڑھ کر بفضلہ تعالیٰ قریباً 8 لاکھ پاؤنڈ ہو چکا ہے۔

(ج) اسی طرح مخصوص مالی تحریکات کے تحت Masroor Eye Institute بورکینا فاسو کا قیام جس پر اب تک 1.5 ملین پاؤنڈ خرچ ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی فلاحی کام سرانجام دینے کی توفیق ملی ہے۔ سینکڑوں نابینا نے Gift of Sight سے بینائی حاصل ہوئی ہے۔ افریقہ میں ماڈل دیہات تعمیر کرنے کا پراجیکٹ اور واٹر پمپ لگا کر پینے کا صاف پانی فراہم کرنے کا پراجیکٹ اور پرانے واٹر پمپ کی مرمت کا کام اور پاکستان میں نئے واٹر wells کے لگانے کا پروگرام بہت کامیابی سے چل رہا ہے۔

سامعین کرام! سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت قیادت و راہنمائی میں مجلس انصار اللہ برطانیہ کو اپنے مرکزی دفتر ''سرائے ناصر'' کی خرید و افتتاح کی سعادت نصیب ہوئی۔

اپریل 2019ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لندن سے اسلام آباد منتقل ہوئے تو مجلس انصار اللہ برطانیہ نے خلیفۃ المسیح کے قرب کی چاہ میں مسجد فضل کے سامنے واقع سرائے انصار کی طرح اسلام آباد کے نواح میں بھی ایک مہمان سرائے کی خرید کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ اسلام آباد کے قرب میں واقع شہر فارنہم میں ایک عمارت دیکھی گئی۔ 4 رمئی 2019ء کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے منظوری عطا فرمائی اور دسمبر 2019ء کو یہ عمارت مجلس انصار اللہ کے نام ہو گئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

خریداری کے معاً بعد تزین و آرائش کام کا آغاز کر دیا گیا۔ اور جب یہ مرحلہ مکمل ہوا تو ہر چند کہ حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 22 رمارچ 2020ء کو عمارت کا نام ''سرائے ناصر'' عطا فرما دیا تھا، لیکن اُن دنوں کرونا وبا کی شدّت کے باعث افتتاح نہیں کیا جا سکتا تھا۔

امسال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت افتتاح کے لئے 5 رفروری 2022ء کی تاریخ منظور فرمائی۔ الحمد للہ ''سرائے ناصر'' کا بابرکت افتتاح عمل میں آ چکا ہے۔ بارک اللہ

سامعین کرام! پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصار اللہ کو تبلیغ کے نئے ذرائع اختیار کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ چیریٹی واک اور شہری انتظامیہ کے ساتھ مل کر شہروں میں درخت لگائے جائیں۔ اس کے لئے حضور انور نے چھوٹے چھوٹے شہروں اور گاؤں کو ترجیح دینے کی نصیحت کی۔ چنانچہ تمام مجالس حضور انور ایدہ اللہ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ان دونوں سکیموں کو اپنے لائحہ عمل میں شامل کر چکی ہیں۔ اور انصار اللہ مختلف شہروں میں ہزاروں درخت لگا چکی ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

مجلس انصار اللہ برطانیہ ہر سال ایک مرکزی اور چار ریجنل سطح پر چیریٹی واک برائے امن کا اہتمام کرتی ہے۔ اپنی اس سکیم کو پُرکشش بنانے اور جلسہ سالانہ کے شاملین کو اپنی کاوشوں سے آگاہ کرنے اور لوگوں کو اس بابرکت سکیم کی طرف متوجہ کرنے کے لئے جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر خوبصورت نمائش کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس میں اب تک منعقد ہونے والی چیریٹی واک کی تفاصیل تصویری خبرنامہ اور چیریٹی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے ثمرات کی تفصیل کو انتہائی دیدہ زیب طریق پر پیش کیا جاتا ہے۔

اس چیریٹی واک سے مجلس انصار اللہ کو ایک ملین سے زائد پاؤنڈز کی آمد ہوتی ہے جو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فیصلہ کے مطابق چیریٹی

تنظیموں میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ برطانیہ کی 260 چیریٹی تنظیمیں مجلس انصار اللہ برطانیہ کے پاس رجسٹرڈ ہیں۔ اس واک میں مختلف اراکین پارلیمنٹ، میئرز اور مختلف سیاسی مذہبی لیڈروں کے علاوہ متعدد کونسلرز اور دیگر اہم شخصیات شامل ہوتی ہیں۔ اس سال چیریٹی واک میں مختلف علاقوں کے میئر، ممبر آف پارلیمنٹ اور معروف شخصیات شامل ہوئیں۔ اور شاملین کی تعداد 11 صد سے زائد تھی اور ایک ملین پاؤنڈ سے زائد رقم جمع ہونے کی توقع ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ مجلس انصار اللہ برطانیہ کو خدمت دین اور خدمت انسانیت کی جو بھی توفیق عطا ہو رہی ہیں یہ خلفائے احمدیت کی بابرکت رہنمائی اور اطاعت سے سرشار ہو کر خدمت میں مصروف ہو جانے والے رضا کار انصار کی انتھک کاوشوں کا ثمر ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ جماعت احمدیہ کی ترقیات کا راز یہی ہے کہ اپنے امام کے اشارے کو دیکھیں اور لبّیک کہتے ہوئے اپنے امام کی توقعات کے مطابق دعاؤں کے ساتھ ایسی کوششوں میں مصروف ہو جائیں جو بالآخر اُنہیں کامیابی سے ہمکنار کر دیں۔

خلافت خامسہ کے اس مبارک دور میں مجلس انصار اللہ برطانیہ کے ہر ایک شعبہ میں ایک غیر معمولی برکت نظر آتی ہے۔ ان برکات اور ترقیات کی پیمائش کا ایک ذریعہ سالانہ اجتماعات بھی ہیں۔

2003 کے مجلس انصار اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع اور آج کے سالانہ اجتماع کا موازنہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہر لحاظ سے غیر معمولی نظر آتی ہے۔

2003ء کے سالانہ اجتماع میں 72 مجالس سے 932 انصار نے شرکت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت دور خلافت کا یہ پہلا اجتماع تھا جس کے اختتامی اجلاس سے حضور انور نے خطاب فرمایا۔

2003ء میں منعقد ہونے والی مجلس انصار اللہ برطانیہ کی سالانہ مجلس شوریٰ سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے خطاب فرمایا جس میں حضور انور نے انصار کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ نمائندگان مجلس شوریٰ میں پاس ہونے والی تجاویز پر سارا سال عمل درآمد کروانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

اسی سال حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انصار اللہ برطانیہ کے لئے ایک رسالہ ’’انصار الدین‘‘ کی منظوری بھی عطا فرمائی۔ اور ’’سبیل الرشاد‘‘ کا انگریزی ترجمہ کرنے کی ہدایت بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ’’انصار الدین‘‘ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ اور ’’سبیل الرشید‘‘ کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

2004ء میں مجلس انصار اللہ برطانیہ کے تحت شعبہ تعلیم القرآن کا اجراء کیا گیا۔ حضور انور ایدہ اللہ کے ایک خطبہ جمعہ کے حوالہ سے انصار نے قرآن کریم کا ترجمہ سکھانے کی کلاسوں کے انعقاد کی ذمہ داری قبول کر لی۔ اسی سال کے دوران حسب ضرورت روزانہ یا ہفتہ وار یہ کلاسیں 21 مقامات پر منعقد ہونے لگیں جن میں شرکاء کی تعداد چار صد سے متجاوز تھی۔ قرآن مجید کا انگریزی اور اُردو میں لفظی ترجمہ سپارہ سپارہ شائع کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ ماشاء اللہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت اکتوبر 2004ء میں مجلس انصار اللہ برطانیہ کو ہارٹلے پُول میں مسجد کی تعمیر کی ذمہ داری عطا فرماتے ہوئے 5 لاکھ پاؤنڈ اکٹھے کرنے کا ٹارگٹ دیا تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے 6 لاکھ 84 ہزار پاؤنڈ اکٹھے کئے گئے اور مسجد کی تعمیر کے بعد 11 نومبر 2005ء کو حضور انور نے اس کا افتتاح فرمایا۔ کارڈ CARDIF میں بھی مجلس کو مسجد بنانے کی توفیق مل رہی ہے۔ اور وہ انشاء اللہ جلد مکمل ہو جائے گی۔

2011ء میں جب ایک امریکی پادری نے قرآن کریم اور آنحضور ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی کی تو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 25 مارچ 2011ء کے خطبہ جمعہ میں جماعت احمدیہ کو اسلام کے حقیقی پیغام اور آنحضور ﷺ کی سیرت مقدّسہ کو دنیا کے ہر خطّہ میں متعارف کروانے کا لائحہ عمل دیا۔ مجلس انصار اللہ برطانیہ نے بھی اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے غیر معمولی مساعی کی توفیق پائی۔ شعبہ تبلیغ کے تحت متعدد ریجنل مجالس سوال و جواب منعقد کرنے کے علاوہ مختلف دیہات اور قصبوں کے سکولوں، کالجوں اور لائبریریوں میں قرآن کریم سے متعلق نمائشوں کا انعقاد کیا گیا۔

2012ء میں لندن میں اولمپک گیمز کے موقعہ پر مجلس انصاراللہ برطانیہ کی خصوصی توجہ تبلیغ کی طرف رہی۔ اس موقع پر خصوصی پوسٹ کارڈز بھی شائع کروائے گئے تھے جو چار لاکھ کی تعداد میں تقسیم کئے گئے۔ دس ہزار کی تعداد میں دو کتب World Crisis اور Pathway to Peace تقسیم کی گئیں جبکہ کتاب Life of Muhammad ساڑھے بارہ ہزار کی تعداد میں تقسیم کی گئی۔

سامعین کرام! الٰہی تائید یافتہ روحانی قیادت کی حامل متقیوں کی جماعت کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ دنیاوی حالات کیسے بھی مشکل کیوں نہ ہوں اور راہوں میں کیسے ہی کٹھن مراحل درپیش ہوں لیکن اُن جماعتوں کا ہر قدم کامیابی کی نئی منازل طے کرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہتا ہے۔ چنانچہ عالمی وبا ''کووِڈ'' کے پیش نظر جب حکومت نے لاک ڈاؤن میں نرمی شروع کی اور حفاظتی انتظامات ملحوظ رکھتے ہوئے عوامی اجتماعات کی اجازت دی جانے لگی تو جماعت احمدیہ کے امام سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات کے مطابق اگست 2021ء میں جماعت احمدیہ برطانیہ نے اپنے سالانہ جلسے کا محدود پیمانے پر کامیابی سے انعقاد کیا۔ پھر پیارے آقا کی منظوری اور رہنمائی میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ ذیلی تنظیموں کے سالانہ اجتماعات بھی مخصوص حالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے منعقد ہوئے۔ چنانچہ مجلس انصاراللہ برطانیہ کا اڑتیسواں سالانہ اجتماع 11 اور 12 ستمبر 2021ء کو مسجد بیت الفتوح اور اس سے ملحقہ طاہر ہال میں منعقد کیا گیا۔

اس اجتماع کا مرکزی پروگرام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی اجلاس سے خطاب تھا جو حضور انور نے اسلام آباد میں قائم کیے جانے والے ایم ٹی اے سٹوڈیو سے virtually براہ راست ارشاد فرمایا اور اس خطاب کے ساتھ ہی ایم ٹی اے سٹوڈیو اسلام آباد کا باقاعدہ افتتاح بھی عمل میں آیا۔

سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پُر معارف اور بابرکت خطاب میں فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ انبیاء کو بھی جب من انصاری الی اللّٰہ (یعنی کون ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے میں میرے مددگار ہوں) کہنا پڑا تو اس لیے کہ عظیم بڑے کاموں کو چلانے کے لیے مددگاروں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ قانون قدرت ہے کہ جو کام بہت سے لوگوں کے کرنے کا ہو، اُسے احسن رنگ میں کرنے کے لیے بہت سے لوگ چاہئیں۔ اور باوجود اس کے کہ انبیاء توکّل کے اعلیٰ معیار پر ہوتے ہیں، تحمّل اور مجاہدات کے اعلیٰ معیار پر ہوتے ہیں، وہ اسی قانونِ قدرت کے مطابق مددگاروں کو بلاتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ پس آپ جو اپنے آپ کو انصاراللہ کہتے ہیں اس بات کو ہر وقت سامنے رکھیں کہ انصاراللہ تبھی کہلا سکتے ہیں جب اس زمانے کے امام، اللہ تعالیٰ کے فرستادے مسیح موعود اور مہدی معہود کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اور اس کی روح کو سمجھتے ہوئے نحن انصاراللّٰہ کا نعرہ لگائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں تکمیلِ اشاعتِ دین یعنی تبلیغِ اسلام کا عظیم کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا ہے۔ اور یہی کام کرنے کی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کے افراد سے توقع کی ہے۔ اور انصاراللہ کو سب سے بڑھ کر اس کا مخاطب اپنے آپ کو سمجھنا چاہیے۔ پس ہمیں اپنے عہد بیعت کو اور اپنے انصاراللہ کے عہد کو نبھانے کے لیے حضرت مسیح موعودؑ کا مددگار بننے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس عظیم کام کو سرانجام دینے کے لیے میدان میں اترنا ہوگا تبھی ہم حقیقی انصاراللہ کہلا سکتے ہیں۔ صرف منہ سے دعویٰ کر دینا کہ ہم انصاراللہ ہیں یہ کافی نہیں ہے۔ ہمیں اپنے جائزے بھی لینے ہوں گے کہ کس طرح ہم اس عظیم کام کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ ہمیں اپنی حالتوں کو دیکھنا ہوگا کہ کیا وہ اس معیار کی ہیں جو بڑے بڑے کام سرانجام دینے کے لیے ہونی چاہئیں اور جس کی اس وقت دین کو ضرورت ہے۔

سامعین کرام! مختصر یہ کہ خلافت احمدیہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کی برکت سے اور جس کی ہدایات پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمیشہ کامیابیاں ہی عطا فرمائی ہیں چنانچہ حضور انور کی ہدایات کے مطابق لیفلٹس کی تقسیم اور بسوں پر دیئے جانے والے محبت کے پیغام، نیز قرآن کریم جلانے کی دھمکی سے متعلق جماعت احمدیہ کے پُرامن ردّعمل، شجرکاری، تبلیغی سیمینار مجالس سوال و جواب، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ، وغیرہ کئی ایسے پروگرام ہیں جو

بطور نمونہ پیش کئے جا سکتے ہیں۔ یہ سب امور ہمیں خلافت کا مزید فرمانبردار بناتے ہیں۔ انہی امور میں ایک آج کا اجتماع بھی ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ مجلس انصار اللہ برطانیہ ترقیات کی جن نئی راہوں پر قدم مارتے ہوئے اپنے امام کی براہ راست راہنمائی میں خدا تعالیٰ کے افضال کا مشاہدہ کر رہی ہے، اس کا ایک خوبصورت اور جامع اظہار اِس طرح سے بھی ہو رہا ہے کہ مجلس اپنا 39واں سالانہ اجتماع نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ آج یہاں منعقد کرنے کی توفیق پا رہی ہے۔ اور ہم سب اس پنڈال میں ذکر الٰہی اور معارف اسلام کو سیکھنے کے لئے جمع ہیں۔

مجلس انصار اللہ برطانیہ کو کامیابی سے ترقیات کی نئی منزلوں کی طرف گامزن کرنے میں محترم ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن صاحب صدر مجلس انصار اللہ برطانیہ اور آپ کی تمام مجلس عاملہ کا بھی بہت عمل دخل ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجلس انصار اللہ برطانیہ کو خلیفہ وقت کا سلطان نصیر بنائے۔ اور ہم اسلام کے صحیح نمائندے بن کر اسلام واحمدیت کے سفیر بنیں۔

اپنی تقریر کے آخر میں پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مجلس انصار اللہ برطانیہ کو کی گئی چند نصائح بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ ان نصائح پر عمل کرنا ہم سب کی بنیادی ذمہ داری اور فرض ہے۔ ان پر کامل گامزن ہونے کے ثمرات ہم اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کریں گے۔ اور ہماری آنے والی نسلیں اسلام احمدیت کے حصار میں پروان چڑھیں گی۔ ان شاء اللہ۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے انصار بھائیوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’انصار اللہ کا ایک اور اہم کام خلافت سے وابستگی اور اُس کے استحکام کیلئے کوشش کرنا ہے۔ جماعت اور خلافت ایک وجود کی طرح ہیں۔ افراد جماعت اس کے اعضاء ہیں تو خلیفہ وقت دل و دماغ کے طور پر ہیں۔ کیا کبھی ایسا ممکن ہوا ہے کہ انسانی دماغ ہاتھ کو کوئی حکم دے اور ہاتھ اُسے ردّ کر کے اپنی مرضی کے مطابق حرکت کرے۔ اگر آپ اس تعلق کو سمجھ جائیں اور اگر یہ سوچ ہر ایک میں پیدا ہو جائے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی فرد جماعت اپنے فیصلوں اور اپنے علمی نکتوں اور اپنے عملوں پر اصرار کرے۔ پس آپ کی ہر حرکت و سکون خلیفۂ وقت کے تابع ہونی چاہئے۔

انصار اللہ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کے عملی نمونے اور پاک تبدیلیاں دوسری تنظیموں اور افراد جماعت سے بڑھ کر ہونی چاہئیں۔ ہمارے بڑوں نے انصار اللہ ہونے کا حق ادا کیا اور بے نفس ہو کر دین کی خاطر قربانیاں کیں تو آج ہمارا فرض ہے کہ ایک جُہدِ مسلسل اور دُعاؤں کے ساتھ اپنے پیچھے آنے والوں کیلئے نیکی کے راستے ہموار کرتے جائیں۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی زندگیاں اس نہج پر چلانے والے ہوں۔ آمین

(ماہنامہ انصار اللہ ربوہ اکتوبر 2010ء صفحہ 8-9)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصار اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2018ء سے مورخہ 30 ستمبر کو بصیرت افروز خطاب فرمایا اور انصار بھائیوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’آجکل دنیا جس تیزی سے خدا تعالیٰ کو بھلا رہی ہے اس کی اصلاح صرف اور صرف حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت ہی کر سکتی ہے جن کو اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں بھیجا ہے اگر پُرانے احمدی اس اہمیت کو نہیں سمجھیں گے اور یہاں آ کر شکر گزاری کی بجائے دنیا میں ڈوب جائیں گے اپنے بچوں کے لئے مثالیں قائم نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اور مخلصین حضرت مسیح موعودؑ کو عطا فرما دے گا اور عطا فرما رہا ہے دنیا میں ہر جگہ وہی لوگ ہوں گے جو دین کا عَلَم اور جھنڈا اٹھانے والے ہوں گے حقیقی انصار اللہ ہوں گے۔ پس اس بات کو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ان لوگوں میں شامل ہونا ہے اور اپنی نسلوں کو ان لوگوں میں شامل کرنا ہے جن کی اللہ تعالیٰ پرواہ کرتا ہے تو پھر اپنی نمازوں کی، اپنی عبادتوں کی حفاظت کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘ آمین۔

(بحوالہ خطاب فرمودہ 30 ستمبر 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ یکم فروری 2019ء)

واخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

کیا مذہبی BULLING جائز ہے؟

اصغر علی بھٹی

گزشتہ ہفتے سوءِ قسمت سے وطن عزیز کی ایک وفاقی وزیر صاحبہ لندن میں تھیں جہاں ان کے ساتھ نوجوانوں کے گروہ نے صریحاً بدتمیزی کی ۔ ۔ویڈیو وائرل ہوناتھی کہ قیامت برپا ہوگئی۔سوشل میڈیا کا ہرفورم اس ویڈیو پر مہربان ہوگیا۔کوئی اسے بدتہذیبی سے معنون کر رہا تھا تو کوئی اسے اپنے بیانیے کی فتح کی دلیل بنا کر خوشی کے شادیانے بجا رہا تھا۔بہرحال اک زور کا رن پڑا سرکاری سطح پر اس ایذاء رسانی کو بالکل ہلکا نہیں لیا گیا وزراء مشیران خم ٹھونک کر میدان میں نکل آئے ۔ملک کے جید صحافی حضرات نے اس BULLING پر کئی کالم لکھے اور ٹی وی پر کئی پروگرام آن ائر ہوئے جواب میں کسی نے اس سیاسی BULLING کا دفاع تو نہیں کیا البتہ مختلف سابقے لاحقے لگا کر اسے عوام کا جائز غیض غضب بنا کر یا سمجھا کر درستگی کا سرٹیفیکیٹ تھمانے میں بھی دیر نہیں کی۔

معروف کالم نگار اور صحافیہ محترمہ سعدیہ قریشی صاحب نے ایک معروف روزنامہ میں 30 ستمبر کی اشاعت میں ''بدترین بدتہذیبی'' کے نام سے اس سانحہ پر پورا کالم لکھا اور اپنے دکھ کو ان الفاظ کے ساتھ سمیٹا کہ ''نفرت اور انتشار کے اس طرز سیاست نے اعلیٰ انسانی قدروں کو بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔مزید افسوس یہ کہ ہم سماج میں نفرت کا پرچار کرنے والوں کو لیڈر کہتے ہیں۔ ہر بدتہذیب کی طرح ان کی تربیت میں بھی کوئی شدید قسم کا خلا رہ گیا ہے''

بلنگ (bullying) انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کا اردو میں سیدھا سادہ مفہوم غنڈہ گردی یا ایذا رسانی ہے جو جسمانی بھی ہوسکتی ہے اور زبانی کلامی بھی، طعنوں سے آپ دوسرے کو گھائل کر سکتے ہیں۔جسمانی یا زبانی کلامی ایذا رسانی کرنے والے دوسرے کو عدم تحفظ کا شکار کرکے اس صورتحال سے لطف اٹھاتے ہیں نفسیات میں ایسے لوگوں کو اذیت پسند کہتے ہیں۔دوسروں کو ستانے اور اس سے لطف اٹھانے کا یہ کھیل یا خواہش اگر کسی میں بڑھ جائے تو یہ ایک مرض تصور ہوتا ہے۔ ایسے انتشار پسند لوک معاشرے کے لیے خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

مریم اورنگ زیب صاحبہ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ کو تو تکلیف پہنچی سو پہنچی مگر یوں آپ کے توسط سے خواب غفلت کے شکار،اس ناعاقبت اندیش معاشرے کو ایک کریہہ برائی یعنی سیاسی BULLING کو قریب سے دیکھنے کا موقع مل گیا۔ جواب فطرت کے عین مطابق دیا گیا مگر میرا سوال یہ ہے اگر سیاسی BULLING حرام ہے تو کیا یہ مذہبی BULLING جائز ہے؟ اس کے خلاف کیوں کوئی نہیں بولتا۔گلی گلی شہر شہر اس کا پرچار ہے۔یوٹیوب پر ایک دوسرے کے خلاف بدتہذیبی کی جو بھی حد ممکن ہوسکتی ہے وہ پار کی جا رہی ہے مگر نہ کوئی روکنے والا ہے نہ ٹوکنے والا۔ملک عدم رواداری کا گڑھا بنتا جا رہا مگر مجال ہے کہ کسی کو کوئی پرواہ ہو۔مذہبی دنیا کا ایک سے ایک بڑا نام اس آگ میں اپنے قد کے مطابق ایندھن فراہم کر رہا ہے۔معاشرہ اس لپٹوں سے جھلستا جا رہا ہے۔گھروں کے گھر اجڑتے جا رہے ہیں۔گلستان سے ببول نگری بن گئے ہیں مگر مجال ہے کہ کہیں اس اندھیر نگری کے کلاف کوئی سسکی بھی نکل رہی ہو۔

پنڈی کے اتنے بڑے اور جید عالم دین کہ اگر ان کے القابات لکھوں تو شائد ایک پورا صحفہ درکار ہو مگر وہ ڈاکٹر آصف اشرف جلالی صاحب کی والدہ کے بارے میں اتنے نازیبا الفاظ ایک مذہبی جلسے کو سنا رہے تھے کہ شائد ایک اوباش مشٹنڈہ بھی ایسی جرات نہ کرے۔



دیوبندی فرقے کے قاطع بدعت جناب الیاس گھمن صاحب نے جو وہابی فرقے کے لئے استعمال کی ہے وہ شائد کوئی بازاری لفنگا بھی جرات نہ کرے مگر افسوس آپ یہ خطاب ایک اسلامی اجتماع میں فرما رہے

تھے۔کہ علامہ امین شہیدی نے ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کے بارہ میں اعلان کر دیا کہ ’’فسادی ملّہ ڈاکٹر آصف زلیلی نے فاطمہ کے بعد علی کو بھی خطا کار کہہ ڈالا۔ پلید نے قرآن کا بھی انکار کر دیا۔‘‘ جبکہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب ایک دوسرے معروف عالم دین اور مفسر قرآن اقبال چشتی کو کافر قرار دے کر ان کا تعارف یوں کروا رہے ہیں ’’محبت اہل بیت کی آڑ میں اقبال چشتی کے کفریات‘‘۔ مفتی حنیف قریشی جو آج کل بریلویوں کے بہت معروف عالم دین گنے جاتے ہیں۔ انہیں ایک دوسرے بریلو پیروفیسر اور پیر صاحب یعنی مفتی پروفیسر عبدالستار سعیدی بریلوی بے دین رافضی قرار دے کر بریلویت سے ہی نکال رہے ہیں ’’ نکل جاؤ مسلک سے ۔ تیرے جیسے رافضی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے شاگرد نے تجھے پورا ننگا کیا تھا سوچ میں تیرے ساتھ کیا کروں گا‘‘۔ ایک نامور بریلوی مناظر جناب سید مظفر حسین شاہ صاحب دوسرے بریلوی سکالر شمس الرحمٰن مشہدی اور مشہور گدی نشین اور پیر جناب سید ریاض حسین شاہ کو بریلویت کے دائرہ سے باہر نکالتے ہوئے بتا رہے ہیں کہ ’’ میں تو تیرے باپ کو زمین چٹا چکا ہوں تم کیا چیز ہو‘‘۔ ممتاز بلوچ دیوبندی عالم دین جناب منظور احمد مینگل صاحب دوسرے بڑے دیوبندی عالم دین جناب مفتی عبدالواحد قریشی سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر مناظرے کے چیلنجوں میں مصروف ہیں۔ دیوبندی مولوی جناب بلال قریشی صاحب دوسرے دیوبندی مناظر اور ختم نبوت کے سکالر جناب مفتی مبشر احمد کو دجال جونیئر قرار دے کر ان کو مناظروں اور مباہلوں کے لئے پکار رہے ہیں۔ ممتاز بریلوی مفتی اکمل مدنی صاحب دوسرے بریلوی گروپ یعنی مفتی حنیف قریشی صاحب، سید عرفان شاہ مشہدی اور پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب کو دو نمبر سنی قرار دیتے ہوئے ان کو راہ راست پر آنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

کراچی کے مشہور یو ٹیوبر دیوبندی عالم دین جناب مفتی طارق مسعود



صاحب دوسرے بزرگ دیوبندی عالم دین جناب الیاس گھمن صاحب سے اس بات پر مناظرے اور مباحثے میں مصروف ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ فیصل آباد کے ممتاز بریلوی عالم دین جنہیں بریلوی حلقے ’’مناظر اسلام‘‘ کے نام سے عزت دیتے ہیں وہ ایک دوسرے بہت بڑے بریلوی گروپ یعنی سید عرفان شاہ صاحب۔ پیر سید منور شاہ جماعتی علی پور سیداں والے۔ اور پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب پنڈی والوں کو رافضی شیعہ قرار دیتے ہوئے پوچھ رہے ہیں کہ ’’ بتا تو سہی کہ اگر علی دا پہلا نمبر ہے تو ابوبکر کا کون سا نمبر ہے؟‘‘ جلالی گروپ سے تعلق رکھنے والے جناب عمران جلالی صاحب سید عرفان شاہ صاحب کے گروپ سے مناظرہ کے اعلان کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ مفتی چمن زمان ۔ مفتی حنیف قریشی اور عرفان شاہ صاحب گستاخ اور جاہل عرفانی ٹولہ ہیں۔ معروف بریلوی پیر جناب نوشاہی قادری صاحب نے سید عرفان شاہ صاحب کے گروپ کی حمایت کر کے ان کے گروپ سے جا ملے ہیں تو اس پر جلالی گروپ کے مفتی زاہد جلالی صاحب ان پر بھی لعن طعن کرتے ہوئے فرما رہے ہیں ’’ عالمی مبلغ اسلام جناب پیر معروف شاہ نوشاہی قادری صاحب ہوش کے ناخن لیں۔ بریلی شریف کے فتویٰ کے مطابق عرفان شاہ کا بیان سننا حرام ہے‘‘ جواب میں پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب نے اپنے گروپ کے تمام جید علماء کرام اور پیران کرام کے ساتھ مل کر ایک بڑا جلسہ کیا اور ان تمام بریلوی علماء کو ’’یہودی طوطے قرار دے دیا جو پاکستان میں تخریب کاری میں مصروف ہیں۔‘‘ جبکہ جواب الجواب میں میاں تنویر احمد نقشبندی صاحبزادہ کوٹلہ شریف نے جوابی جلسہ میں عرفانی گروپ کے لتے لیتے ہوئے فرمایا کہ ’’ وہ وقت یاد کر یک کہ جب آپ بیٹھے ہوتے تھے اور نعرہ لگتا تھا سنیوں کے شہنشاہ۔ اور آگے آپ خود بولتے تھے عرفان شاہ عرفان شاہ۔ اور اب یہ نعرہ لگ رہا ہے سنیوں کے شہنشاہ ۔۔۔۔۔ (جانور کا نام سے گالی دے کر) بے حیاء بے حیاء۔ پھر آپ نے مزید غصہ میں میں پنجابی میں فرمایا۔’’ جن جیا۔ نہ منہ نہ متھا۔ جن پہاڑوں لتھا۔ چربی کڈا کے آئیو اوکے چربی نال دماغ وی کڈا دتا اے۔۔ تاڈے نام بیٹھا بُولی (جانور کا نام) تانوں کیڑے پاسے لے ٹریا اے‘‘ اہل حدیث عالم دین جناب حافظ عمر صدیق صاحب کا گروپ جو کہ اہل حدیثوں میں حسینی اہل حدیث کہلوا رہا ہے مناظرہ کرنے اپنے تمام گروپ کے ساتھ حافظ کفائت اللہ سنابلی صاحب کے مدرسے جا پہنچے اور ان کو وہاں موجود نہ پا کر اعلان کرتے ہوئے فرمایا ’’ کہاں ہیں کنجر ابو یحیٰ اور امن پوری یزیدی

مولوی لاؤ ان کو میرے سامنے ۔ میں یہاں تمہارے مدرسے میں بیٹھا ہوں' ان کے واپس جانے کے فوری بعد جناب ابو یحیٰ صاحب کا بیان یوٹیوب کی زینت بن گیا کہ '' آپ نے بکواس کی انتہا کردی ہے ۔ انہوں نے مسجد میں کھڑے ہوکر میرے لئے بولا کہ وہ دونوں حرام زادے کہاں ہیں اور میرے لئے کنجر کا لفظ بولا۔ میں آپ جیسے بدتمیز اور بدزبان سے بات کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔آپ نے مجھے حرام زادہ کہا میں آپ کو حرام زادہ تو نہیں کہتا لیکن یہ یاد کرواتا ہوں کہ کل تک جو لوگ آپ کو عمر صدیق کی بجائے عمر زندیق کہتے تھے میں ان کی زبان پکڑتا تھا لیکن شاید ہم اس بات پر حق بجانب نہیں تھے۔آپ کو زندیق کیا جاتا تھا درست کہا جاتا تھا۔شرم کریں آپ کو حیاء نہیں۔کیا آپ مسلمان ہیں؟اسی دوران ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب نے ایک نئے بریلوی گروپ یعنی تحریک منہاج القرآن سے بھی چھیڑ چھاڑ شروع کردی ہے۔



آپ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی منہاج القرآن پر شدید تنقید کرتے ہوئے فرمارہے تھے ''میلاد منائیں مگر منہاجی شر نہ پھیلائیں، بریلویوں میں سے کسی مفتی اور پیر کا یہ نعرہ لگانا کہ یزید خلیفہ برحق اور رحمۃ اللہ علیہ ہے اور کربلا میں یزیدیوں نے کوئی پانی بند نہیں کیا سید عرفان شاہ گروپ نے مفتی فضل احمد چشتی کو یزیدی گروپ قرار دے کر انہیں مباہلہ کا چیلنج دے دیا۔ابھی ان گروپوں میں مباہلہ طے نہیں ہوا تھا کہ حجرہ شاہ مقیم کے سید مفتی مراتب علی شاہ بھی مفتی فضل احمد چشتی کے خلاف نکل کھڑے ہوئے ہیں۔اسی دوران ہوا یہ کہ چشتیاں کے پاس ایک گاؤں میں مفتی فضل احمد چشتی صاحب کے مرید عنصر چشتی صاحب اور پیر مراتب علی شاہ صاحب کے مرید شبیر حسین کے درمیان بحث چل نکلی کہ میرا حسینی ہوکر سچا یا تیرا پیر یزیدی ہوکر سچا ہے۔دونوں میں طے یہ پایا کہ آگ جلاتے ہیں اور آگ میں کود جاتے ہیں جو سچا ہوگا اور جس کا پیر سچا ہوگا وہ آگ میں نہیں جلے گا چنانچہ وہیں اوپلوں کی آگ جلائی گئی اور باری باری دونوں آگ میں کود پڑے۔اب میدان کارزار یوں سجا ہے کہ دونوں پیر صاحبان نے اپنے اپنے مریدین کو اپنے پاس بلوا لیا ہے گاؤں گاؤں دورے کر کے جلسے کئے جارہے ہیں اور فخریہ طور پر ایک گروہ شبیر حسین اور دوسرا گروہ عنصر چشتی کو فاتح مباہلہ اور اپنی اپنی گدی اور مؤقف کے سچا ہونے اور دوسرے فریق کے باطل ہونے خدائی فیصلہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جارہا ہے ان کو غازی کے خطاب اور پھولوں سے لادا جارہا ہے یوں کفر اور اسلام کی ایک نئی جنگ بڑی آب وتاب سے لڑی جارہی ہے۔

پھر اگر دیکھیں کہ یہ سکالرز اور علمائے دین اپنے ہی بھائی بندوں کو کن ''پاکیزہ القابات'' کی محبت سے نوازرہے ہیں وہ جاننا بھی ضروری ہے کیونکہ ہم اپنی اقدار وروایات کا بڑے فخر سے ذکر کرتے ہیں۔مثلاً اسی مباہلہ والے گروپ کو دیکھیں تو حجرہ شاہ مقیم کے سید برادران مفتی فضل چشتی صاحب کو'' فضلو گشتی'' کے نام سے مخاطب کررہے ہیں تو مفتی فضل چشتی صاحب حجرہ والے سید مراتب علی شاہ صاحب کو مرتبان شاہ کے نام سے عزت دے رہے ہیں۔حافظ عمر صدیق صاحب جناب مفتی ابو یحیٰ صاحب کو'' کنجر''اور وہ جواب میں انہیں'' زندیق اور گندا بچہ'' کے لقب سے نوازتے ہیں۔مفتی الیاس قادری صاحب امیر اہل سنت کو مفتی حنیف قریشی صاحب'' جاہل پیر اور رانگ نمبر '' قرار دیتے ہیں۔اور میاں تنویر احمد نقشبندی صاحب مفتی حنیف قریشی صاحب کو'' حنیف مویشی ٹیرا'' جیسے برے نام سے پکارتے ہیں۔محترم ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب محترم سید ریاض حسین شاہ صاحب کو'' گستاخ'' قرار دیتے ہیں تو علامہ محمود احمد گولڑوی صاحب جناب جلالی صاحب کو'' دجالی'' اور ان کے ایک مرید مفتی زاہد صاحب کو'' زاہد خطائی'' کے بگڑے نام سے یاد کررہے ہیں۔جبکہ شیعہ عالم دین امین شہیدی صاحب جلالی صاحب کو'' فسادی مُلّہ ڈاکٹر آصف زلیلی'' کے بدترین نام سے معنون کررہے ہیں۔جناب فضل چشتی صاحب ہجرہ شاہ مقیم کی گدی کو'' ہجروی کوفی'' اور ان کے ایک مفتی منیر نقشبندی صاحب کو'' منیر نفسبندی اور خنزیر نفسبندی'' جیسے غلیظ لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔

تاریخ کے ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے میں محترمہ سعدیہ قریشی صاحبہ سے انتہائی معذرت کے ساتھ یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے تو فرمایا

تھا کہ ''نفرت اور انتشار کے اس طرز سیاست نے اعلیٰ انسانی قدروں کو بھی داؤ پر لگا دیا ہے تو آپ کا ان علمائے کرام کی نفرت اور انتشار سے بھر پور رنگا رنگ مصروفیات کے بارے میں کیا خیال ہے؟ مریم اورنگ زیب صاحبہ کے ساتھ BULLING تو لندن کی ایک بیکری میں ہوئی مگر یہ جو مذہبی BULLING ہماری مسجد میں، ہمارے منبر پر، ہمارے مذہبی جلسے میں، ہماری تربیت اور ہمارے ایمان کو بڑھانے کے نام پر ہمارے رسول ﷺ کی سیرت کے حوالے سے ہمارے بچوں کے سامنے کی جا رہی ہے اور انہیں سکھایا جا رہا ہے کہ یہ ہی ایمان بڑھانے، جنت جانے اور سچا اور پکا مسلمان بننے کا طریقہ ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ اور اگر یہ جائز نہیں تو کوئی بھی اس ناانصافی اور بد تہذیبی اور بد تمیزی پر بولتا کیوں نہیں؟ کہیں آپ کے خیال میں مذہبی BULLING کرنا جائز تو نہیں؟

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا قرآنِ کریم سے عشق اور پُر حکمت باتیں



ذکر الٰہی کی برکت

ذکر الٰہی سے قویٰ مضبوط ہوجاتے ہیں حتّٰی ک

اوراس امر کا ثبوت قرآن شریف ہی سے ملتا ہے

حضرت زکریاؑ نے اپنی کمزوری کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج یہی بتایا ہے کہ تم ذکر الٰہی کرو اور تین روز تک کسی سے کلام نہ کرو چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور خدا نے جیتی جاگتی اولاد عطا فرمائی۔

حدیث شریف میں ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ایک خادمہ مانگی آپؐ نے فرمایا ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اور سوتی دفعہ بھی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

(الحکم 30 ستمبر 1903ء)

خود نیک بنو تا کہ نیک اولاد ہو

انسان کے نطفہ میں عادات، اخلاق، کمالات کا اثر ہوتا ہے۔ والدین کے ایک ایک برس کے خیالات کا اثر ان کی اولاد پر ہوتا ہے۔ جتنی بداخلاقیاں بچوں میں ہوتی ہیں وہ والدین کے اخلاق کا عکس اور اثر ہوتا ہے۔ کبھی ہم نشینوں اور ملنے والوں کے خیالات کا اثر بھی والدین کے واسطے سے پڑتا ہے پس خود نیک بنو اخلاق فاضلہ حاصل کرو تا تمہاری اولاد نیک ہو اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیہ میں یہی تمہید ہے۔ اولاد والدین کے اخلاق، اعمال، عقائد کا آئین ہوتی ہے۔

(الحکم 17 اکتوبر 1903ء)

بڑا بد بخت کون ہے؟

تین قسم کے لوگ بڑے ہی بد قسمت اور بد بخت ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے پناہ اور دعا مانگنی چاہئے کہ ان میں داخل ہونے سے بچائے۔

اول۔ وہ شخص بڑا ہی بد بخت ہے جس کو علم ہو اور عمل نہ ہو یہ قرآن شریف کی اصلاح میں ضال کہلاتا ہے۔

دوم۔ وہ شخص بڑا ہی بد قسمت ہے جو اپنے گناہوں اور بدکاریوں کو اچھا سمجھتا ہے (اس کے اعمال اس کو اچھے کر کے دکھائے گئے)

سوم۔ جو گری ہوئی خواہشوں کا متبع ہو۔

(الحکم 17 جولائی 1903ء)

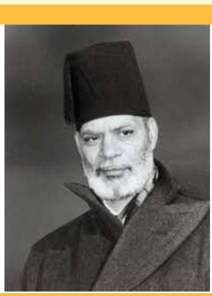
غفلت سے کیسے بچے؟

اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والے امور کا نام قرآن شریف میں لَھْو ہے پس مومن کا کام یہ ہے کہ جس کام سے، جن مکانات میں، جس لباس سے، جس خوراک سے، جس مجلس میں بیٹھنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ سے غفلت پیدا ہو اس سے ہجرت کرے اور یہی اس کا علاج ہے۔

(الحکم 10 اگست 1903ء)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁❁❁❁



انٹرویو۔ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں سابق وزیر خارجہ پاکستان

(ادارہ)

جرنلسٹ: چوہدری صاحب قبلہ آپ نے ہماری قومی تاریخ کا نا صرف گزشتہ 50 برس میں نہ صرف قریب سے مشاہدہ کیا ہے بلکہ اس میں بھرپور حصہ بھی لیا ہے اور میری دانست میں تو آپ ہماری قومی اور سیاسی تاریخ کا ماشاء اللہ ایک زندہ انسائیکلو پیڈیا ہیں۔ ریڈیو پاکستان کی خواہش ہے کہ آج آپ سے ان باتوں کا تذکرہ کیا جائے جو ہماری قومی زندگی میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ اور جنہیں آپ نے قریب سے مشاہدہ بھی کیا ہیاور جن میں آپ نے حصہ بھی لیا ہیمیں چاہتا ہوں کہ اس گفتگو کا آغاز 1947 کے ابتداء کے زمانہ سے کروں۔ کیا آپ ارشاد فرمائیں گے کہ آپ ان دنوں میں کہاں تھے؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: 47ء کے شروع میں میں ہندوستان کی فیڈرل کورٹ کا جج تھا اور میری رہائش دہلی میں تھی۔

تو دہلی میں یہ زمانہ ایک اعتبار سے نہایت اہم زمانہ ہے کیونکہ ہندوستان کی تقسیم کم وبیش یقینی ہوتی جا رہی تھی اور فروری میں انگلستان کے پرائم منسٹر Mr.Attlee کا بیان بھی جاری ہو گیا تھا تو اس زمانہ میں جب آپ ہماری قومی زندگی کے واقعات کو اور آنے والے واقعات کو اس قدر قریب سے مشاہدہ فرما رہے تھے تو کیا آپ ارشاد فرمائیں گے کہ فروری میں جب پاکستان کا قیام یقینی ہو گیا تھا تو آپ نے کیا ارادے کئے اس وقت کہ آپ کیا کرنے والے ہیں مستقبل میں؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: وزیر اعظم Attlee کی تقریر جو انہوں نے 20 فروری 1947 کو کی جس میں انہوں نے اپنی حکومت کے ارادے کا اعلان کیا اس میں انہوں نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ ان کی حکومت نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہندوستان کی حکومت کے اختیارات ہندوستانیوں کے سپرد کر دیئے جائیں اور جلد سے جلد مرکزی حکومت کو یا اگر یہ عملاً مشکل معلوم ہوا تو صوبائی حکومتوں کو یا ان میں سے بعض کو اختیارات منتقل کر دیئے جائیں۔ پنجاب میں یہ صورتحال تھی کہ unionist پارٹی کی وزارت تھی اور گو وزیر اعظم تو جناب ملک سر خضر حیات خان صاحب تھے لیکن اس وقت unionist پارٹی کی کثرت ایوان میں غیر مسلم تھی اور بہت کم مسلمان اراکین ان کی تائید میں تھے اس سے تھوڑا عرصہ قبل مسلم لیگ کے اراکین نے ان کے خلاف ایک محاذ بھی قائم کیا تھا گو وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے تو میری طبیعت میں یہ تشویش پیدا ہوئی کہ ایسی صورت میں مثلاً پنجاب میں صوبائی حکومت کے سپرد اختیارات ہوں تو یہ پاکستان کے راستہ میں ایک ناقابل عبور مشکل پیدا کر دے۔ تو میں نے دو تین دن کی سوچ بچار کے بعد ملک سر خضر حیات خان صاحب کی خدمت میں نے خط لکھا کہ اب تک آپ کا مؤقف یہ تھا کہ پاکستان کا مسئلہ جس میں آپ کہتے تھے کہ آپ پوری طرح مؤید ہیں یہ مرکزی حکومت کیساتھ تعلق رکھتا ہے اور unionist پارٹی کے حکومت کا عمل صوبے میں ہے وہ صوبائی حکومت کو سرانجام دیتے ہیں لیکن اب وزیر اعظم ایٹلی کے بیان سے یہ امتیاز جو آپ کیا کرتے تھے یہ مٹ گیا ہے اور یہ بھی امکان پیدا ہو گیا کہ صوبائی حکومتوں کو اختیارات تفویض کئے جائیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہ فرض ہو گیا ہے کہ اب آپ استعفیٰ دیں اور میدان خالی کر دیں۔ پاکستان میں یا پنجاب میں آ کر اگر وہ اپنی حکومت قائم کرنا چاہیں تو کر لیں اور پاکستان کے قیام کے راستے میں کوئی روک نہ رہے۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب آپ کو یاد ہو گا کہ اس زمانہ میں پنجاب میں نہایت ناخوشگوار صورتحال پیدا ہو گئی تھی کیونکہ نواب ملک خضر حیات خان ٹوانہ نے غیر مسلموں کے ساتھ مل کر ایک coalition وزارت قائم کر لی تھی اور یہاں ایک تحریک کی صورت پیدا ہو گئی تھی اس تحریک کا خاتمہ خضر حیات خان صاحب کے استعفیٰ کے ساتھ ہوا تھا۔ بعض جگہ یہ درج کیا گیا ہے کہ آپ

خود اس زمانہ میں دہلی سے چل کر لاہور آئے تھے۔ کیا یہی واقعہ ہے چوہدری صاحب؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: میری چٹھی کے پہنچنے پر جناب ملک صاحب نے مجھے ٹیلی فون پر کہا کہ اُصولاً انہیں میری تجویز کے ساتھ اتفاق ہے لیکن وہ بعض باتوں کے متعلق تبادلہ خیال کرنا چاہتے ہیں اور اگر مناسب ہو تو میں لاہور آجاؤں چنانچہ میں لاہور ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو انہوں نے پہلے تو ملک اللہ بخش صاحب ٹوانہ کے ساتھ مشورہ کیا پھر نواب مظفر علی خان صاحب جو ان کی وزارت میں شامل تھے ان کو بلوایا اور ان کے ساتھ مشورہ کیا اور اس کے بعد وہ گورنر صاحب کے ساتھ ملنے کے لئے گئے (گورنر کا نام سمجھ نہیں آیا 54:05) اس وقت پنجاب کے گورنر تھے اور ان سے کہا کہ جو نئے حالات پرائم منسٹر Attlee کے اعلان کے بعد پیدا ہو گئے ہیں ان کے نتیجہ میں میں سوچ رہا ہوں کہ میں استعفیٰ دے دوں میں آج اپنی پارٹی سے بھی بات چیت کر کے ممکن ہے آج شام تک کوئی فیصلہ کر سکوں اور آپ کی خدمت میں اس کی اطلاع کروں تو میں نے مناسب سمجھا کہ میں پہلے سے آپ کو اس کے متعلق آگاہی کروں اور سہ پہر کو انہوں نے اپنے مکان پر ہی میٹنگ بلائی پارٹی کی اور ان کے ساتھ بڑی لمبی بحث ہوتی رہی۔ تو نواب اللہ بخش ٹوانہ کی گفتگو اور نواب مظفر علی خان کی گفتگو کے وقت میں وہاں موجود تھا اور طبعاً میں ان کی پارٹی میں موجود نہیں تھا گو ان کے مکان میں ہی تھا تو وہاں دو گھنٹے سے زائد یا شاید اس سے بھی زائد بحث وغیرہ رہی کیونکہ غیر مسلم اراکین جو تھے وہ موثر تھے کہ ''نہیں آپ جاری رکھیں'' لیکن ان کا اپنا اس وقت تک یہی خیال پختہ ہو چکا تھا کہ وہ استعفیٰ دے دیں۔ چنانچہ شام تک انہوں نے فیصلہ کر لیا اور جا کر گورنر صاحب کی خدمت میں عرض کر لیا کہ میں اپنا استعفیٰ پیش کرتا ہوں اور میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ نواب صاحب (نام سمجھ نہیں آیا 12:07) کو جو مسلم لیگ کے سربراہ تھے ان کو بلائیں اور ان کو دعوت دیں کہ وہ نئی حکومت کی تشکیل کریں۔ چنانچہ دوسرے دن صبح یہ ریڈیو پر اعلان ہو گیا یا اسی رات کے دوسرے دن صبح۔ بہت سے لوگ خصوصاً مسلم لیگ کے لیڈران جن میں سے مجھے یاد ہیں راجا غضنفر علی خان صاحب سردار شوکت حیات خان صاحب بھی تھے جو پھولوں کے ہار لے کر آرہے تھے اور خضر حیات کی تعریف میں نعرے وغیرہ لگا رہے تھے۔

جرنلسٹ: تازہ خبر آئی اے خضر ساڈا پائی اے

سر ظفر اللہ خان صاحب: فیصلہ ہو گیا تو میں پھر دہلی واپس چلا گیا۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب کیا آپ کو اس کی وجہ معلوم ہے کہ نواب خضر حیات نے پھر پلٹ کر سیاست کی طرف نہیں دیکھا؟ اس میں آپ کا تو مشورہ شامل نہیں تھا۔

سر ظفر اللہ خان صاحب: میرا مشورہ تو شامل نہیں تھا لیکن مجھے یہ معلوم تھا کہ انہوں نے مجھ سے یہ ذکر بھی کر دیا تھا کہ میری کوئی سیاسی لیڈری کی خواہش نہیں اور مجھے اس میں سے کچھ حاصل نہیں جب تک میں اپنے ذہن میں یہ سمجھتا تھا کہ میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں تو کرتا رہا ہوں تو چنانچہ فوراً اُن پر زور دیا گیا تھا کہ اب آپ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں تو اس وقت میں ابھی یہ شاید راجہ غضنفر علی صاحب یا شاید خود خضر حیات خان صاحب نے یہ ذکر ان کی خدمت میں کیا (میں ابھی موجود ہی تھا) انہوں نے کہا تھا کہ میری کوئی خواہش نہیں کہ میں سیاسیات میں آئندہ کوئی دخل دوں گا یا کسی عہدہ کا متمنی

لمبی عمر پانے کا نسخہ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''دوسروں کے لیے دعا کرنے میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ عمر دراز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں اور مفید وجود ہوتے ہیں اُن کی عمر دراز ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ (ترجمہ) اور جو چیز لوگوں کو نفع دینے والی ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے (الرعد:۱۸) اور دوسری قسم کی ہمدردیاں چونکہ محدود ہیں اس لیے خصوصیت کے ساتھ جو خیر جاری قرار دی جاسکتی ہے وہ یہی دعا کی خیر جاری ہے۔ جب کہ خیر کا نفع کثرت سے ہے تو اس آیت کا فائدہ ہم سب سے زیادہ دعا کے ساتھ اُٹھا سکتے ہیں

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 353)

❁❁❁❁❁❁❁❁

ہوں اور میرا شامل ہونا ممکن ہے محمول کیا جائے اس خواہش پر کہ میں اب بھی پیچھے پڑتا ہوں حکومت میں حصہ لینے کے۔ وہ زور دیتے رہے کہ ''نہ بھی ہو آپکا ارادہ لیکن مسلم لیگ کو اس سے تقویت پہنچے گی''۔ تو انہوں نے کہا کہ اچھا اگر آپ پسند کرتے ہیں تو میں نواب مظفر علی خان صاحب سے بات کرتا ہوں کہ وہ شامل ہوجائیں اور مجھے آپ معذور سمجھیں کیونکہ میرا ارادہ سیاسیات میں حصہ لینے کا نہیں ہے۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب یہ ارشاد فرمایئے کہ آپ نے ہندوستان کے فیڈرل کورٹ سے کب استعفیٰ دیا اور کیوں استعفیٰ دیا؟

سرظفر اللہ خان صاحب: تین جون 1947ء کو پھر ایک اور بیان وزیر اعظم Attlee نے دیا جس میں تقسیم کے طریق کی وضاحت کی گئی تھی۔ تو ان کے اس بیان پر ہی میں نے فوراً ہی اپنا استعفیٰ چیف جسٹس کی خدمت میں لکھ کر بھیج دیا تین جون ہی کو۔ اور میں نے اس میں لکھا کہ میرا یہ استعفیٰ دس جون سے سمجھا جائے۔ میرا اندازہ ہے کہ تین جون بھی شاید سوموار کا دن تھا لیکن ہرصورت ایک ہفتہ میں نے ان کو دیا۔ اور میں نے یہ سمجھا کہ کم از کم ایک ہفتہ کی اطلاع چیف جسٹس کو پہلے سے ہونی چاہیے کہ یہ فیڈرل کورٹ کو چھوڑنا چاہتا ہے۔ ان دنوں نواب حمید اللہ خان صاحب والی بھوپال بھی دہلی میں تھے اور ان دنوں میں دہلی میں بہت سے مشورے وغیرہ ہو رہے تھے۔ تو میری ان سے پہلے بھی راہ و رسم تھی۔ تو شاید مجھ سے بات چیت کرنے میں انہیں معلوم ہوگیا کہ میں نے استعفیٰ دے دیا ہے تو انہوں نے مجھے کہا کہ تم یہاں سے تو (نوکری) چھوڑ ہی رہے ہو تو کچھ عرصہ کے لئے میرے پاس بھوپال آجاؤ۔ بطور میرے آئینی مشیر کے۔ اس وقت وہ Chamber of Princes کے چانسلر تھے۔ اور کچھ امیروں وغیرہ سے مشورہ ہوا۔ اور دس جون ہی کو میں بھوپال چلا گیا۔ جرنلسٹ: آپ یہ ارشاد فرمائیں گے کہ ایک اہم واقعہ جو آپ کی ذات سے اور ہماری قومی تاریخ سے وابستہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے جب تقسیم ہند کا مسئلہ تہہ پا گیا تو آپ باؤنڈری کمیشن کے سامنے پاکستان کے مؤقف میں پیش ہوئے تھے۔ اور اس کی آپ نے تائید کی تھی اور وہاں ہمارا کیس پیش کیا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ کس وقت یہ خدمت آپ کے سپرد کی گئی اور کیسے تفویض کی گئی؟

سرظفر اللہ خان صاحب: مجھے بھوپال سے قائد اعظم نے دہلی طلب کیا اور یہ غالباً جون کے آخری ایک دو دن یا جولائی کے پہلے ایک دو دن کا واقعہ ہے اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ باؤنڈری کمیشن قائم ہونے والی ہے ایک پنجاب کے لئے اور ایک بنگال کے لئے اور میں چاہتا ہوں کہ پنجاب کی باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کی طرف سے تم ہماری وکالت کرو۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ میں حاضر ہوں لیکن مجھے دو دن ہی ہوئے ہیں کہ نواب صاحب نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے انگلستان جا کر کچھ کوشش کرنی چاہیے کہ اب وہ مسودہ قانون کا Indian independence act پیش ہونے والا ہے اور وہاں اس میں جو فقرہ ریاستوں کے متعلق ہے اس پر اگر مزید توجہ اگر کچھ اس قسم کی ہوجائے کہ ہمیں معلوم ہوجائے کہ ہماری کیا صورت ہوگی۔ کیا ہمیں انتخاب کا اختیار ہوگا؟ تو شاید اس میں ہماری حفاظت ہوسکے۔ تو قائداعظم نے پوچھا کہ تم کب جارہے ہو تو میں نے کہا کہ پرسوں۔ انہوں نے پوچھا کہ کب تک رہو گے انگلستان؟ تو میں نے کہا کہ میرے ٹھہرنے کا دو ہفتہ تک کا ہے۔ تو کہنے لگے کہ یہ کافی وقت ہے تمہاری واپسی تک کیس تیار ہوا ہوگا۔ تمہیں بس اپنے دلائل کو ترتیب دینا ہوگی اور ابھی تو ایمپائر بھی مقرر نہیں ہوا۔ تو اس لئے تمہاری واپسی بروقت ہی ہوگی۔ تم بے شک جاؤ لیکن اس سے زیادہ عرصہ قیام نہ کرنا وہاں چنانچہ میں 14 دن کے بعد واپس لاہور میں پہنچ گیا تھا اور یہ خدمت میں نے اپنے سپرد لے لی تھی۔

جرنلسٹ: کیا جب آپ لاہور تشریف لائے تو باؤنڈری کمیشن کے سامنے جو مسلمانوں کا کیس پیش کیا جارہا تھا اس کی تیاری مکمل ہوچکی تھی؟

سرظفر اللہ خان صاحب: اس کی تیاری مکمل ہونا تو دور کی بات ہے۔ قطعاً کسی قسم کی کوئی تیاری نہیں تھی۔

جرنلسٹ: یعنی شروع بھی نہیں ہوئی تھی؟

سرظفر اللہ خان صاحب: شروع بھی نہیں ہوئی تھی اور میرے لئے یہ امر نہایت پریشانی کا موجب ہوا۔

جرنلسٹ: پھر مطلب یہ ہے کہ جب آپ کو بلا لیا گیا اور قائداعظم

نے آپ کو طلب کیا کہ آپ یہ کیس پیش کریں اور تشریف لائیں لاہور تو کیا آپ ارشاد فرمائیں گے کہ اس وقت ہماری صورت حال کیا تھی؟ ہم کس حد تک اس کی تیاری میں مگن تھے؟ مصروف تھے؟ کون لوگ آپ کے شریک کار تھے؟ کیا مسوّدات تیار ہو چکے تھے؟ آخر یہ ہماری زندگی موت کا سوال تھا کہ وقت کہاں تقسیم کا خط کھنچتا ہے؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: اسٹیشن پر بڑا ہجوم تھا میرے سارے ذاتی دوست بھی وہاں موجود تھے اور باقی لیڈر بھی تھے اور نواب صاحب بھی تھے۔نواب (سمجھ نہیں آیا نام 59:13) تو مجھے پہلے تو نواب صاحب نے یہ دعوت دی کہ میں ان کے ہاں ٹھہروں تو میں نے عرض کر دیا کہ میں سید مراتب علی شاہ صاحب کے ہاں انتظام کر چکا ہوں تو میں ان کے ہاں ٹھہروں گا۔تو انہوں نے بتایا کہ ریڈکلف صاحب ایک دن پیشتر یا اس دن لاہور تشریف لے آئے تھے اور انہوں نے دوسرے دن یعنی منگل کے دن گیارہ بجے سب فریقوں کے وکیلوں کو طلب کیا تھا کہ ان کیساتھ رابطہ کے متعلق بات چیت کریں۔اور اڑھائی بجے نواب صاحب نے اپنے مکان پر وکلا کو بلایا ہوا تھا۔جس سے میں نے یہی اندازہ کیا اُن وکلاء کو کہ وہ تیاری میں مصروف ہیں اور مجھے ان سے ملنا ہوگا اور پھر ان کے ساتھ مل کر کیس کی تیاری کرنا ہوگی۔اور کیس کو پیش کرنا ہوگا۔تو خیر یہ سب ممکن ہوا اور دوسرے دن گیارہ بجے ہم پیش ہو گئے۔سر ریڈکلف نے ضابطہ جو کچھ انہوں نے فیصلہ کیا تھا اور ممبران کمیشن کے ساتھ وہ ہمیں بتا دیا اور اس کا خلاصہ یہ تھا کہ سب فریق اپنے تاریخی بیان جمعہ کے دن دوپہر بارہ بجے داخل کر دیں اور پھر دوسرے سوموار کو یعنی کہ منگل کا دن تھا اور اس کے بعد جو سوموار آنا تھا اس دن زبانی بحث کے لئے تیار ہو جائیں۔اور ساتھ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ میں تو باؤنڈری کمیشن کے ساتھ بیٹھوں گا نہیں۔اگر باؤنڈری کمیشن متفقہ رپورٹ کرے یا اکثریت ان کی رپورٹ پر اتفاق کر لیں تو پھر میرا تو کام ختم ہو جائے گا لیکن ساری کاروائی مجھ تک پہنچتی رہے گی اور میں اس کو اچھی طرح سے مطالعہ کر لوں گا یہ کہہ کر وکلاء وغیرہ کو انہوں نے جس نے کوئی وضاحت پوچھی ہوگی اس کو وضاحت کر کے رُخصت کر دیا۔تو اڑھائی بجے میں پھر حاضر ہو گیا۔روڈ پر جو مکان تھا سر مراتب علی صاحب کا جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا تو وہاں ہمسائے میں کوئی چالیس پچاس وکلاء تشریف رکھتے تھے اور ان کے ساتھ میں نے مصافحہ کیا اور میں بیٹھ گیا اور ان میں سے اکثر کو تو میں پہلے جانتا تھا میرے رفقاء تھے جب میں یہاں پریکٹس کرتا تھا تو میں نے پوچھا کہ آپ میں سے کون کون صاحب اس کیس کی تیاری کر رہے ہیں اور میرے ساتھ کام کر رہے ہیں تو ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ کون سا کیس؟ میں نے کہا کہ یہی جو باؤنڈری کا کیس چل رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تو کسی کیس کا علم نہیں ہے۔ہمیں تو یہ بتایا گیا ہے کہ تم آ رہے ہو اور ہم سے کسی مسئلہ پر بحث کرو گے تو ہم تمہارے ملنے کے لئے حاضر ہو گئے۔تو اس پر مجھے بہت پریشانی ہوئی اور میں نے فوراً نواب صاحب سے رُخصت چاہی اور اس وقت میرے جذبات کا اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اتنی اہم بات اور میں بالکل خالی کہ مجھے کسی قسم کا کوئی مواد یا مسالہ میرے پاس نہ تھا اور نہ مجھے دیا گیا۔لیکن جب میں اپنے مکان پر واپس گیا تو سامنے کوٹھی کے باغیچے میں خواجہ عبدالرحیم صاحب کا دفتر تھا اور یہ refugees کے معاملہ میں اس وقت وہاں تشریف رکھتے تھے۔وہ تشریف لے آئے۔اور انکے پاس ایک پلندا کاغذات کا تھا۔اور وہ انہوں نے مجھے دیا کہ چوہدری صاحب میں نے اپنے طور پر کچھ اعداد و شمار وغیرہ آبادی کے تیار کیئے ہوئے ہیں شاید اس سے آپ کو کچھ مدد مل جائے۔انہوں نے تو کہا کہ ''شاید مدد مل جائے'' لیکن میں نے اپنے دل میں خدا تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کیا۔کہ کچھ تو مجھے معلوم ہوگا کہ شروع کہاں سے کرنا ہے۔اور چار وکلاء باہر سے یا شاید پانچ تشریف لے آئے ہوئے تھے اور انہوں نے کہا کہ تم ہمارے ذمہ جو بھی خدمت کر دو تو ہم کرنے کیلئے تیار ہیں۔ان میں سے ایک تو تھے چوہدری علی اکبر جو ہوشیار پور میں تھے پہلے اور پھر گورداسپور میں وہ منتقل ہو گئے تھے۔اور ایک صاحبزادہ نصرت علی اور ایک سید محمد شاہ صاحب پاکپتن سے اور ایک شیخ نثار احمد صاحب۔

جرنلسٹ: یہ آپ کی ایک ٹیم بن گئی تھی۔

سر ظفر اللہ خان صاحب: وہ بھی خالی تھے میری طرح۔ جیسے میں خالی تھا۔لیکن ان کی وجہ سے مجھے کچھ اطمینان ہو گیا تھا کہ آپس میں مشورے سے اور خیالات کے تبادلے اور arguments کو ٹیسٹ وغیرہ سے کچھ

نہ کچھ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے وہاں سے نکلتے ہوئے نواب صاحب کی خدمت میں عرض کی تھی کہ جو کچھ مجھ سے بن پائے گا میں کوشش کروں گا اور تیاری کروں گا تو دو دن باقی ہیں ہمارے پاس، بدھ اور جمعرات اور جمعہ کو تحریری بیان داخل کرنا ہے تو آپ یہ انتظام فرما دیں کہ دو stenographer صبح آٹھ بجے آجائیں تاکہ میں ایک کو لکھواؤں اور جب وہ آکر اپنا ٹائپ کرے تو دوسرا اسکی جگہ لکھنا شروع کرے۔ انہوں نے کہا کہ سات بجے پہنچ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ الحمدللہ۔ میں سات بجے تیار رہوں گا۔ تو میں سات بجے تیار ہو گیا۔ سات، سوا سات، ساڑھے سات، پونے آٹھ، ساڑھے آٹھ ہو گئے۔ کوئی stenographer نہ تھا۔ چنانچہ پھر میں نے ٹیلی فون کیا خواجہ ابراہیم صاحب کو وہ آئے اور پوچھا کہ کیا بات ہے میں نے کہا کہ یہ صورت حال ہے۔ مجھے stenographer چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ میں بھیج دیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے دو بھیج دیئے۔ ان صورتوں میں پھر تیاری کی۔

جرنلسٹ: یہ ہماری ایک طرح سے بے سروسامانی اور تیاری کا نہ ہونے کا واقعہ ہے لیکن دوسری طرف صورتحال یہ ہے چوہدری صاحب کہ پچھلے دنوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے جو چیف جسٹس تھے پاکستان کے منیر صاحب۔ ان کا ایک انٹرویو ریڈیو پاکستان نے ریکارڈ کیا ہے۔ جو ہمارے دوست جسٹس نسیم حسن شاہ صاحب نے ان سے کیا۔ اس میں انہوں نے آپ کی وکالت کی بہت تعریف کی ہے۔ اور کہا ہے کہ باؤنڈری کمیشن کے سامنے آپ نے نہایت کامیابی اور نہایت محنت سے اور بہت کمال سے ہمارا یہ کیس پیش کیا۔ تو کیا آپ بتا سکیں گے کہ ان حالات میں آپ سے یہ کام کیسے سرزد ہوا؟

سرظفراللہ خان صاحب: اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہوتا ہے میں تو کوئی وجہ نہیں بتا سکتا۔ مجھے مواد جو مل گیا اس کی بنا پر پھر میں نے سوچنا شروع کیا کہ بنیادی بات جو کمیشن کے ٹرمز آف ریفرینس میں تھی وہ یہ طے کرنا تھی Contiguous Majority Areas تو یہ ایک اصطلاحی امر تھا کہ وہ معیار کا کام کریں گے کیونکہ اس معیار پر منحصر تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا تو ایک تو یہی تھا کہ نوشنل پارٹیشن جو ہو چکی تھی کہ چند اضلاع اس طرف اور چند اس طرف۔ ہمیں اگر وہ فائدہ مند ہوتی تو اس پر زور دیتے یا کمشنری کو معیار مقرر کر دیا جاتا یا تحصیل کو یا تھانے کو یا ایک گاؤں کو۔ اب گاؤں یا تھانا تو بالکل ایک ناقابل عمل تقسیم تھی کیونکہ اس سے بالکل ساری کرنال تک بلکہ امبالہ کی تحصیل تک بعض تھانے ایسے تھے جن میں مسلمانوں کی کثرت تھی اور یہاں بعض تھانے ایسے ہوتے تھے جن میں ہندوؤں کی اور غیر مسلموں کی کثرت تھی۔ تو نوشنل پر اس لئے زور دینا مناسب نہیں سمجھا گیا تھا کہ اس وقت مسلمانوں کے ذہن میں بڑے بڑے وسیع حدود تھے۔ اور یہ آگرہ تک بھی رکتے نہ تھے۔ تو میں نے پھر جب اعداد و شمار دیکھے تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ تحصیل کو اگر معیار قائم کیا جائے تو اس سے مثلاً جو موجودہ (پاکستان 22:00) میں تقسیم ہوئی تو اس کے مقابلہ میں فیروز پور، زیرہ، جالندھر اور نوکودر وغیرہ کی تحصیل ہمیں حاصل ہوتی ہے اور گورداسپور، بٹالہ، امرتسر میں سے اجنالہ اور شکر گڑھ۔ ہوشیار پور کی ایک تحصیل میں یہ صورت تھی کہ وہاں نہ تو مسلمانوں کی کثرت تھی اور نہ ہندوؤں اور سکھوں کی ملا کر کثرت تھی بلکہ عیسائی جدھر جاتے تھے وہاں کثرت ہو جاتی تھی اور عیسائیوں نے ایک محضر نامہ پیش کیا تھا ایمپائر کے سامنے۔ کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو وہ تحصیل بھی پاکستان میں آتی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد نواب ممدوٹ خان صاحب کے ساتھ مشورہ کرنا تو فضول تھا ان باتوں میں کیونکہ وہ بیچارے تو ان باتوں سے بالکل معصوم تھے۔

جرنلسٹ: آپ کو instructions کون دے رہا تھا مسلم لیگ کی طرف سے؟

سرظفراللہ خان صاحب: میں ابھی عرض کرتا ہوں۔ تو میں نے دولتانہ صاحب اور سردار شوکت حیات کو بلایا کہ آپ آئیں کیونکہ میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ تو اس وقت معلوم ہوا کہ سردار شوکت حیات صاحب تو بیمار ہیں۔ ان کو ملیریا تھا اور تپ تھا۔ دولتانہ صاحب آئے اور ان سے میں نے یہ ذکر کیا کہ یہ صورت ہے تو میں نے تو مسلم لیگ کا کیس پیش کرنا ہے اور مجھے تو بتایا گیا تھا کہ آپ نے تیاری وغیرہ کی ہوگی خیر اب شکوہ کا تو وقت نہیں۔ تو آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے یہ بنانا ہے تو آپ بتائیں کہ کیا کیا جائے۔ تو کہنے لگے کہ انکل آپ سے بہتر کون سوچ سکتا ہے۔ مجھے انکل ہی کہا کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ سوال نہیں کہ مجھ سے بہتر کون سوچ سکتا ہے؟

مجھے بتائیں کہ میری instructions کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ بس ٹھیک ہے جو آپ کر رہے ہیں۔تو چنانچہ اس کے مطابق میں نے تیاری شروع کر دی اور ساتھ ساتھ میرے جو ساتھی تھے ان میں سے تین کے ساتھ تو میں مشورہ کرتا رہا لیکن اکبر علی صاحب سے اس وقت رابطہ ہوتا جب کوئی اعداد وشمار کا کام ہوتا تھا۔ وہ اپنے دفتر سے جا کر موازنہ وغیرہ کر کے لے آیا کرتے تھے۔تو ان کے ساتھ بھی گفتگو وغیرہ ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ جب میں نے تیار کر لیا تو پھر جمعرات کی شام کو میں نے دولتانہ صاحب کو بلایا اور ان کو دکھایا کہ یہ دیکھ لو کہ یہ تیار ہو گیا ہے اس کو ایک بار دیکھ لو تا کہ صبح ٹائپ کروا کر کے اس کو داخل کریں۔تو وہ کہنے لگے کہ اگر آپ نے فائنل کر دیا ہے تو ٹھیک ہی ہوگا۔تو میں نے ان سے کہا کہ This is my briefs, you got to study it تو انہوں نے پھر اسے پڑھا اور پھر بہت تعریفی الفاظ وغیرہ کہہ کر وہ دے گئے۔ دوسرے دن پھر ہم نے صاف وغیرہ کر کے نثار احمد صاحب نے جا کر 12 بجے دفتر میں داخل کروا دیا۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب یہ ارشاد فرمایئے میں پیشتر اس کے کہ سوال پوچھوں، خود ایک پاکستانی کے طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے پلٹ کر جتنا اپنی قومی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اور مقدور بھر جتنی کتابیں انگلستان میں یہاں چھپی ہیں اس مسئلہ پر، میری ناچیز رائے میں یہ جو خط تقسیم کھینچا گیا یہ کسی ایمانداری کی رُو سے نہیں کھینچا گیا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے ساتھ زیادتی کی گئی۔آپ کی اس بارہ میں کیا رائے ہے؟ آپ تو خود اس کے مشاہدے کرنے والوں میں سے ہیں۔آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ خط تقسیم کسی ایمانداری کی رُو سے کھینچا گیا یا کسی سیاسی خیال سے کھینچا گیا؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: یہ بھی ایک لمبا قصہ ہے۔ میں جب قائد اعظم کے ساتھ دہلی میں ملا اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ تم تیاری کرو کیونکہ تمہیں بحث کرنا ہوگی۔اور ذکر کیا کہ ابھی ایمپائر کا انتخاب بھی نہیں ہوا۔تو میں نے ان کی خدمت میں عرض کی تھی کہ آپ اس بات پر موثر ہوں کہ ایمپائر لارڈز آف اپیل میں سے کوئی آئے کیونکہ یہ تو ہر ایک انسان کے متعلق امکان ہوتا ہے کہ وہ غلطی کرے، اس کے پوزیشن میں کوئی بات نہ آئے اور وہ بات ہمارے لئے مفید نہ ہو یا مضر ہو جو وہ کرے۔لیکن ان کے متعلق یہ اطمینان ہوگا کہ وہ کسی کے اثر کے ماتحت بات نہیں کریگا کیونکہ ان لوگوں کی تربیت ہی ایسی ہوتی ہے۔انہوں نے کہا کہ اچھی بات ہے۔ چنانچہ چوہدری محمد علی صاحب کی کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ کوشش کی تھی کہ کمیشن ہی تین لارڈز آف اپیل کمیشن کریں لیکن وہ فیصلہ کر بیٹھے تھے ریڈ کلف کے متعلق۔ اور انہوں نے یہ کہہ کر کہ وہ بوڑھے لوگ ہیں اور یہاں بہت گرمی ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ ان کے لئے گرمی کے موسم میں یہاں آنا بہت مشکل ہے۔اور پھر اس میں تاخیر ہو جائے گی چنانچہ (لفظ سمجھ نہیں آیا 26:49) پھر اس کو مان گئے۔ ریڈ کلف صاحب اس وقت ممبر آف پارلیمنٹ تھے اور پریکٹس میں لگے ہوئے تھے۔ پیشہ تھا ان کا۔وہ تشریف لے آئے۔ایک جگہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا بیان یہ بھی چھپا ہوا ہے وہ جو دی گریٹ ڈیوائیڈ میں ہے غالباً۔تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس نہ ٹھہریں تا کہ ایسا شک نہ گزرے کہ میں ان پر کوئی اثر ڈالتا ہوں لیکن وائس ریگل اسٹیٹ میں ان کیلئے مکان کا انتظام کیا اور عملہ والے سارے ان کے ساتھ ملتے تھے۔یہ ممکن ہے کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے خود اپنے منہ سے انہیں کچھ نہ کہا ہو لیکن یہ یقینی بات ہے کہ جو سٹاف ان کے ساتھ تھا وہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ گھلے ملے تھے سارا وقت۔ چنانچہ ایک بات کے متعلق تو (اب تو واضح ہو گئی ہے میری ایک چھوٹی سی کتاب چھپی ہے Agony of Pakistan تو اس میں میں نے کھول کر وضاحت دے دی ہے) کہ جس دن ہمیں ریڈ کلف نے منگل کے دن بلایا ضابطہ وغیرہ سمجھانے کیلئے۔ اس سے دوسرے دن بدھ وار کو سہ پہر کے قریب غالباً شیخ دین محمد صاحب مرحوم تشریف لائے۔انہوں نے کہا کہ بھئی تم نے بحث کرنی ہے جو کچھ تم سے بن پڑے گا تم کہو گے ذمہ داری تو اصل ہم پر ہوگی کہ ہم کیا کرتے ہیں کمیشن میں۔اور میں تمہیں یہ بتانے کیلئے آیا ہوں کہ باؤنڈری تو پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے اب تم جو چاہو کر لو اور جو ہم سے ہو سکے گا ہم کریں گے لیکن ہو کچھ بھی نہیں سکتا۔ یہ امر طے شدہ ہے میں نے کہا کہ کیسے معلوم ہوا؟ اس کا ذکر ممکن ہے کہ منیر صاحب نے کیا ہو کہ کہیں گے جب تم چلے آئے تو کل ریڈ کلف نے کہا کہ وہ انہوں نے حکومت سے ایک چھوٹے ہوائی جہاز کا

انتظام کیا ہے وہ ایریل سروے کیلئے کل صبح جانا چاہتے ہیں تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں نے انہیں کہا کہ تمہارا کام تو ایمپائر کا ہے اور جو مواد ہمارے سامنے پیش ہو اس کی بنا پر تم نے فیصلہ کرنا ہے ایریل سروے جو تم کرنے جاؤ گے اس سے جو تمہاری طبیعت پر تاثر وغیرہ ہوگا یہ ہمیں کیسے پتا چلے گا؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو اچھی بات ہے چھوٹا جہاز ہے پانچ آدمی اس میں زیادہ سے زیادہ جا سکتے ہیں۔ ایک تو ہوگا پائلٹ تو دو آپ میں سے آجائیں دونوں فریقوں میں سے ایک ایک۔ چنانچہ شیخ دین محمد نے کہا کہ ہماری طرف سے منیر جائیں گے اور انہوں نے کہا کہ ہماری طرف سے تیجہ سنگھ جائیں گے نانچہ جہاں تک مجھے یاد ہے جو شیخ صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ یہ والٹن ایئر پورٹ پر جمع ہونگے۔ پائلٹ نے کہا کہ صاحب آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اوپر ایک آندھی کی چھت بنی ہے غبار چھایا ہوا ہے تو آپ کو میں لے چلتا ہوں اگر آپ اسرار کریں لیکن دوسری طرف سے بھی آپ کو یہی نظر آئے گا غبار کی دوسری طرف۔ جیسے آپ چاہیں۔ اس پر ریڈ کلف نے سروے تو منسوخ کر دیا تو منیر صاحب نے ان سے پوچھا کہ ہم نے جانا کہاں تھا تو اس سے انہیں یہ معلوم ہوا کہ اس کی ہدایت یہ تھی کہ پہلے مشرق کی طرف وہ جائے مشرق کی سمت پٹھان کوٹ کے قریب سے جہاں دریائے راوی میدان میں داخل ہوتا ہے پھر دریائے راوی کے اوپر چلتا آئے کسی گاؤں کا یا کوئی نشان تھا مشرق میں لاہور کے ضلع میں۔ وہاں سے پھر بائیں کو مڑ کر فیروز پور تک جائے تو شیخ صاحب نے کہا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ باؤنڈری ہے ورنہ یہ نہیں کہ عام طور پر وہ دیکھنے گیا کہ پنجاب کی شکل کیا ہے اور دریا کہاں بہتے ہیں یہ ایک خاص اس کو لائن بتائی گئی تھی۔ تو معلوم تھا کہ کسی نے اس کو یہ بتایا تھا اور وہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ تو میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے اور ہمارا تو اس میں کوئی بھی عمل دخل نہیں ہوگا۔ تو میں جا رہا ہوں دہلی۔ اور میں قائداعظم صاحب کی خدمت میں یہی عرض کروں گا اور ان کو بتا دوں گا کہ منیر اور میں استعفیٰ دے رہے ہیں۔ یہ کمیشن ٹوٹ جائے گا۔ میں نے کہا کہ وہ بڑے قانونی آدمی ہیں تو آپ ان کو کوئی قانونی دلیل بتائیں اور یہ نہیں کہ اس سے ہم یہ قیاس کرتے ہیں تو اس سے وہ نہیں مانیں گے۔ میرا تو خیال ہے کہ ایسے بھی نہیں مانیں گے۔

تو وہ کہنے لگے کہ قانونی طور پر میں کیا بتاؤں؟ میں نے کہا کہ آپ اس طور پر ان کے سامنے پیش کریں کہ یہ ایمپائر ہے اور جو یہ فیصلہ کرے تو وہ ہم پہلے منسوخ کریں گے لیکن اس کا فیصلہ ہونا چاہیے یہ نہیں کہ اور کوئی اس کو پٹی پڑھا دیا اور وہ اس پر عمل کرے۔ تو آپ اس کو طلب کریں کہ یہ اطلاع مجھے ملی ہے کہ یہ اس قسم کا سروے کرنا چاہتے ہیں۔ میرا اطمینان کروایا جائے کہ یہ سروے کی تجویز کس نے بتائی اور کیوں بتائی اس کی وجہ کیا پیش ہوئی۔ اس کا وہ کیا اثر چاہتے تھے؟ اگر اس کا آپ کو اطمینان ہو جائے تو ٹھیک ہے اگر نہ اطمینان ہو تو کہہ دیں کہ ہمیں نہیں ہے اعتماد اور اس پر دوسرے لوگوں کا اثر پڑ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا بحر حال میں اس پر عمل کروں گا۔ چنانچہ وہ رات کو گئے۔ یہ چند دن ہی ہوئے ہیں مجھے سید واجد علی صاحب نے بتایا ہے کہ یہ ان کیساتھ تھے اور بدھ کی شام کو وہ گئے، جمعرات وہاں ٹھہرے اور جمعہ کی شام کو اسٹیشن سے آتے ہی راستے میں گزرے میرے پاس ٹھہرے اور کہا کہ وہ نہیں مانتے انہوں نے کہا ہے کہ do your bestانہوں نے کہا ہے کہ میں نے اس کو سمجھا دیا ہے (لفظ سمجھ نہیں آیا) کیا ہوتے ہیں کیا نہیں ہوتے تو پھر آخر پر جا کر وہی ہوئی لائن جیسے بنی۔ اور صرف اس میں یہ فرق ہوا اور وہ بالکل آخر میں جا کر فرق ہوا کہ اس میں سے بھی فیروز پور، وزیرہ کی تحصیل نکال لی۔

جرنلسٹ: لیکن چوہدری صاحب آپ کا جو کیس تھا باؤنڈری کمیشن کے سامنے۔ اس میں آپ نے کیا تجویز کیا تھا کہ خط تقسیم کیا ہونا چاہیے؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: جو میں نے علاقے بتائے ہیں ان کو شامل کر کے فیروز پور، زیرہ، نکودر، جالندھر اور ہوشیار پور کی ایک تحصیل ہے۔ نام میرے ذہن میں نہیں آ رہا

جرنلسٹ: امرتسر

سر ظفر اللہ خان صاحب: نہیں نہیں امرتسر نہیں۔ امرتسر میں سے اجنالہ اور بٹالہ گورداسپور اور شکر گڑھ۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب یہ ارشاد فرمائیے کہ یہ باؤنڈری کمشن میں اپنی خدمات کے بعد پھر آپ نے پاکستان کی وزارت خارجہ کا قلمدان سنبھالا

سرظفراللہ خان صاحب: بحث ختم ہوتے ہی میں واپس بھوپال چلا گیا۔ چند دن بعد پھر مجھے قائداعظم صاحب نے بلایا۔انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم۔لیکن اس وقت پھر کراچی طلب فرمایا تھا۔کہ تم ہمارے وفد کی قیادت کروunited nationsمیں۔پاکستان کے داخلہ کا اسوقت فیصلہ ہونا تھا۔تو میں اس خدمت میں چلا گیا۔وہاں سے واپسی پر۔جب میں واپس پہنچا تو پھر میں کراچی ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے بتایا کہ وہ خدمت جو آپ نے سپرد فرمائی تھی وہ میں کر آیا ہوں۔کچھ مختصراً بتایا بھی کہ کیا ہوا کیا نہیں ہوا۔تو پوچھا کہ اب تمہارا کیا پروگرام ہے تو میں نے کہا کہ میں واپس جا رہا ہوں بھوپال۔لاہور سے ہو کر جاؤ گے؟میں نے کہا جی۔تو لیاقت علی خان لاہور ہیں۔ان سے ملنا۔میں نے کہا جی بہت اچھا

And when are you going to get rid of your

Don't you know I need you hereentanglements

میں نے کہا اچھا جی جیسے آپ حکم فرمائیں۔تو کہنے لگے کہ جاؤ اس سے بات کرلو۔تو میں لاہور آیا میں پھر لیاقت علی خان صاحب سے ملا تو انہوں نے کہا کہ کوئی بات کی تھی قائداعظم نے تمہارے ساتھ؟میں نے عرض کر دیا کہ انہوں نے فرمایا تھا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔تو انہوں نے کہا کہ ایک تو ہمیں یہاں chief justice کی ضرورت ہے اور جلد ہی اس کا بھی تقرر ہونا چاہیے تا کہ وہ اپنے رفقاء کا انتخاب کرے پھر قوائد وغیرہ بھی چاہیں supreme court کیلئے،وہ بھی تیار ہوں۔تم چاہو تو وہ لے لو۔پھر دولتانہ صاحب نے قائداعظم صاحب کی خدمت میں گزارش کی ہے کہ یہ جو refugeesوغیرہ کا جھگڑا ہو رہا ہے اور بہت سے جو نئے سوالات پیدا ہو رہے تھے یہ ہمارے بس کی بات تو ہے نہیں۔یہاں کے لوگ جو ہیں ہماری مشکل یہ ہے کہ وہ ہماری بات تو نہیں مانتے تو ہمیں یہاں کوئی ڈنڈے باز بولڈ چاہیے تو تمہارا نام لیا ہے۔کہ تمہیں بھیج دیں۔چاہو تو یہاں آ جاؤ۔اور پھر مسکرا کر فرمانے لگے کہ ویسے تو وزارت خارجہ بھی خالی ہے۔میں نے فی الحال اس کا چارج لیا ہوا ہے۔میرے پاس تو دفاع کی وزارت بھی ہے اور وزارت عظمیٰ بھی ہے۔میں زیادہ کوئی توجہ تو نہیں دے سکتا۔چاہو تو یہ کرلو۔تو آپ سوچ لو کہ کتنے دن ٹھہرنا ہے تو میں نے کہا کہ میں کل چلا جاؤں گا بھوپال۔کہنے لگے کہ جانے سے پہلے مجھے بتا دینا کہ کیا کرنا چاہتے ہو۔تو میں ان کا شکریہ ادا کر کے جانا چاہتا ہوں اور اُٹھا ہوں تو کہنے لگے کہ ہاں ٹھہریئے قائداعظم چاہتے ہیں کہ آپforeign minsteryکا ہی قلمدان (56:35) دیں۔ میں نے کہا کہ جب وہ چاہتے ہیں تو پھر آپ مجھے یہ کیوں کہتے ہیں کہ تمہیں اختیار ہے۔کہنے لگے کہ بس وہ یہی کہتے ہیں تو میں نے کہا کہ پھر تو اچھی بات ہے۔کہنے لگے کہ پھر آپ جلدی سے جلدی پہنچ جائیں۔تو میں نے بھوپال جا کر نواب صاحب کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ جو ہونے والا ہے اس کے تو آپ نقش ونگار ابھی سے ہو رہے ہیں لیکن اگر وہاں مسلمانوں کی کچھ خدمت ہو سکے تو میں تمہیں روکتا نہیں چنانچہ انہوں نے مجھے بھجوانے کا انتظام بڑی خوش اسلوبی سے کر دیا اور میں نے وہاں جا کر چارج لے لیا۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب آپ کے اس زمانہ میں دو باتیں ہیں جن کا میں خصوصیت سے آپ سے تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔جس میں میرے خیال سے آپ کیcontributionبہت اہمیت کی حامل ہے۔ایک مسئلہ کشمیر ہے اور دوسرا مسئلہ فلسطین ہے۔کشمیر کا مسئلہ تو خیر ہماری قومی زندگی کا ایک جز بن گیا۔میں آپ سے پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ کشمیر کا مسئلہ جب UN میں گیا تو آپ کے خیال میں کس مقام پر کشمیر کا مسئلہ stalemate کی صورت اختیار کر گیا۔

سرظفراللہ خان صاحب: کشمیر کا مسئلہ شروع جنوری میں ہندوستان نے United Nations کے سامنے پیش کر دیا کشمیر کے مسئلہ پر بحث وسط جنوری میں شروع ہوئی۔چھ فروری کو ایکresolutionتیار کیا گیا جو دونوں فریقوں کو بھیج دیا گیا اور اس کو پھر کونسل کے سامنے پیش کر دیا گیا۔اس میں پاکستان تو (سمجھ نہیں آئی) 34:37 اس میں تجویز یہ تھی،ہندوستان کا مؤقف یہ تھا کہ ہمارے ساتھ الحاق ہو چکا ہے کشمیر کا ہم کشمیر کے ذمہ دار ہیں۔یہ پاکستان نے اُکسا کر قبائیلیوں کو ادھر بھیج دیا ہے۔پاکستان کو ہدایت ہونی چاہیے کہ انکو باہر نکالیں اور ہم کشمیر کی آبادی کے آراء کے مطابق ان کا فیصلہ یہاں کا کر دیں گے جو وہ چاہیں۔تو اس پر مطمئن نہیں تھی سیکرٹ کونسل۔ہم نے اس کے جواب میں اپنی طرف سے جو جو،وہ لمبی بحث ہے اور ریکارڈ میں درج ہے۔تو ہمارا زور یہ تھا کہ اول تو آراء شماری بالکل غیر جانبدار ہونی چاہیے اور

دونوں فریقین کے مابین ہونی چاہیے ورلوگوں کا خاص طور پر اطمینان ہونا چاہیے کشمیروالوں کا اوران پر کوئی زور نہ ڈالا جائے۔اور موجودہ جوحکومت ہے وہاں اور شیخ عبداللہ ان کے ڈیلیگیشن میں تھے بلکہ وہاں تقریر بھی کر چکے تھے۔اس وقت برطانیہ کیطرف سے ان کے وزیر common wealth فلپ تھے۔انہوں نے کہا بھی کہ ظفر اللہ تمہارا سب سے بڑا وکیل شیخ عبداللہ ہے اوراس کی تقریر سے ہم سب کو اطمینان ہو گیا ہے ورجو تم کہہ رہے ہو وہ سب ٹھیک ہے تو ان کا یہ اسرار تھا کہ غیر جانبدار حکومت قائم کی جائے پہلے اور ہندوستانی افواج کو باہر نکالا جائے اگر فوجوں کی ضرورت ہو امن قائم کرنے کے لئے تو دونوں طرف کی فوجیں ہوں۔اس میں سارے وہ عنصر تھے جن سے ہمیں اطمینان ہونا چاہیے۔پس اس پر جب بحث ہوئی اور پیش ہو گیا council کے سامنے اور کونسل کے اکثر اراکین اس کی تائید میں تقریر کر چکے تو سر گوپال جو ہندوستانی وفد کے سربراہ تھے انہوں نے کہا کہ ہمیں ابھی ابھی حکومت سے ہدایت موصول ہوئی ہے کہ ہمیں مشورہ کے لئے واپس آنے دیں۔اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ بحث کا التوا ہو۔اس پر سیکریٹ کونسل کو برا تو بہت لگا لیکن کرتے کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ اچھی بات ہے جتنی جلدی ہو سکے واپس آئیں بلکہ جو کولمبین ڈیلیگیٹ تھا اس نے تو یہاں تک کہا کہ صاحب صدر ابھی چند دن ہوئے ہمیں ہندوستان کے وفد کی طرف سے کہا گیا ہے کہ کشمیر جل رہا ہے اور سیکیورٹی کونسل ستار بجا رہی ہے۔تو کیا ہمیں بتا سکتے ہیں کہ کیا وہاں آگ بجھا دی گئی؟ اور اب کون ستار بجا رہا ہے؟ بس اب اس سے زیادہ وہ کیا کہہ سکتے تھے؟ تو انہوں نے ملتوی کر دیا۔اس وقت سے پھر پلٹا کھایا اور اس کی تفصیل بھی میں نے لکھ دی ہے Agony of Pakistan میں کہ جب وفد واپس چلا گیا تو انہوں نے ماؤنٹ بیٹن کے ذریعہ Attlee پر ڈورے ڈالنے شروع کئے تھوڑے عرصہ بعد چوہدری محمد علی نے کہا کہ یہ تو معلوم نہیں کہ کتنے عرصہ میں وہ واپس آئیں گے اگر ہم بھی واپس چلے جائیں کراچی تو یہ سمجھا جائے گا کہ دونوں فریقین نے سیکریٹ کونسل کو خیر آباد کر دیا۔یہ ہم کرنا نہیں چاہتے۔لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اب venue یہاں سے بدل کر لندن کر دیں اور وہاں سے۔۔۔۔(سمجھ نہیں آئی) وہاں Baven تھا foreign affairfor Secretary State اور Attlee تھا پرائم منسٹر Baven کے ساتھ صبح کے وقت میری ملاقات مقرر ہوئی اور پرائم منسٹر کے ساتھ سہ پہر کو میں ان سے ملا اور وہ بڑا دیانتدار آدمی تھا میں تو سمجھتا تھا بڑا رف سا لیکن ہر معاملہ میں جو بات وہ کہتا تھا وہ پتے کی کہتا تھا یہ نہیں کہ سیاسی طور پر ادھر اُدھر کی۔اس نے۔ مجھے کہا کہ ظفر اللہ خان مجھے تمہارے ساتھ اتفاق ہے اور میں اس تائید میں ہوں کہ یہ تبھی نبٹے گا معاملہ،ممکن ہے کہ نو لیبیکر 00:42 نے بھی اس کے ساتھ بات چیت کی ہو۔لیکن ہندوستان کے معاملات میں Crips has the ear of the Prime Minister and he has been at him and I understand you are going to meet him 'the prime minister says 'this afternoon 'well all I can say is wish you luck'yes تو میں نے واپس ہوٹل آ کر چوہدری صاحب سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بات بالکل بدل گئی چنانچہ میں Attlee سے ملا۔وہ میری طرف سیدھی آنکھ سے تو دیکھتے نہیں تھے کبھی ادھر کبھی اُدھر اور کہتے تھے کہ کیا تمہارا خیال نہیں کہ یہ ہو جائے، یوں کیوں نہ کر لیا جائے، وہ کیوں نہ کر لیا جائے۔اب تو پتا چل گیا کہ اس نے بہت شکایت کی تھی نہرو کی طرف سے ماؤنٹ بیٹن نے اور جو کچھ لکھا وہ چھپ گیا۔تو انہوں نے جو جو باتیں مجھے اس دن بتائیں پھر وہی resolution کے طور پر چیئرمین نے بعد میں رکھیں۔تو stalemate تو وہیں ہو گیا تھا۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب میں ایک گذارش یہ کرنا چاہتا تھا مجھے جب میں پلٹ کر دیکھتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ 1947 میں ابھی انگریز کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا زوال کس حد ہونے والا ہے اور دنیا میں کیا کیا نئی طاقتیں اُبھرنے والی ہیں اور انگریز کا جو imperialism کا دور تھا وہ ختم ہو چکا ہے اسلئے لگتا یوں ہے مجھے کہ اول وہ ہندستان کی تقسیم کے حق میں نہیں تھا ہندوستان کی فوج کو تقسیم نہیں ہونے دینا چاہتا تھا اور بحر ہند میں چاہتا تھا کہ اگر ہندوستان تقسیم ہو گیا تو اس سے شاید ان کو کچھ مسائل پیدا ہو جائیں گے سب چیزیں اس کے زیر نظر تھیں اور روس کے بارہ میں اس کا یہ خیال تھا کہ ہندوستان کو جس طرح وہ rule کرتا رہا ہے اس طرح کے حالات اب جاری رہیں گے لیکن جب یہ طے پا گیا کہ ہندوستان تقسیم ہو جائے گا اور ہندوستان اور پاکستان دو نئی مملکتیں بن جائیں گی تو پھر یہ کشمیر کا مسئلہ اور ایک ہندوستان کی طرف ایک خاص طرح کا

سلوک اور پاکستان سے خاص طرح کی مخاصمت جس کی شہادت اب تاریخ میں نمایاں ہو چلی ہے۔آپ کے خیال میں یہ کیوں ہوا؟



سر ظفر اللہ خان صاحب: ایک تو ماؤنٹ بیٹن کی وجہ سے بڑی حد تک اور دوسرے Attlee یعنی Attlee صرف ماؤنٹ بیٹن کے پڑھانے سے نہیں (اس کا بھی اثر ہوا) Attlee شروع سے تقسیم کے مخالف تھا ایک (بات)۔ دوسرے قائداعظم کے ساتھ اس کی بنتی نہیں تھی اور پھر ماؤنٹ بیٹن اور بھی مخالف قائداعظم کا ہو گیا یہ بڑا واضح dispatches میں آیا ہے مثلاً جب اسے معلوم ہوا کہ قائداعظم ایک گورنر جنرل مشترکہ کے راضی نہیں حالانکہ یہ بات ایک ہفتہ چلنے والی نہیں تھی اور اس کا ایک ہی حل جس کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں تھی وہ قائد اعظم نے پیش کیا تھا انہوں نے کہا کہ گورنر جنرل کا ہندوستان میں ہندوستان فیصلہ کرے اور پاکستان کا پاکستان فیصلہ کرے لیکن آپ تقسیم کی کاروائی کی تکمیل کے لئے ملکہ معظم کے نمائندہ کے طور پر خصوصی اختیارات جو آپ کو دیئے جائیں وہ آپ کریں اور وائسرائے کے طور پر آپ یہاں آئیں یہ میری بڑی خواہش ہے اس وقت انہوں نے کہا کہ ہماری ڈسٹرکٹ گورنمنٹ اس کو نہیں مانے گی یہ کوئی عملی طور پر چلنے والی بات نہیں۔ اس دن سے بہت پہلے ہی اس کا نہرو کے ساتھ یارانہ تھا اور ان کے متعلق وہ کہتا تھا دو گھنٹے یا تین گھنٹے کی پہلی دفعہ ملاقات ہوئی۔تو انہوں نے کہا، رات کو پھر بلایا ہوا تھا مسٹر جناح کو کھانے پر تو انہوں نے کہا کہ بھئی کھانا کل پر کر دو میں ایک دن میں دوبار نہیں کھا سکتا۔اس طرح پھر ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد بھی اس بات پر ان کا اختلاف ہوا تو اس کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے بہت کوشش کی لیکن وہ یہ نہیں مانتے تھے حتٰی کہ میں اُٹھ کر چلا آیا اب یہ اخلاق کے بالکل خلاف بات تھی۔ اس ساری بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ he was very very allergic to the Qaid e Azam

جرنلسٹ: تو یہ دو تھے دونوں؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: تیسرا Stephen Crips تو پولیٹکس کے لحاظ سے جہاں تک ہندوستان کا تعلق تھا کانگرس میں۔

جرنلسٹ: absolutely۔ چوہدری صاحب یہ ایک ضروری ہے اس مرحلہ پر ایک اور سوال آپ سے کیا جائے۔آپ کو یاد ہو گا کہ جب United Nations کا کمیشن آیا پاکستان اور ہندوستان اور کشمیر کو دیکھنے کیلئے آیا تو اس وقت ایک ایسا بیان پنڈت جوہر لال نہرو نے دیا تھا جس میں اس کی ایک طرح سے بلاواسطہ زد آپ پر پڑتی ہے۔کہا یہ گیا کہ پاکستان کے نمائندہ نے United Nations میں جھوٹ بولا ہے کہ ہماری فوجیں کشمیر میں نہیں ہیں اور میرے خیال میں لازم ہے کہ آپ اس کی وضاحت فرما دیں۔

سر ظفر اللہ خان صاحب: جی اس کی وضاحت بھی بڑی صاف ہے۔ یہ بیان میرا فروری کا ہے اور فروری میں یہ بالکل صحیح بیان تھا کہ ہماری فوج براہ راست دخل نہیں دیتی۔ ہماری فوج نے، جب وہاں معاملہ اٹک گیا سیکیورٹی کونسل میں تو اس وقت اپریل کے آخر میں گئی اور اپریل کے آخر کے بعد ہم نے کبھی دعویٰ نہیں کیا بلکہ جب یہ کمیشن آیا آخر یہ بہت عرصہ وہاں بیٹھے رہے یعنی وہاں مطالعہ کرتے کاغذات وغیرہ کا۔تو پہنچتے ہی پہلے دن جب مجھے رسمی طور پر ملنے کے لئے آئے تو میں نے اسی وقت نقشہ وغیرہ لٹکوائے ہوئے تھے۔ سیکیورٹی کونسل میں بحث بند ہونے کے بعد ایک نئی شکل پیدا ہوئی ہے جو یہ ہے۔سر ڈگلس گریسی نے ایک summary بھی بھیجی تھی situation کی کہ وہاں سے چونکہ یہ ناکام آئے ہیں تو اب یہ تیاری کر رہے ہیں کہ کوئی فوجی فیصلہ کیا جائے اس جھگڑے کا تو اگر ہم نے اب ان کی فوجوں کو روکنے کی صورت نہ کی تو ہماری نہر جو منگلا سے نکلتی ہے وہ بھی اور دوسرے علاقے خطرہ میں پڑ جائیں گے۔اس پر وزیر اعظم صاحب نے فیصلہ کیا کہ اچھا send out forces and maintain the line تو یہ بات تو واضح ہے اور یہ ٹھیک ہے کہ میرا بیان تھا کہ میری فوج نہیں اور وہ کہتے یہی رہے نہرو صاحب کہ شروع مئی سے ہمارے پاس ثبوت تھا کہ انکی فوج ہے۔یقینی طور پر فوج تھی بلکہ آخر اپریل سے فوج تھی اور میرا بیان فروری میں تھا۔

جرنلسٹ: ایک بات جس کی میں چاہتا ہوں کہ آپ مزید وضاحت فرمائیں وہ یہ ہے کہ کشمیر کا مسئلہ ہندوستان لے کر United Nations میں گیا تھا ہم تو نہیں لے کر گئے تھے اور پھر ہندوستان ہی وہاں سے واپس لوٹ آیا جب اس نے دیکھا کہ resolution اس طرح جارہا

ہے۔ میں پوچھنا یہ چاہوں گا کہ آخر ہندوستان United Nations میں کشمیر کا مسئلہ کس اُمید پر لے کر گیا تھا کیا ان کا خیال تھا کہ پاکستان کی کوئی نمائندگی نہیں کی جائے گی یا کیا چاہتے تھے وہ لوگ؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ چاہتے تھے کہ علیحدہ ہمارے ساتھ الحاق کر چکا ہے اس لئے پاکستان کی دفاع ہمارے ذمہ ہے۔ جرنلسٹ: پاکستان کی دفاع ہمارے ذمہ ہے؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: نہیں! کشمیر کا دفاع۔ تو پاکستان نے ہماری ذمہ داری میں دخل دیا ہے قبائلیوں کو راستہ دیا، چھوڑ دیا یا اُکسایا اور بھجوا دیا تو وہاں فساد کی صورت پیدا ہوگئی ہے تو پاکستان کو کہا جائے کہ یہ اپنا بین الاقوامی ذمہ داری پوری کریں ساتھ کے ملک میں دخل نہ دیں قبائیلوں کو واپس لے جائیں یا ان کو ترغیب دیں کہ وہ واپس چلے جائیں اور باقی یہ جو سوال ہے کہ الحاق مستقل طور پر کس کے ساتھ ہو یہ ہم وعدہ کر چکے ہیں کہ کشمیر کے عوام کی مرضی کے مطابق ہوگا۔

جرنلسٹ: تو اگر اس پر United Nations مہر لگا دیتی تو ہندوستان کو منظور تھا لیکن اگر پاسا پلٹ جاتا تو یہ منظور نہیں تھا۔

سر ظفر اللہ خان صاحب: انہوں نے پھر شکایت کی۔ نہرو نے اپنے dispatches میں لکھا ہے کہ نہرو نے کہا کہ سیکیورٹی کونسل کو ہمارے سے کوئی ہمدردی نہیں اور یہ فلپ نولبیکر 03:50 بھی کچھ امریکی نمائندہ سے کم نہیں ہے امریکی نمائندہ تو بڑی وضاحت سے بولتا تھا (الفاظ سمجھ نہیں آئے 13:50) یہ انصاف پر نہیں چل رہے یہ تو power politics ہے وغیرہ وغیرہ تو ماؤنٹ بیٹن نے اس میں لکھا ہے کہ میں نے تو نہرو کو سمجھایا ہے کہ power politics نہیں بلکہ کیس پر بھی کچھ توجہ کرنی چاہیے لیکن اس وقت مشورہ دیا کہ تم نولبیکر کو کہو کہ اتنے واضح الفاظ میں مخالفت نہ کرے۔ نولبیکر نے بعد میں جب وہ وزیر نہیں رہے تھے مجھے پیرس میں 51ء میں بتایا اور اس کے بعد بھی میری ان سے پچھلے سال ملاقات ہوئی تھی تو انہوں نے بتایا تھا کہ نہرو اپنی بات پر اڑا ہوا تھا کہ اس کا فیصلہ اسی طور پر ہوسکتا ہے کہ یہ سیف گارڈز ہوں تا کہ (الفاظ سمجھ نہیں آئے 57:50) تا کہ آزادانہ ہو لیکن Attlee ایسا میرے پیچھے پڑ گیا کہ پہلے تو مجھے ہٹا کر got rid of me

جرنلسٹ: چوہدری صاحب یہ جب لیاقت علی خاں امریکہ تشریف لے گئے تھے تو اس وقت وزارت خارجہ قلمدان آپ کے پاس تھا؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: جی ہاں

جرنلسٹ: پاکستان کی خارجہ پالیسی پر جو تبصرے ہوئے ہیں اور جو کچھ لکھا گیا ہے اس سلسلہ میں اکثر اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ اقدام اس لئے غلط تھا کہ اس سے پہلے روس کی طرف سے دعوت نامہ مل چکا تھا اور روس کا دعوت نامہ ملنے کے بعد امریکہ کا دعوت نامہ ملا تھا اور لیاقت علی خان صاحب امریکہ تشریف لے گئے جس سے ابتداء ہی سے پاکستان کے روس کے ساتھ تعلقات خراب ہو گئے۔ میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ کیا یہ آپ کے مشورے سے ہوا تھا اور اس بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: میں تو ملک سے باہر تھا یہی کشمیر کے جھگڑے وغیرہ کے لئے اور نصف سال مجھے باہر رہنا پڑتا تھا ایک تو یہ کہ میں اسمبلی کا سارا وقت وہاں رہا کرتا تھا نیا نیا ملک تھا۔ ہمارے سارے ملکوں کے ساتھ diplomatic تعلقات بھی ابھی قائم نہیں ہوئے تھے اور وہ ایک ایسا اکھاڑا تھا کہ وہاں سب کے ساتھ ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ دوسرا یہ کہ ہمیں چونکہ تقسیم سے پہلے سوائے finance کے اور ہوم ڈیپارٹمنٹ کے اور خارجی امور کے، باقی باتوں کو تو ہندوستانیوں کو تجربہ ہو چکا تھا لیکن خارجی امور میں کسی کو کوئی تجربہ وغیرہ نہیں تھا تو ہمیں باہر سفارت خانوں میں سفیر مقرر کرنے، اور foreign ministry بھی ہمارے پاس نہیں تھی، foreign service ہمارے پاس کوئی نہیں تھی تو جو لوگ ہمارے ساتھ deligation میں جاتے تھے ان کو وہاں کچھ ٹریننگ وغیرہ کی بھی ضرورت تھی۔ بہر حال اس وقت مناسب یہی سمجھا گیا کہ ہمیں باہر اپنا ایک خاکہ (image) جسے کہتے ہیں اچھی طرح لوگوں کے ذہن نشین کرنا چاہیے کیونکہ ہر کوئی اس وقت بھی یہی سمجھتا تھا کہ پاکستان، ہندوستان کا ہی ایک حصہ ہے۔ تو وہاں کی پالیسی جو طے کرنا ہوتی تھی وہ جو کچھ میرے ذہن میں آتا تھا وہ میں لکھ دیتا تھا کہ یوں کرنا چاہتا ہوں کبھی تو جاتا تھا اور کبھی تو جاتا ہی نہیں تھا یہاں پیچھے اچھی خاصی مصیبت ہوتی تھی۔ مجھے جو معلوم ہوا ہے کہ راجا غضنفر علی خان

صاحب کی معرفت جو اس وقت تک ہمارے سفیری راہنما اور یہ روسی سفیر ایران کے ذریعہ یہ دعوت نامہ کا روس سے انتظام ہوا تھا اب لیاقت علی خان صاحب نے اس کو لیور استعمال کرتے تو امریکا سے منگوایا دعوت نامہ یا کیا صورت ہوئی وہ میری معرفت میں نہیں ہوا۔ وہ کس طور پر ہوا اس کی تفصیل مجھے نہیں معلوم۔

جرنلسٹ: کیونکہ پاکستان کی خارجہ پالیسی پر جب تنقید کی جاتی ہے تو ضرور یہ اس کا ذکر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس وقت پاکستان کی لیڈر شپ جو تھی وہ انگریز سے بہت مرعوب تھی اور جس کو عام زبان میں آج کل ویسٹ کہا جاتا ہے کہ مغربی طاقتوں کے زیر اثر رہنے کو وہ زیادہ پسند کرتی تھی اور اسی لئے روس کے دعوت نامہ کو رد کر دیا گیا اور اس کی قیمت بہت پاکستان کو ادا کرنا پڑی۔

سر ظفر اللہ خان صاحب: اول تو یہ کہ مرعوب کا لفظ تو ویسے ہی غلط ہے کیونکہ ان کی سیاست ہی ایسی ہوتی ہے کم سے کم برطانیہ کی، امریکہ تو کرتا ہے لیکن برطانیہ رعب نہیں ڈالتا common wealth کے ساتھ، اثر بے شک اُن کا بہت تھا۔ بہت باتوں میں وہ اس وقت مدّد دے سکتے تھے اور ہمیں جو ضرورت تھی اس وقت وہ ہمیں زیادہ برطانیہ اور امریکہ سے پوری ہو سکتی تھی تو کوئی یہ نہیں کہ ہمیں ان کے ساتھ عشق تھا برطانیہ کے ساتھ یا United States کے ساتھ۔ روس کے ساتھ ہمیں زیادہ علم بھی نہیں تھا اور یہ نہیں تھا کہ اس کو رد کیا گیا۔ جب انہوں نے امریکہ کے دعوت نامہ کو باوجود اس کے کہ وہ بعد میں دیا گیا تو وہ پھر ٹھنڈے ہو گئے۔

جرنلسٹ: لیکن آپ کو تو معلوم ہے کہ diplomatic زبان میں یہ بھی کہ ایک دعوت نامہ پہلے۔۔۔

سر ظفر اللہ خان صاحب: ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ روس کچھ ہم سے کھنچ گیا اور کچھ روس کی پالیسی بھی یہی تھی کہ ہندوستان بڑا ملک ہے اور وہ تو امریکہ کی بھی تھی کسی حد تک۔ ہندوستان بڑا ملک ہے اس کے ساتھ صلح رکھنی چاہیے اس کے ساتھ (لفظ سمجھ نہیں آیا 52:55) لیکن بعد میں تاریخ میں کہ اگر یہ نہ ہوتا تو کیا ہوتا، یوں ہوتا تو یوں ہوتا یہ (سب فضول باتیں ہیں)

ہم سے دوستی کے دروازے کھلے اور یہ کہ آپ نے پاکستان کی اور عربوں

غزل

آدم چغتائی



گردش، دوراں رواں دواں ہے جسکا کوئی انجام نہیں
اہل وفا پہ کچھ بھی گزرے اس سے تمہیں کچھ کام نہیں
میرے لبوں پہ حرف شکایت یہ تو اک مجبوری تھی
دل والوں کو اس دنیا میں چین نہیں، آرام نہیں
صبر کیا ہے برسوں ہم نے اُن کے ایک اشارے پر
ورنہ یوں چُپ سا رہنا اہلِ جنوں کا کام نہیں
یوں بھی اس فانی دنیا کی ہر شہ آنی جانی ہے
موت تو خود اک زیست ہے یارو، زیست کا یہ انجام نہیں
عرصہ فرقت میں بھی ہم کو تیری رفاقت یاد رہی
دل میں جو بس جائے اُس آنکھوں کے کچھ کام نہیں
نفس کی دوئی ہرگز وحدت والوں کا دستور نہیں
ایک خدا اور ایک پیمبر اس میں کوئی ابہام نہیں
مست شرابِ عشق ہے آدمؔ کیسے اُجڑے عالم میں
موسم کا پیمانہ ویراں، دستِ صبا میں جام نہیں

❁❁❁❁❁❁❁❁

کی دوستی کا آغاز کیا United Nation میں پاکستان کی foreign policy ایک طرح سے پروجیکشن کا باعث بنی اس کے باوجود اسرائیل قائم ہو گیا اور اسرائیل کی ریاست بنا دی گئی میں آپ سے پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ اس کی کیا وجہ تھی آپ کے خیال میں اسرائیل کی ریاست کے قیام میں؟ جو اس وقت کی بڑی طاقتیں تھیں سب کا اتفاق ہو گیا اور کس ایک مسئلہ پر کوئی ایک اختلاف جو انکی انٹرنیشنل اور گلوبل پالیسی میں رہتا ہے اس پر اس کا کوئی اثر نہ پڑ سکا؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: اس میں بڑا اثر تو president woman کا تھا جہاں تک مغربی طاقتوں کا تعلق ہے روس اس لئے شامل

ہو گیا تھا کہ وہ یقین رکھتے تھے اور میں نے ان کی انتباہ بھی کر دی تھی جو مجھے ملتے رہے United States والوں سے ان کو توجہ بھی دلاتا رہا کہ روس اس لئے شامل ہو گیا ہے کہ تمہارے تعلقات عرب ممالک کے ساتھ بگڑ گئے وہ تو اپنی پالیسی پر تھے اور اب وہ اسرائیل کے سخت خلاف ہیں اور اس وقت وہ اسرائیل کی تائید میں تھے میں نے خلاصہ جو بیان کیا ہے یہاں بھی ہو گا شاید اس کتاب میں بھی کہ کشمیر کا معاملہ بگڑ جانے کی تمام تر ذمہ داری Attlee پر ہے اور فلسطین کا معاملہ جیسے بھی جو کچھ بھی وہاں (لفظ سمجھ نہیں آیا 38:57) کی تمام تر ذمہ داری۔۔۔ پر ہے۔ یہ آخری وقت پر آراء گننے سے یقینی بات تھی کہ تقسیم کی تجویز میں دو تہائی نہیں یہ غالباً بدھ وار کا ذکر ہے اگر اس دن آراء شماری ہوتی تو یہ رہ جاتا resolution پہلے تو انہوں نے اسرائیلیوں نے یہ تجویز کی کہ پریزیڈنٹ کو اس بات پر لگایا کہ تم ملتوی کر دو بحث کو جمعرات تک۔ جمعرات ان کی Thanks giving day تھی۔ چوتھی جمعرات ان کی Thanks giving day ہوتی ہے۔ اس تجویز کا علم ہوا تو فاضل جمالی جو اس وقت عراق کے وزیر خارجہ تھے اور میں، ہم پریزیڈنٹ کے پاس گئے ارنیہ براز یک 40:58 ہم نے ان سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ آج رات بیٹھنا نہیں چاہتے شام کے اجلاس

میں تو انہوں نے کہا کہ ہاں مجھے (لفظ سمجھ نہیں آئے 50:58) نے مجھے بتایا ہے کہ کل thanks giving ہے تو آج شام عملہ دیر تک نہیں بیٹھ سکتا اور میرے پاس ابھی پانچ مقررین کے نام ہیں ان میں سہ پہر خرچ ہو جائے گی اور پھر شام تک (سمجھ نہیں آئی 12:59) تو ہم نے بہت ان کو زور لگایا کہ ان پانچ میں سے دو تو ہم ہیں ہم اپنے نام واپس لینے کو تیار ہیں بشرطیکہ آپ کہیں کہ میں پھر آراء اعداد و شماری کر لوں گا ہمیں اس دن بہت طرف سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ اگر آج آراء شماری نہ ہوئی تو پھر درمیان میں یہ logging ہو جائے گی، logging تو وہاں ہوتی تھی مثلاً لائبیریا کے وفد کا جو سربراہ تھا وہاں Dennis تھا اس کا نام اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا صبح ہی صبح تو اس نے مجھے کہا کہ اب تک ہماری ہدایات یہی ہیں کہ ہم نے خلاف ووٹ دینا ہے۔ لیکن ہمارا پریزیڈنٹ ان کے حق میں ہے امریکہ کے حق میں، سب کچھ ہمیں یہیں سے ملتا ہے تو اگر آج نہ ووٹ ہوا، آج کا تو میں نے انتظام کر لیا ہے

اپنے سیکرٹری کو بلایا ہے اور اس کو میرے سامنے یہ ہدایت دی ہے کہ میں جا رہا ہوں اسمبلی اور جب تک میں واپس نہ آؤں تم نے مجھے کوئی پیغام نہیں بھیجنا کوئی ڈاک نہیں کوئی چٹھی نہیں، کوئی کچھ نہیں میں جب آؤں گا واپس تو میں دیکھ لوں گا سب کچھ، آج کروا لو کل کا میں ذمہ دار نہیں کیا ہو گا کیا نہیں۔

جرنلسٹ: کل ممکن ہے راستہ بند ہونا ہے۔

سر ظفر اللہ خان صاحب: اسی طرح مثلاً Romulo جو پھر فارن منسٹر ہیں۔ وہ مقرر بڑا اچھا ہے۔ اس نے دھواں دار تقریر کی اور بخیے ادھیڑ دیئے ان کی resolution کے اور خلاف کریں گے۔ یہ تقریر کرنے کے بعد خود تو چلے آئے وہاں پر بھی آخری مرحلہ تھا اس session کا بصورت (IIT 01 47:00:) انہوں نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہوا تھا تو اسکا التوا ہو گیا جمعہ پر پھر یہ گئے واشنگٹن اسرائیلی، وہاں trueman سے کہا، trueman کو دوسرے سال اڑتالیسواں انتخاب لڑنا تھا اور یہودی ووٹ تو (لفظ سمجھ نہیں آیا 05:01:01) تو انہوں نے کہا کہ ہمارے ووٹ کی اُمید نہ کرنا اگر یہ resolution پاس نہیں ہو گا چنانچہ اس نے ذاتی طور پر ٹیلی فون ان ریاستوں کے سربراہ کو واپس کر دیا۔

جرنلسٹ: اور پھر جمعہ کو پاسا پلٹا ہوا تھا آپ کا اپنا تاثر یہ ہے کہ اسی روز فون لے لیا جاتا۔

سر ظفر اللہ خان صاحب: جمعہ کے دن IIT کا نمائندہ وہاں مجھے ملا اور اس کے آنسو بہہ رہے تھے یہ نہیں کہ محاورے کے طور پر بلکہ وہ کہہ رہا تھا کہ مسٹر میں کیا کر سکتا ہوں پرسوں میری ہدایات وہ تھیں اور آج یہ ہیں۔ Philippines نے بھی چنانچہ اس کے خلاف ووٹ دیا۔

جرنلسٹ: تو چوہدری صاحب میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا آپ کی رائے میں United Nations کی جنرل اسمبلی کو اس بات کا استحقاق تھا کہ وہ ایک ملک کو تقسیم کر دیں؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: نہیں وہ تو ان کا resolution صرف ایک تجویز ہوتی ہے لیکن میرے نزدیک تو اس تجویز کا بھی ان کو استحقاق نہیں تھا چنانچہ میں نے جو United Nations میں امریکی وفد کے مشیر قانونی تھے، تین تھے، ان میں سے جوان کا سینئر آدمی تھا غالباً اس کا نام Mr.

Copper تھا اس سے بات کی تھی اس معاملہ پر تو اس نے کہا کہ ہم نے یہی رائے دی ہے۔ پریزیڈنٹ کو کہ اسمبلی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی ملک کی تقسیم کی تجویز کرے یا اس کی تقسیم کا انتظام کرے لیکن پریزیڈنٹ اڑا ہوا ہے کہ اس کی ضرور تائید کرنی چاہیے مشکل یہ تھی کہ پریزیڈنٹ کو دوسرے سال اپنا انتخاب لڑنا تھا وہ یہودی ووٹ ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب اس وقت جب یہ اسرائیل کی ریاست قائم کی جا رہی تھی تو آخر United Nations میں دنیا بھر کے مدبر بیٹھے ہوتے ہیں اور آنے والے واقعات پر ان کی نظر ہوتی ہے۔ آپ کے خیال میں یہ بڑی طاقتوں کو کچھ اندازہ تھا کہ آئندہ چل کے کیسے ساری دنیا کا امن وامان اس ایک نقطہ پر مرتکز ہو سکتا ہے اور یہ ایک گویا pivital situation بن سکتی ہے؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: میرا اپنا تاثر تو یہ ہے کہ کوئی بھی حکومت اتنی دور آئندہ کو دیکھتی نہیں ان کے سامنے جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کی بنا پر جو چاہتے ہیں سمجھتے ہیں یہ ہمارے لئے مفید ہوگا اس کے لئے چاہتے ہیں، کوشش کرتے رہتے ہیں اور جو مضرّات اس میں خفیہ ہوں اس پر نظر بھی کرتے رہتے ہیں۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب فلسطین کے مسئلہ کے بعد جو ایک دوسرا مسئلہ جس میں آپ نے United Nation میں پاکستان کی نمائندگی کی جو آپ کے عہد سے وابستہ ہے وہ لیبیا کا مسئلہ ہے جس میں میرے خیال سے پاکستان نے بھرپور حمایت کی لیبیا کی آزادی کی۔ اس سلسلہ میں آپ ہمیں کچھ مطلع فرمائیں گے کہ کیا stand تھا پاکستان کا؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: لیبیا کے متعلق بڑی طاقتوں نے آپس میں ایک معاہدہ کر لیا تھا یا سمجھوتا کر لیا تھا جس کا نام Baven's Forza Pact مشہور ہے۔ مسٹر Baven اس وقت وزیر خارجہ تھے برطانیہ کے اور کونگس فورزا اٹلی کے وزیر خارجہ تھے۔ اور اس پیکٹ کا خلاصہ یہ تھا کہ لیبیا کے تین علاقے تھے ایک سری نائکہ، ایک ٹریپولی اور ایک فیضان تو سری نائکہ کی ٹرسٹی شپ انگریزوں کو دے دی جائے اور ٹریپولی کی اٹلی کو دے دی جائی اور فیضان کی فرانس کو دے دی جائیاور ساتھ ان پر یہ ذمہ داری ڈال دی جائے کہ دس سال کے عرصہ میں ملک کو ایک آزاد ملک کی حیثیت کے لئے تیار کریں جب یہ معاملہ اسمبلی میں پیش ہوا اپریل 1949، یہ 1948 کا سیشن اسمبلی کا پیرس میں ہوا تھا اس وقت یہ معاملہ ایجنڈا پر تھا لیکن اتنا وقت نہیں تھا کہ پیرس میں اس معاملہ پر غور ہو چنانچہ خاص ایک سیشن بلایا گیا اپریل سن 1949 جس میں یہ معاملہ پیش کیا گیا تو جو وفد لیبیا سے آیا تو اسکے جو سربراہ تھے عبدالحمید شایدان کا نام تھا انہوں نے خود بھی اور اپنے وفد کی طرف سے بھی اپنے ملک کی طرف سے بھی کہا کہ ہمارے ساتھ ایسے ایسے مظالم اٹلی کی طرف سے ہو چکے ہیں کہ ہم یہ اب سننا بھی برداشت نہیں کرتے کہ پھر ہمیں اٹلی کے سپرد کر دیا جائے اور ٹریپولی ہی مرکزی علاقہ تھا سب سے بڑا لیبیا کا۔ تو اس کی ضرور مخالفت کرنی چاہیے ہمیں یہ منظور نہیں ہے اور ہمیں دس سال تک انتظار کیوں کروایا جائے اور ان کو ملک کو تقسیم نہ کرنے دیں۔ آج اگر یہ تقسیم ہو گیا تو پھر یہ فرانس اس پر قبضہ کر لے گا اور اٹلی اس پر اور امریکہ اس پر قبضہ کر لیگا خیر ہمارا مؤقف یہ تھا کہ ہمیں اس کی مخالفت کرنی ہے تو ہم سے جو دلائل وغیرہ ہوئے وہ اور جو اٹلی نے مظالم وغیرہ کئے وہ سب ہم ریکارڈ پر لے آئے کہ وہاں pecification کے نام پر مارشل (لفظ سمجھ نہیں آیا۔ 40:06:01) نے بہت سے ظلم کئے ہوئے تھے وہ بتانے کی ضرورت نہیں لیکن وہ انسانیت سے بہت گرے ہوئے تھے تو جب وقت آیا رائے شماری کا تو ہم نے یہ دیکھا کہ ہماری تائید میں تیرہ ملک ہیں اور دو تہائی کی کثرت سے یہ resolution پاس ہو جائے گا اس resolution کے تو چار حصے تھے پہلا یہ کہ نائکہ کی ٹرسٹی شپ برطانیہ کو دی جائے، ٹریپولی کی اٹلی کو دی جائے اور فیضان کی فرانس کی دی جائے یا پہلے صرف نائکہ پھر فیضان پھر ٹرپل ای۔ اور پھر یہ کہ یہ تینوں ریاستیں مل کر خود مختار ملک بنانے کی کوشش کریں، بہت سوچتے رہے کہ کسی اور کو ملائیں ساتھ کچھ اور کریں لیکن سوجھتا نہیں تھا۔ چنانچہ ایک دن، جس دن رات کو یہ توقع تھی کہ رائے شماری ہوگی۔ مجھے ٹیلی فون ہوا یہی فورجی (50:07:01) کی طرف سے جو اس وقت مصر کے مستقل نمائندہ تھے۔ کہ میرے وزیر خارجہ خواجہ پاشا اس وقت وزیر خارجہ تھے مصر کے تو کہنے لگے کہ تم ذرا جلدی آجاؤ تا کہ مزید مشورہ اس کے متعلق کریں تو میں نے کہا کہ جی اچھی بات۔ چنانچہ اس وقت ایک بات میرے ذہن میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آچکی تھی۔ میں گیا تو

انہوں نے پوچھا کہ کیا کچھ سوچا ہے؟ تو میں نے کہا کہ جی سوچا ہے۔ تو کہنے لگے کہ کیا؟ تو میں نے کہا کہ اب تک ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ اس resolution کی مخالفت میں آراء جمع کی جائیں تو اب ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ یہ جو تیسرا پیراگراف resolution ہے کہ ٹریپولی کی ٹرسٹی شپ اٹلی کو جائے اس کی مخالفت میں ممکن ہے ہم کو دو تین چار ریاستیں مل جائیں اگر یہ مل جائیں تو پھر resolution بہہ جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ تم تو خود مخالفت کرتے ہو کہ ملک کو تقسیم نہیں کرنا چاہیے تو پھر تقسیم ہوئی کہ یہ نہ جائے اور باقی دونوں چلے جائیں تو کہنے لگے کہ resolution تو پاس ہو جائیگا لیکن جو ایک ٹانگ اس کی جو بہت مضبوط ہے وہ ٹوٹ جائے تو resetin americans 01:09:09 جن کو صرف اٹلی کی وجہ سے اس میں دلچسپی ہے یہ پھر باقیوں کی سپورٹ میں نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں یہ بڑی اچھی تجویز ہے؟

جرنلسٹ: رزیٹن امریکن کو کیوں اٹلی کی وجہ سے دلچسپی تھی؟

سر ظفر اللہ خان صاحب: italian is their resetin تو وہ پوپ کی وجہ بھی تھی تو خیر انہوں نے کہا کہ 26 تک کوشش کی جائے۔

جرنلسٹ: کلچرل زیادہ تھی میرا خیال تھا کہ شاید کوئی economic or political ہو۔ but this is linguistic and cultural۔

سر ظفر اللہ خان صاحب: تو میں نے کہا کہ اچھا میں جا کر بی ایم راؤ سے بات کرتا ہوں جو ہندوستانی نمائندہ تھے بعد میں وہ کورٹ کے جج بھی ہوئے ان کی وفات پر پھر میرا ان کی جگہ انتخاب ہوا کورٹ میں۔ اور آپ لوگ IIT سے بات کریں وہ فرانسیسی میں بات کرتے ہیں اور آپ فرانسیسی جانتے ہیں تو میں نے بی ایم راؤ سے جا کر پوچھا کہ تم کیا کرنے والے ہو اس میں؟ انہوں نے کہا کہ میری ہدایت یہ ہے کہ جو تو جز ہیں ان پر تو میں غیر جانبدار رہوں اور سارا resolution جب پیش ہو تو ہم مخالفت کریں گے۔ میں نے کہا کہ یہ دیکھیئے آپ کا یہ تجربہ ہے آپ یہ جانتے ہیں کہ اگر اجزا پاس ہو جائیں تو پھر سارا resolution تائید کے ساتھ پاس ہو جاتا ہے۔ اور جو پہلے اڑے ہوئے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اب یہی راہ ہے۔ لیکن آپ کی جو ہدایت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نہیں پاس ہونے دینا۔ تو اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اگر آپ نیوٹرل رہتے ہیں کہ انگریزوں کو خوش کر لیں یا فرانس کو کہ وہ ناراض نہ ہوں تو آپ بے شک نیوٹرل نہ رہیں انگریزوں کو ووٹ دے دیں سری نائکہ کا، فرانس کو فیضان کا لیکن یہ اٹلی کا ووٹ، یہ تو پھر بڑا ظلم ہے کہ اٹلی کو پھر ہم پر مسلط کر دیا جائے۔ میں نے کہا کہ اچھی بات ہے۔ میں اس کی مخالفت ضرور کر دوں گا یہ تو میری ہدایات کی سپرٹ کے اندر اور ادھر انہوں نے وہ IIT کو بلوالیا اس نے کہا کہ میں خلاف کروں گا چنانچہ جب آراء شماری ہوئی، رات کو ہوئی تھی 12 بجے جا کر۔ اس وقت آٹھ تو رہ گئے غیر جانبدار اور سترہ نے ہمارے ساتھ ووٹ دیا اور تینتیس نے Baven's Forza Pact کے مطابق بھی دیا۔ یعنی تیسرے پر، پہلا تو پاس ہو گیا تھا صرف نائکہ والا بھی اور فیضان والا بھی تیسرے پیراگراف پر تو پہلے تو میں نے خیال کیا کہ میرے ساتھ ایک کرنل عبدالرحیم جو فوت ہو چکے ہیں وہ میرے perminent representative تو وہ بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان سے کہا تھا کہ میں سنتا ہوں اور آپ نشان لگاتے جائیں پہلے تو میں نے خیال کیا کہ ہو گیا ہو گا پاس پھر میں نے خیال کیا کہ 17 اور 33 تو ڈبل نہیں ہیں اور ایک کی کسر رہ گئی ہے تو اب ہم پھر انتظار میں تھے کہ پریزیڈنٹ اور جو اسسٹنٹ سیکرٹری جو بیٹھتا تھا پریزیڈنٹ کے ساتھ (الفاظ سمجھ نہیں آئے 15:12:01) وہ ایئرپورٹ کی تلاش میں۔ آخر اس نے اعلان کیا کہ اتنے اس کے حق میں ہیں اور اتنے خلاف ہیں اور یہ پیراگراف ساکت ہو گیا۔ اور مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میری طبیعت میں بہت ٹینس اس وقت تھی سارے دن کی۔ تو میری عادت ہے کہ میں میز کو خوب بجاتا رہا مکے سے پریزیڈنٹ نے میری طرف دیکھنا بھی شروع کیا اور لوگوں کے خاموش بھی ہو گئے لیکن میرے چل رہے تھے۔ تو مجھے کسی نے پیچھے سے پوچھا کہ چوہدری صاحب آپ یہ کیا کر رہے ہیں تو میں نے کہا کہ میں انگریزوں کی چھاتی پیٹ رہا ہوں تو خیر جب وہ ہو گیا تو پھر انہوں نے کہا کہ اگلے پیراگراف پر ووٹ ہو گا تو اگلے پیراگراف میں یہ تھا کہ تین ممالک ان کو تیار کریں تو میں نے اس کا پوچھا کہ تین کا لفظ ہے یہاں تو تیسرا کون ہے؟ پریزیڈنٹ نے کہا کہ amendment کر کے اس میں دو لکھ

دے گا اور دو کر دیا جائے گا اب دو سے تو کام نہیں چلتا تھا۔ اتنے میں ڈاکٹر آر سے جو Argentina کے نمائندہ تھے انہوں نے اپنا name plate اُٹھایا اور کہنے لگے کہ میں کچھ بولنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ why انہوں نے جواب دیا کہ مسٹر پریزیڈنٹ باقی کیسوں پر آپ ووٹ لیں یا نہ لیں اب latin american نہیں ووٹ دیں گے کیونکہ ہمیں جس بات میں دلچسپی تھی وہ تو ختم ہوگئی۔ چنانچہ اس نے ووٹ لیئے بعد کے اجزا جو تھے وہ تو یوں کٹ گئے اور پھر جو پاس ہوئے تھے ان پر رسماً وہ ووٹ لینے لگا وہ بڑی میجورٹی کے ساتھ فیل ہوگئے اچھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب میں واپس کراچی پہنچا تو Italian منسٹر اس وقت ان کا deligation تھا، امبیسی نہیں تھی۔ وہ مجھ سے ملنے آیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس خاص پیغام ہے وہ میں لے کر آیا ہوں Italian میں تھا۔ Italian بڑی آسان زبان ہے تو میں نے کہا کہ مجھے دیدو میں جلدی معلوم کرلوں گا۔ میں بھی یہی چاہتا تھا کہ جلدی معلوم ہو جائے اس میں یہ لکھا تھا کہ ہم نے یہ کوشش بے شک کی تھی لیکن یہ فیصلہ ہمارے خلاف ہوگیا لیکن ہم عربوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں ختم کرنا نہیں چاہتے اس لئے ہم اب پورے سیشن میں خود تائید کردیں گے کہ لیبیا کو آزاد ہونا چاہیے ملکی طور پر۔ گو اس نے بعد میں پھر شمالی اور ایریٹریا وغیرہ کے لئے ہماری کچھ مدد چاہی وہ ہم نے اس کی کردی تھی تو ایریٹریا۔۔ شمالی میں (39:14:01) تو پھر جب سیشن آیا تو اس وقت وہ دس سال کرتے تھے تو سیشن پورے میں resolution پاس ہوا کہ lybia shall be independent in fifteen month's time اور ایک کمیٹی مقرر ہوئی جس میں پاکستان بھی representative تھا کہ اس کو تیار کریں۔

جرنلسٹ: مجھے یقین ہے چوہدری صاحب کہ لیبیا سے جو ہمارے اچھے تعلقات ہیں ان میں جو گہرائی ہے ان میں آپ کی کوششوں کا بھی دخل ہے اور جس طرح یہ لیبیا کا مسئلہ پیش کیا گیا وہ مجھے یقین ہے کہ لیبیا والوں نے فراموش نہیں کیا لیکن لیبیا سے اور طرابلس سے میرا ذہن ایک دم بانگ درا میں علامہ اقبال کی ایک نظم کی طرف چلا گیا۔ آپ کو بھی یاد ہوگی کہ ''طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں'' تو میرا جی چاہتا ہے کہ آپ نے چونکہ نہ صرف ان کو قریب سے دیکھا ہے بلکہ آپ جب وکالت کرتے تھے تو علامہ اقبال بھی وکالت کرتے تھے آپ نے ان کو بہت رُخ سے دیکھا ہوگا آپ اگر اپنی یادوں میں سے وہ حصہ جو علامہ اقبال سے وابستہ ہے تو وہ ہمیں عطا کریں تو بڑی مہربانی ہوگی۔

سر ظفر اللہ خان صاحب: ایک تو یہ کہ علامہ اقبال سیالکوٹ کے تھے اور میری پیدائش بھی سیالکوٹ کی ہے میرے والد صاحب کے ساتھ انکے خاندان کے دوستانہ تعلقات تھے ان کے والد صاحب کے ساتھ بھی۔ میں جب گورنمنٹ کالج میں B.A میں پڑھتا تھا تو 3rd year اور 4th year میں میں ان کا شاگرد بھی رہا یہ وقت تھا 1909 اور 1910 جب علامہ اقبال یورپ سے اپنی تعلیم ختم کر کے اور بیرسٹری کی سند حاصل کر کے واپس آچکے تھے اور گورنمنٹ کالج میں ان کو اس رعایت کے ساتھ پروفیسری عارضی طور پر دی گئی تھی کہ وہ بے شک اپنی پریکٹس بھی کریں۔ فلسفہ پڑھاتے تھے۔ فلسفہ اور انگریزی۔ تو فلسفہ تو میرے مضامین میں نہیں تھا انگریزی تھی۔ ایک تو میں نے یہ دیکھا اور بعد میں وکالت میں بھی میں نے یہی دیکھا میں تو جونیئر تھا اسوقت لیکن مجھے ان کے ساتھ بھی کام کرنے کا اتفاق ہوا بعض مقدمات میں۔ جس چیز کی طرف وہ پوری توجہ کرتے تھے اس کی تیاری انکی ایسی مکمل ہوتی تھی کہ پھر اور کوئی گنجائش اس میں نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ جو دو سال انہوں نے ہمیں پڑھایا اور poetry وہ پڑھاتے تھے ہمیں۔ poetry پڑھانا کوئی آسان کام نہیں خاص کر B.A کے standerd پر لیکن بڑی وضاحت سے اور بڑے عمدہ طریق سے ذہن نشین کروادیا کرتے تھے پھر پریکٹس میں نے یہ دیکھا لیکن ایک ان کی طبیعت میں غنا بہت تھا۔ ایک طاہر دین صاحب ان کے منشی تھے جو بعض اوقات میرے پاس بھی کیس لے آتے تھے کہ یہ ڈاکٹر صاحب کے پاس آیا تھا مقدمہ لیکن ڈاکٹر صاحب مصروف ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میں نے نہیں لینا مزید کام تو اگر آپ یہ کردیں اور شروع مہینہ میں اگر چار سے پانچ کیس ان کو آجاتے تھے تو وہ طاہر دین کو کہہ دیتے تھے کہ مزید کام نہیں لینا۔

جرنلسٹ: دل آزادی کی یہ خوبی ہے کہ اگر اتنا وابستہ ہو کسی اور طرف تو۔

سر ظفر اللہ خان صاحب: لیکن جس مقدمہ کی تیاری کرتے تھے اس میں بڑے انہاک کے ساتھ تیاری کیا کرتے تھے اور یوں گفتگو میں بیٹھے ہوئے وہ ہمیشہ رونق محفل ہوا کرتے تھے مزاق وغیرہ میں بھی۔

جرنلسٹ: لیکن چوہدری صاحب آپ کو اگر یاد ہو کہ علامہ اقبال جب لاہور میں رہتے تھے تو ان کے دوستوں کا حلقہ اردگرد جو تھا ان سے جو انکی گفتگو ہوتی تھی اور بار روم میں گفتگو میں تو بہت اختلاف ہوتا تھا۔لیکن اس زمانہ میں آپ کا جوان سے ملنا جلنا رہا تو ان کے مکان پر بھی تشریف لے جاتے تھے آپ کبھی؟

سرظفراللہ خان صاحب: بہت کم

جرنلسٹ: چوہدری صاحب دوسری ہماری قومی شخصیت جس کی طرف میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں ان کو آپ نے بہت قریب سے دیکھا ہے وہ قائداعظم ہیں۔انکی شخصیت کے چند پہلوؤں کے بارہ میں آپ کچھ ارشاد فرمائیں کہ آپ نے ان کی شخصیت میں کیا ایسی چیز دیکھی جو دوسروں میں کم دیکھنے کو ملتی ہے؟

سرظفراللہ خان صاحب: انکی شخصیت کے اکثر پہلو بہت نمایاں ہو چکے تھے انکی زندگی میں ہی۔ایک تو یہ کہ جہاں تک انسانی تعلق کوشش کا تعلق ہے اگر قائداعظم نہ ہوتے تو پاکستان نہیں بن سکتا تھا اس سے ان کا عزم اور جس بات کے پیچھے پڑ جائیں اس بات کو آخر تک نبھانا لیکن ساتھ ہی ان کے اندر ایک کمزوری بھی تھی کہ وہ رفاقت، وفا، تعاون تو وہ چاہتے تھے۔ لیکن نہ محبت وہ چاہتے تھے اور نہ کسی اور کی محبت وہ قبول کرتے تھے بلکہ۔۔۔ پڑھتے تھے اگر کوئی ان سے اس قسم کا اظہار محبت کرے۔یوں ان کا اپنا معیار ہر بات میں بہت بلند تھا۔

جرنلسٹ: مطلب یہ کہ جذباتیت ان کی زندگی میں کم تھی؟

سرظفراللہ خان صاحب: بالکل نہیں تھی۔وہ پتھر کے تھے

جرنلسٹ: علم اور دیگر خصوصیات جو ایک اچھے وکیل میں بھی ہوتی ہیں کہ اپنے مؤکل کی بریف کا وہ پوری طرح حق ادا کرتا ہے۔

سرظفراللہ خان صاحب: میں واقعہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔کیبینٹ کی میٹنگ تھی اس وقت کیبینٹ کی میٹنگ وزیراعظم کے گھر پر ہوتی تھی۔ لیکن جب چاہتے تھے قائداعظم کہ گورنمنٹ ہاؤس میں ہو تو گورنمنٹ ہاؤس میں ہو رہی تھی تو قائداعظم نے کہ دیکھو یہاں میٹنگ میں آمد میں کوئی issue نہیں ہے۔اسمیں جو میرا مؤقف ہے وہ میں واضح کر دیا کروں گا لیکن فرض کرو کہ اس میں اختلاف ہو جائے اور کیبینٹ کی کثرت کو وہ بات منظور نہ ہو جو میں سمجھتا ہوں کہ کرنی چاہیے تو اس کا فیصلہ کیسے ہوگا؟اب اس کا جواب بڑا مشکل تھا کچھ وزیراعظم سے پوچھا لیاقت علی خان صاحب سے۔انہوں نے کوشش کی کہ دونوں کا تطابق کریں لیکن تطابق کس بات کا اور وہ تطابق کے قائل نہیں تھے۔مؤقف ان کا یہ بھی تھا کہ موقع پر بیان کیا یا فوراً بیان کر دیا۔کہا کہ لوگ مجھے ذمہ دار سمجھتے ہیں تو یا تو میں اس ذمہ داری کے نبھانے کے لئے یا ذمہ داری قبول کرنے کیلئے اپنی بات منواؤں گا اور یا پھر تم اگر سیاسی اور آئینی انداز پر چلنا چاہتے ہو تو مجھے واضح کر دینا ہوگا لوگوں پر کہ اختیارات تمہارے حق میں ہیں میرے حق میں نہیں تو سمجھیں کہ اب اس پر وہ مجمع (خاموش تھا) سچی اور سیدھی بات یہی تھی کہ جہاں تک آپ کا تعلق ہے آپ کی ذات کا بے شک یہ ٹھیک بات ہے کہ آپ ملک کے بانی ہیں سب کچھ ہیں۔ہم اپنی رائے پیش کر دیں گے اگر اختلاف ہے ایسا ہو جائے تو اس اختلاف کے بعد کوئی نہیں ہوگا ہم میں سے جو اپنی رائے پر مصر رہے اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صورت پیدا نہیں ہوگی لیکن اگر کبھی پیدا ہو تو بے شک ہمارا یہی فیصلہ ہے کہ آپ کی رائے کو مانیں تو طے ہو جائے گا لیکن شاید کچھ گھبراتے بھی ہوں کہ آئندہ کے لئے نہ کوئی بن جائے ایک، دوسرا وہی کوئی بعد میں تو الگ بات ہے کہ چند ہی

صبح کی نماز

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔"صبح کی نماز کو چھوڑنا اس مرکزی نیکی کو چھوڑنا ہے جس پر باقی نیکیاں قائم ہیں۔اگر یہ ہاتھ سے جاتی رہے تو باقی سب نمازیں ہاتھ سے جاتی رہیں۔" (خطبہ جمعہ 10/ اکتوبر 1997ء)

صبح کے وقت کی گہری نیند سے بیدار ہو کر رب کے حضور کھڑے ہو جانا گویا تمام دن کی عبادات کے لیے تیاری کا اہتمام کرنا ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دن کے آغاز میں دعا سے تمام دن کی عبادات کے لیے توفیق مانگنا افضل قرار دیا گیا ہے۔

❁❁❁❁

مہینوں کے بعد ان کی وفات ہو گئی کل تیرا مہینے تو وہ پاکستان کے گورنر بنے اور میں تو آیا بھی دسمبر میں تھا اور یہ میرے کشمیر کے کیس سے واپس آنے کی بات ہو گی مئی میں یا جون میں اور اس کے بعد جلدی وہ کوئٹہ چلے گئے تھے جہاں ان کی وفات ہوئی پھر مجھ سے پوچھا کہ بات میں نے اس وجہ سے کی ہے تو میں نے ان سے کہا کہ صاحب مجھے یہ فکر نہیں کہ آپ کی اور میری رائے میں کوئی اختلاف ہو گا مجھے فکر یہ ہے کہ مجھے وزارت خارجہ کے فرائض اور اس منصب کو پورے طور پر ادا کرنے اور چلانے میں جتنی میں مدد آپ سے چاہتا ہوں اتنی مجھے میسر آتی رہے گی یا نہیں؟ آپ نہایت مصروف ہیں اگر آپ پورا وقت دیتے رہیں۔تو اب میں نے خیال یہ کیا کہ جواب میں وزیر اعظم کے خلاف یہ نہیں کہ وہ مخالف تھے نہیں تو میں یہ ذمہ داری تو نہیں لے سکتا کہ میں کیبینٹ کی طرف سے کہوں کہ یہ بات جو میں پہلے کہہ چکا ہوں لیکن میری طرف سے انہیں یہ اطمینان ہو جانا چاہیے کہ ایسا موقع ہو گا نہیں، میں کوئی بھی ایسا موقع اپنے ذہن میں نہیں لا سکتا وہ تو حکم دیتے تھے جب کوئی بات کرنی ہو اور حکم بجا لانا فرض تھا یہ یقینی بات تھی کہ وہ شک میں کسی بات کو نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب ایک constitutional اعتبار سے ایک عجیب واقعہ ہوا مجھے خوشی ہے کہ آپ نے فقرہ یہ قائداعظم کا دہرایا کہ انہوں نے کہا کہ آخر قوم تو مجھ کو سمجھے گی میری ذمہ داری ہے کہ فیصلہ میری موجودگی میں ہوا اب جو ہم نے 1947 میں پیٹرن جو حکومت کا اختیار کیا اب اس میں قائداعظم چونکہ قوم کے نمائندہ تھے اور ہر دلعزیز تھے اور مقبول ترین شخصیت تھے پاکستان کی اور لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں کا ساتھ دیتے تھے۔اس لئے وہ اس پیٹرن میں دراصل وزیر اعظم تھے کیونکہ وزیر اعظم جو ہے وہ ایک طرح سے الیکشنز کے ذریعہ قوم کا نمائندہ ہوتا ہے اور سیاسی ذمہ داری بھی اسی کی ہوتی ہے ورجو صدر ہوتا ہے، وہ تو گورنر جنرل تھے وہ تو ایک طرح سے ہیڈ ہوتا ہے ریاست کا جس پر کوئی سیاسی ذمہ داری نہیں ہوتی یہ اس لئے مجھ کو ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے اپنی constitutional ہسٹری میں کہ قائداعظم کے پاس وہ تمام چیزیں تھیں جو ملک کے نمائندے طور پر وزیر اعظم کے پاس ہوتی ہیں لیکن وہ تھے ہیڈ آف دی اسٹیٹ۔

سرظفراللہ خان صاحب: یہ ٹھیک ہے لیکن یہ تو ہمیں وراثت میں ملی تھی نہ بات۔ہم اپنی constitutional ہسٹری بنانے میں مصروف تھے گو کہ پھر اس پر بہت لمبا عرصہ چلا تو جو وراثتی ہمیں constitution ملی تھی یہ عارضی ہی سہی تو اس میں اس کا خاکہ تھا وہ یہی تھا جیسے common wealth کا دوسرے ممالک کا ہوتا ہے، parliamentary نظام چلتا ہے اور پارلیمنٹری نظام میں جو سربراہ ریاست ہوتا ہے وہ کیبینٹ کے فیصلہ کے مطابق عمل کرتا چلا جاتا ہے لیکن واقعہ یہی تھا کہ قائداعظم کی جو بھی حیثیت تھی اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا اس کے لحاظ سے یہ constitution ہمارے حالات کے مطابق نہیں تھی۔اس میں جو تفاوت تھا وہ اسی وجہ سے تھا وہ آگے چل کر ہم کیا کرتے ہیں یہ میں نہیں جانتا اس وقت رُجان تو یہی تھا کہ parliamentary سسٹم ہی ہوگا۔لیکن اگر قائداعظم کو اللہ تعالیٰ لمبی زندگی عطا فرماتا تو ممکن ہے کہ ہمیں خاص حیثیت ان کو تو دینا پڑتی۔ constitution میں بھی لیکن ایسا تو کوئی موقع ہی نہیں آیا۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب آپ سے ایک بات پوچھتا چلوں کہ قائداعظم کی جو زندگی ہے پاکستان بننے کے بعد ایک تو مختصر ہے اور دوسرا اس میں بے حد مسائل تھے آپ کو معلوم ہے کہ کشمیر کا مسئلہ کھڑا ہو گیا پناہ گزین آرہے تھے ہجرت ہو رہی تھی، مہاجرین کا ایک

ان کی صحت بھی اچھی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اگر آپ یہ ارشاد فرما سکیں کہ کیا کوئی کسی طرح کا نقشہ آئندہ constitution کا جس پر انہوں نے گفتگو کی ہو۔انکے ذہن میں تھا یا نہیں تھا کیا گفتگو میں کوئی کسی طرح کا آیا ہو۔

سرظفراللہ خان صاحب: نہیں مجھے نہیں یاد میرے ساتھ نہیں ہوا۔

جرنلسٹ: چوہدری صاحب بے حد شکریہ بہت ہم نے آپ کا وقت لیا۔آپ کی محبت ہے کہ آپ نے اتنا وقت دیا۔خدا آپ کو خوش رکھے خدا آپ کو زندہ رکھے اور صحت دے۔

سرظفراللہ خان صاحب: ویلکم

(یوٹیوب میں موجود ایک ویڈیو سے سُن کر انٹرویو لکھا گیا ہے۔)



گلدستہ

مرتبہ اے آر خان



حدیث نبویؐ

ایک دوسرے سے حسنِ سلوک کی تاکید

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے بڑھ چڑھ کر بھاؤ نہ بڑھاؤ۔ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو ایک دوسرے سے پیٹھ نہ موڑو یعنی بے تعلقی کا رویہ اختیار نہ کرو ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔مسلمان اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا۔اس کی تحقیر نہیں کرتا۔اس کو شرمندہ یا رسوا نہیں کرتا۔آپؐ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تقویٰ یہاں ہے۔یہ الفاظ آپؐ نے تین دفعہ دہرائے پھر فرمایا۔انسان کی بدبختی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے ہر مسلمان کا خون،مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام اور اس کے لئے واجب الاحترام ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم ظلم المسلم وخذله)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی ایک دلیل،وفات مسیح

آپ کے اپنے الفاظ میں:

اے میرے دوستو!اب میری ایک آخری وصیت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے ان تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے۔یہی ایک بحث ہے جس میں فتح یاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقاتِ عزیز کو ضائع کرو۔صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پُر زور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کر دو۔جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا۔یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا اور دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں۔ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔اس ستون کو پاش پاش کرو پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔

(ازالہ اوہام،روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 402)

کرسمس کی تاریخ اور پس منظر

(انصر رضا)

لفظ کرسمس قدیم انگریزی کے دو الفاظ Cristes Maesse یعنی ’the Mass of Christ‘ (مسیح کا جسمانی ظہور) سے مل کر بنا ہے جو کہ 1038 CE میں سب سے پہلے استعمال کئے گئے۔کرسمس دنیا بھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ پیدائش کے طور پر منایا جاتا ہے۔اس روز گرجا گھروں میں خصوصی عبادت ہوتی ہے،گھروں سڑکوں اور تمام عمارات کو کئی روز پہلے خوبصورت رنگ برنگے قمقموں اور دیگر اشیاء سے سجایا جاتا ہے۔جگہ جگہ کرسمس ٹری،جو کہ سدا بہار درخت کے نام سے جانا جاتا ہے،لگا کر سجایا جاتا ہے۔یہ درخت ایک مثلث کی طرح نیچے سے چوڑا ہوتا ہے اور اوپر تک ایک باریک نوک کی شکل میں آسمان کی طرف اُٹھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔اس کے

ذریعہ یہ سبق دیا جاتا ہے کہ اس درخت کی طرح مسیح بھی سدا بہار اور ہمیشہ زندہ ہے اس موقع پر گھروں میں تقریبات ہوتی ہیں اور افرادِ خاندان اور دوست احباب مل کر دعوتیں اُڑاتے ہیں۔

کرسمس، جسے اردو اور عربی میں عید میلاد مسیح کہا جاتا ہے، دنیا بھر میں اب ایک مذہبی تہوار کی بجائے تفریحی اور بڑی بڑی کاروباری کمپنیوں کے لئے زیادہ سے زیادہ مالی منفعت حاصل کرنے والے تہوار کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اگرچہ چند مسیحی مذہبی حلقے دبی دبی زبان میں یہ کہتے ہیں اور ایک دو چرچز کے اوپر کبھی کبھار اس طرح کے بینرز نظر آجاتے ہیں جن پر لکھا ہوتا ہے کہ ''مسیح کو کرسمس میں واپس لاؤ''۔ لیکن اوّل تو یہ احتجاج بہت ہی دھیما اور کمزور ہوتا ہے دوسرا یہ کہ اب یہ بھی آہستہ آہستہ دم توڑتا ہوا نظر آرہا ہے۔ دسمبر کے آخری دس دنوں میں شدید سردی اور برفباری کے باعث ویسے بھی سکولوں میں تعطیلات ہوتی ہیں۔ لیکن کرسمس کی مذہبی اہمیت ختم کرنے کا سب سے کاری وار یہ کیا گیا ہے کہ اب ان ایام میں دی گئی تعطیلات میں کرسمس کی مبارکباد کی بجائے Season's Greetings یعنی موسمی مبارکباد دی جاتی ہے اور Happy Holidays کہا جاتا ہے۔ ظلم کی انتہا یہ ہے کہ یہ سلوک صرف کرسمس کے ساتھ کیا جاتا ہے جبکہ انہی ملکوں میں بسنے والے دوسرے مذاہب کے مذہبی تہوار یعنی ہولی دیوالی عید اور ہنوکا وغیرہ انہی ناموں سے منائے جاتے ہیں اور ان کی مذہبی اہمیت اور پس منظر کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان میں بھی کاروباری کمپنیاں نت نئی اشیاء مارکیٹ میں لاکر ان سے مالی منفعت حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ خریداری کی طرف مائل کرنے کے لئے اشیاء کی قیمتوں میں نمایاں کمی کر دی جاتی ہے اور لوگ ضرورت کی اشیاء مثلاً لباس جوتے و دیگر کی خریداری کے لئے پورا سال ان ایام کا انتظار کرتے ہیں تاکہ اپنے لئے اور افراد خاندان و دوستوں کو تحفے تحائف دینے کے لئے کم قیمت پر خریداری کریں۔ پہلے تو یہ قیمتیں کرسمس یعنی 25 دسمبر تک ہی کم کی جاتی تھیں لیکن اب کرسمس کے بعد باکسنگ ڈے کا اضافہ کیا گیا جس میں قیمتیں مزید کم کر دی جاتی ہیں اور یہ بھی صرف ایک دن کے لئے نہیں بلکہ یہ باکسنگ ڈے دسمبر کے اختتام تک جاری رہتا ہے۔ اگرچہ اس میں مذہبی جذبہ نہیں بلکہ زیادہ اشیاء بیچ کر منافع کمانے کی نیت شامل ہوتی ہے لیکن پھر بھی عوام کے لئے ایک سہولت میسر ہوتی ہے۔ برسبیل تذکرہ عرض ہے کہ یورپ امریکہ کینیڈا اور آسٹریلیا میں گراسری سٹورز پر اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں عید اور ہولی دیوالی پر بھی کم کی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں مذہبی جذبہ رکھنے والے مسلمان دکاندار رمضان اور عید کے موقع پر ہر قسم کی اشیاء میں ہوشربا اضافہ کر دیتے ہیں جس سے عام آدمی کی پہلے سے دم توڑتی ہوئی قوت خرید قریب المرگ ہو جاتی ہے۔ کاش یہ مسلمان دکاندار غیر مسلموں سے ہی کچھ سیکھ لیں۔

بہرحال! کرسمس کی تاریخ اور پس منظر کی طرف واپس آتے ہیں۔ کیتھولک انسائیکلو پیڈیا new advent کے مطابق بائبل سے 25 دسمبر کے روز مسیح کی پیدائش کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کیونکہ اول تو اتنی سردی میں مردم شماری نہیں ہو سکتی تھی دوسرے چرواہوں کا کھلے میدان میں بھیڑ بکریاں چرانا بھی عقل کے خلاف ہے۔ مزید لکھا ہے کہ دو ڈھائی سو سال تک چرچ کے بڑے بڑے فادرز اپنی سالگرہ منانا بھی پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اس پر سخت تنقید بھی کرتے تھے کہ ولیوں اور شہداء کی سالگرہ یا یوم شہادت منایا جائے چہ جائیکہ وہ مسیح کی پیدائش کا دن مناتے۔ چرچ کی تاریخ میں یہ سب باتیں محفوظ ہیں۔ اس انسائیکلو پیڈیا میں اعتراف کیا گیا ہے کہ مسیح کی پیدائش کے سال مہینہ اور دن کے متعلق بہت سی مختلف اور متضاد آراء ملتی ہیں جنہیں کسی طور بھی سلجھایا نہیں جا سکتا۔ اسکندریہ (مصر)، یروشلم (فلسطین)، انطاکیہ اور قسطنطنیہ (ترکی)، روم (اٹلی)، قبرص اور ایشیائے کوچک کے مختلف ملکوں کے حوالوں سے بتایا گیا ہے کہ جب دو ڈھائی صدیوں بعد کرسمس کی تقریبات شروع ہوئیں تو ان تمام علاقوں میں اگست سے لے کر اپریل تک مختلف مہینوں اور دنوں میں انہیں منایا جاتا تھا۔ حوالہ کے لئے دیکھیں newadvent.org under Christmas۔ موجودہ دور میں بھی مغربی خطے میں کرسمس 25 دسمبر کو جبکہ مشرقی چرچ چھ جنوری کو منایا جاتا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا بریٹینکا کے مطابق سب سے پہلے 221ء میں Sextus Julius Africanus نامی ایک پادری، جو کہ مؤرخ بھی تھا، نے پچیس دسمبر کو مسیح کی پیدائش کا دن بتایا۔ اس کے مطابق مریم مسیح

سے 25 مارچ کو حاملہ ہوئیں اور ٹھیک نو مہینے بعد پچیس دسمبر کو مسیح پیدا ہوئے ۔لیکن چرچ نے اس تاریخ کوفوراً ہی قبول نہیں کرلیا بلکہ اس کے ایک سوسال بعد 336ء میں روم کے بادشاہ قسطنطین کے عیسائی ہونے کے بعد رائج کیا۔ محققین کے نزدیک اس کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ گریکورومن خدا invicti nati (ناقابل تسخیر بیٹا) کا جنم دن پچیس دسمبر کو تھا۔ چرچ مسیح کو اس دیوتا کے بدلے میں پیش کرنا چاہتا تھا لیکن عوامی جذبات بھی مجروح نہیں کرنا چاہتا تھا لہذا اس دیوتا کے جنم دن کو مسیح کے جنم دن سے بدل دیا گیا۔ کرسمس کے بارے میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ سورہ مریم کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

’’اس مقام پر ایک بہت بڑی مشکل پیش آجاتی ہے جس کو حل کرنا ہمارے لئے نہایت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ عیسائی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش 25 دِسمبر کو ہوئی اور لوقا کہتا ہے کہ قیصر اگسطِس نے اُس وقت مردم شماری کا حکم دیا تھا جس کے لئے یوسف اور مریم ناصرہ سے بیت لحم گئے اور وہیں حضرت مسیؑح کی پیدائش ہوئی ۔ گویا 25 دسمبر کو۔ اُس زمانہ میں جب قیصر اگسطِس کے حکم کے ماتحت یہود کی پہلی مردم شمار ہوئی مسیحؑ بیت لحم میں پیدا ہوئے ۔قرآن بتاتا ہے کہ مسیح اس موسم میں پیدا ہوئے جس میں کھجور پھل دیتی ہے اور کھجور کے زیادہ پھل دینے کا زمانہ دسمبر نہیں ہوتا بلکہ جولائی اگست ہوتا ہے اور پھر جب ہم یہ دیکھیں کہ خدا تعالیٰ نے انہیں ایک چشمے کا بھی پتہ بتایا جہاں وہ اپنے بچے کو نہلا سکتی تھیں اور اپنی صفائی کرسکتی تھیں تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جولائی اگست کا مہینہ تھا ورنہ سخت سردی کے موسم میں چشمہ کے پانی سے نہانا اور بچے کو بھی غسل دینا خصوصاً ایک پہاڑ پر اور عرب کے شمال میں عقل کے بالکل خلاف تھا۔لیکن عیسائی تاریخ یہی کہتی ہے کہ حضرت مسیحؑ دسمبر میں پیدا ہوئے اور اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت مسیح کی پیدائش دسمبر میں ہوئی تھی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن تو حضرت مریم سے کہتا کہ ھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا تو کھجور کے تنہ کو ہلا تجھ پر تازہ کھجوریں گریں گی ۔حالانکہ کھجور اُس وقت بہت کم ہوتی ہے۔ کھجور زیادہ تر جولائی اگست میں ہوتی ہے اور مسیح کی پیدائش دسمبر میں ہوئی۔ پس اگر یہ درست ہے کہ مسیح دسمبر میں پیدا ہوئے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے کھجور کا کیوں ذکر کیا جبکہ کھجوریں اُس موسم میں ہوتی ہی نہیں ۔اس اعتراض سے ڈر کر ہمارے مفسرین نے یہ لکھ دیا کہ حضرت مریم کھجور کے تنہ کے پاس درد کا سہارا لینے گئی تھیں ۔انہیں خیال آیا کہ مسیح کی پیدائش دسمبر میں بتائی جاتی ہے اور دسمبر میں کھجور کے درخت پر بہت کم پھل لگتا ہے پھر وہ کھجور کے سوکھے درخت کے پاس کیوں گئی تھیں ۔اِس کا جواب اُنہوں نے یہ سوچا کہ وہ درد کا سہارا لینے گئی تھیں ۔مگر انہیں یہ خیال نہ آیا کہ ساتھ قرآن نے یہ کہا کہ کھا اور یہ بھی کہا ہے کہ کھجور کے تنہ کو ہلا تو تجھ پر تازہ کھجوریں گرینگی ۔صرف اس وجہ سے کہ عیسائی بیان اُن کے سامنے تھا کہ مسیح دسمبر میں پیدا ہوئے اور دسمبر میں کھجور کو بہت کم پھل لگتا ہے ۔انہوں نے یہ معنی کر لئے کہ وہ سہارا لینے کے لئے کھجور کے سوکھے درخت کے پاس گئی تھیں لیکن بعض مفسروں کو فکلی اور تسقط علیک رطبا جنیا کا بھی خیال آیا اور انہوں نے لکھا ہے کہ یہ ایک معجزہ تھا۔ حضرت مریم کھجور کے سوکھے درخت کو ہلاتیں تو تازہ بتازہ کھجوریں گرنی شروع ہو جاتی تھیں۔

دوسری مشکل ہمارے سامنے یہ پیش آتی ہے کہ یہ واقعہ یہودیہ میں ہوا ہے ۔قرآن اس موقعہ پر کھجور کا ذکر کرتا ہے اور بائبل کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں زیتون بادام اور انگور ہوتا تھا کھجور کا ذکر نہیں آتا اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ دسمبر میں بادام بھی نہیں ہوتا۔ انگور بھی نہیں ہوتا اور زیتون بھی نہیں ہوتا گویا قرآن صرف کھجور کا ذکر کرتا ہے مگر دسمبر میں کھجور بہت کم ہوتی ہے اور تاریخ بائبل یہودیہ میں زیتون ، بادام اور انگور کا تو ذکر کرتی ہے لیکن کھجور کا ذکر نہیں کرتی اور پھر یہ تینوں چیزیں بھی دسمبر میں نہیں ہوتیں ۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا اس علاقہ میں جسمیں انجیل حضرت مسیح کی پیدائش بتاتی ہے کھجور ہوتی تھی یا نہیں ۔اِس کے متعلق جب ہم بائبل کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خود بائبل اس بات پر گواہ ہے کہ اُس علاقہ میں کھجور ہو کرتی تھی ۔ چنانچہ لکھا ہے ’’تب موسیٰؑ کے سُسر قینی کی اولاد کھجوروں کے شہر سے بنی یہوداہ کے ساتھ یہوداہ کے بیابان کو جو عراد کے دکھن کی طرف ہے چڑھیں۔‘‘

(قاضیوں باب ۱ آیت ۱۶)۔

عراد جس کا حوالہ میں ذکر آتا ہے بیت لحم سے کوئی سو میل کے فاصلہ پر ہے

اور چونکہ اس سے شمالی کی طرف کھجوروں کا شہر تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت لحم کے قریب قریب یقیناً کھجوریں پائی جاتی تھیں۔ پھر یہودیہ کا علاقہ جس میں بیت لحم ہے چونکہ عرب سے ملتا ہے اس لئے بھی اُس میں کھجوروں کا پایا جانا بالکل قرین قیاس ہے لیکن اس تحقیق سے الی جذع النخلۃ تک تو بات ٹھیک ہوگئی۔ پتہ لگ گیا کہ اُس علاقہ میں کھجور پائی جاتی تھی لیکن یہ سوال ابھی حل نہیں ہوا کہ قرآن کہتا ہے کہ مسیح جس موسم میں پیدا ہوئے اُس وقت کھجوریں درخت پر لگی ہوئی تھیں اور کھجوریں بھی پختہ تھیں اور کھانے کے قابل تھیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح دسمبر میں پیدا ہوئے جبکہ کھجوریں بہت کم ہوتی ہیں۔ اس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک حضرت مسیحؑ کی پیدائش اس موسم میں ہوتی ہے جس میں کھجور لگی ہوئی ہوتی ہے مسیحی تاریخوں سے پتہ لگتا ہے کہ مسیح ۲۵ دسمبر کو پیدا ہوا۔ بعض اس کا وقت اپریل بتاتی ہیں۔ مگر دسمبر یا اپریل میں کھجور درخت پر بہت کم ہوتی ہے۔ پس ہمیں اس مسئلہ کی مزید تحقیق کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 179،180)

سانتا کلاز

کرسمس کا ایک اور دلچسپ کردار سانتا کلاز کا ہے۔ سب لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ یہ کردار جدید دور میں کرسمس کا حصہ بنایا گیا۔ اس کی اصل کے بارے میں یونیورسٹی آف مینیٹوبا کینیڈا کے ایک پروفیسر Gerry Bowler کی کتاب Santa Claus A Biography: ایک دلچسپ معلوماتی کتاب ہے۔ اس کتاب اور دیگر ذرائع کے مطابق سانتا کلاز کا اصل نام سینٹ نکولس تھا جو روم کے بادشاہ قسطنطین کے مسیحی ہونے سے کچھ عرصہ قبل موجود تھا اور رومی مظالم کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے مسیحی عقائد کی کھلم کھلا تبلیغ کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ سینٹ نکولس غریب مسیحی لوگوں اور بچوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ ابتداء میں چرچ نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی لیکن عیسائیت کے امریکہ میں اثر و نفوذ کے بعد جہاں کرسمس کو ایک مذہبی تہوار کی بجائے قومی و معاشرتی میلے کے طور پر اپنایا گیا تو اس میں رنگ بھرنے کے لئے جہاں دیگر ہلا گلا شامل کیا گیا وہاں سانتا کلاز کو بھی اس کا ایک لازمی جزو بنا دیا گیا۔ ابتداء میں سینٹ نکولس کا دن چھ دسمبر کو منایا جاتا تھا لیکن پھر اسے کرسمس کے قریب کر دیا گیا تا کہ اِسے مزید پیسے اینٹھنے کا ذریعہ بنا دیا جائے۔ بچوں کے ذہنوں کو متاثر کرنے کے لئے مغربی دنیا کی سب سے بڑی اور موثر پراپیگنڈہ مشینری ہالی وڈ اور ٹیلیویژن پر سانتا کلاز اور کرسمس کے بارے میں فلمیں اور ٹی وی شوز بنائے جاتے ہیں جو کرسمس کے قریب نشر کئے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ذات پر اعتراض

”مرزا صاحب ”ابن مریم“ کس طرح ہو گئے آپ کی والدہ کا نام تو چراغ بی بی تھا۔“

جواب: بخاری میں آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے:

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ إِلَّا وَ الشَّيْطَانُ يَمَسُّهُ حِيْنَ يُوْلَدُ، فیستھلُّ صارخًا من مسِّ الشیطان، ایَّاہ الَّا مریم وابنھا

(بخاری کتاب التفسیر باب و انی اعیذھا بک ۔۔۔ کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم)

کہ ہر چیز پیدا ہونے والے بچے کو بوقتِ ولادت شیطان مس کرتا ہے اور بچہ جب اسے مسِ شیطان ہوتا ہے تو وہ چیختا ہے، چلاتا ہے مگر مریم اور ابن مریم کو مسِ شیطان نہیں ہوتا۔

اس پر طبعًا سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب صرف مریمؑ اور ابن مریمؑ ہی مسِّ شیطان سے پاک ہیں تو پھر کیا باقی انبیاء کو عموماً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً مسِّ شیطان ہوا تھا؟ اس کا جواب علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں یہ دیا ہے:

مَعْنَاهُ أَنَّ كُلَّ مَوْلُوْدٍ يَّطْمَعُ الشَّيْطَانُ فِي إِغْوَائِهِ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا، فَإِنَّهُمَا كَانَا مَعْصُوْمَيْنِ، وَ كَذٰلِكَ مَنْ كَانَ فِي صِفَتِهِمَا

(تفسیر کشاف زیر آیت واذکر فی الکتاب مریم)

کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ شیطان ہر بچہ کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔سوائے مریم اور ابن مریم کے۔ کیونکہ وہ دونوں پاک تھے اور اسی طرح ہو وہ بچہ (بھی اس میں شامل ہے) کو مریم اور ابن مریم کی صفت پر ہے۔ گویا آنحضرت ﷺ کی حدث میں ''مریم'' اور ''ابن مریم'' سے صرف 2 انسان ہی مراد نہیں بلکہ 2 قسم کے انسان مراد ہیں۔ گویا جو مریمی صفت میں اور ابن مریمی صفت میں مومن اور انبیاء ہوں وہ سب ''مریم'' اور ''ابن مریم'' کے نام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یاد کئے گئے ہیں۔

ان صفات کی مزید تشریح قرآن مجید میں ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ o وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ (التحریم:12-13)

ترجمہ: اور اللہ نے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال دی ہے۔ جب اس نے کہا اے میرے ربّ! میرے لئے اپنے حضور جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچالے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی عصمت کو اچھی طرح بچائے رکھا تو ہم نے اس (بچے) میں اپنی روح میں سے کچھ پھونکا اور اس (کی ماں) نے اپنے ربّ کے کلمات کی تصدیق کی اور اس کی کتابوں کی بھی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

ان آیات سے ماقبل کی ملحقہ آیات میں کافر مردوں کو 2 عورتوں نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ ان کے خاوند مومن تھے مگر وہ دونوں کافرہ تھیں۔ مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ مومن 2 قسم کے ہوتے ہیں: (1) آسیہ (زوجہ فرعون) صفت (2) مریمی صفت۔ پہلے وہ مومن جو کفر کے غلبہ کے نیچے دب چکے ہوں اور وہ اس سے نجات پانے کے لئے دست بدعا ہوں۔اور دوسرے وہ مومن جن پر روزِ ازل سے ہی بدی غلبہ نہ پاسکی۔

وَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (الانبیاء:92) یہ دوسری قسم کا مومن قرآنی اصطلاح میں ''مریم'' کہلاتا ہے۔ پھر وہ مریمی حالت سے ترقی کر کے فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا (الانبیاء:92) کے مطابق ''ابن مریم'' کی حالت میں چلا جاتا ہے کیونکہ مقامِ مریمی صدیقیت ہے اور مقامِ ابنِ مریم مقامِ نبوت۔ گویا ہر نبی پر 2 زمانے آتے ہیں۔ پہلے وہ مقامِ مریمی میں ہوتا ہے اور اسی حالت کے متعلق قرآن مجید نے اشارہ کیا۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ

''پس میں اس (رسالت) سے پہلے بھی تمہارے درمیان ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں۔''

اور ان دونوں حالتوں یعنی صدیقیت اور نبوت کی حالتوں میں وہ مسِّ شیطان سے پاک ہوتا۔

سورۃ تحریم کی آیات سے ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت مریم صدیقہؑ اپنی پاکیزگی کے انتہائی مقام پر پہنچ کر حاملہ ہوئیں اور اس حمل سے حضرت عیسیٰؑ جو خدا کے نبی تھے پیدا ہوئے۔ اسی طرح ایک مومن مرد بھی پہلے مریمی حالت میں ہوتا ہے اور پھر ایک روحانی اور مجازی حمل سے گزرتا ہوا مجازی ''ابن مریم'' کی ولادت کا باعث ہوتا ہے۔ وہ مومن مرد مجاز اور استعارہ کے رنگ میں ''مریم'' ہوتا ہے اور اور مجاز اور استعارہ ہی کے رنگ میں حمل سے گزرتا ہے۔ اور مجاز اور استعارہ ہی کے رنگ میں ''ابنِ مریم'' کی ولادت کا باعث ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمام کافروں اور مومنوں کو 4 عورتوں ہی سے تشبیہ دی ہے۔ مرد عورتیں تو نہیں، ہاں استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ان کو عورتیں قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ نے حضرت عباسیہ طوسیؒ کا یہ قول نقل کیا:

''قیامت کے دن جب آواز آئے گی کہ اے مردو! تو مردوں کی صفت میں سے سب سے پہلے حضرت مریمؑ کا قدم پڑے گا۔''

(تذکرۃ الاولیاء ذکر حضرت رابعہ بصری نواں باب صفحہ 51 شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز لاہور وظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء صفحہ 55)

❀❀❀❀

سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاریخی دورۂ امریکہ 2022ء کی چند دلکش تصاویر



